اسلام اور امن عالم

مولانا بدر القادری

فاضل اشرفیہ مبارکپور

اسلامک اکیڈمی دی ہیگ - ہالینڈ

فرید بک سٹال ۳۸- اردو بازار لاہور ۲

marfat.com

اسلام اور امن عالم

مولانا بدر القادری
فاضل اشرفیہ مبارکپور
اسلامک اکیڈمی، دی ہیگ۔ ہالینڈ

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲

marfat.com

جملہ حقوق بحق فرید بک سٹال و مکتبہ قادریہ محفوظ

کتاب ــــــ اسلام اور امن عالم

مصنّف ــــــ مولانا بدر القادری مصباحی

تقدیم و تمہید ــــ مولانا محمد احمد مصباحی

تصحیح ــــــ حافظ محمد شاہد اقبال

کتابت ــــــ دار الکتابت حضرت کیلیانوالہ

سالِ اشاعت ــ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ

مارچ ۱۹۹۲ء

مطبع ــــــ رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور

ناشر ــــــ فرید بک سٹال لاہور

صفحات ــــــ ۳۵۴

قیمت ــ Rs 54/00

marfat.com

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
تقدیم	۱۱	انسان قابلِ احترام ہے۔	۳۵
تعارف	۱۵	مذہب کی آزادی	۳۶
تمہید	۲۵	ہر قوم کے پرسنل لا کی حفاظت۔	۳۶
نقارۂ خدا	۲۵	رہنمایان مذاہب اور معابد کی حفاظت	۳۷
سسکتی ہوئی انسانیت پوچھتی ہے۔	۲۷	عدل واحسان سب کے لیے۔	۳۷
حکمرانی خدا کی	۲۸	معاش اور حوائجِ زندگی سب کا حق ہے۔	۳۷
جس خدا نے انبیاء اور کتابوں کے	۲۸	نفسانی بیماریوں کا خاتمہ	۳۹
ذریعے ہدایات دیں۔	؍؍	انسانی اقتدار اعلیٰ	۳۹
خدا کی آخری کتاب	۲۹	گھریلو امن	۴۰
دین کامل	۳۱	معاشرتی امن	۴۳
حقوق انسانی کے تحفظ میں اقوام متحدہ	۳۱	خیر امت	۴۸
کی قراردادیں۔		کتاب اسلام اور امن عالم	۵۱
اسلامی قوانین	۳۳	حوالے	۵۳
انسانی برابری	۳۳	باب اوّل	۵۵
اسلام میں تعصب نہیں	۳۳	اسلام میں انسانی عظمت کا تصور	۵۵

marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
قرآنی اعزاز	۵۵	اسلام اور نظام عدل و مساوات	۸۶
کرامت انسانی کی وجہ اعظم	۵۷	اسلامی مساوات کے بنیادی خطوط۔	۸۷
ثریٰ سے ثریا پر	۵۹	عدل کا لغوی مفہوم	۸۸
وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ	۶۱	آیت عدل اور اس کی اہمیت	۹۲
اسلام کا مقصود	۶۲	راہِ عدل کے روڑے جسے اسلام نے ہٹا دیا۔	۹۴
وحدت انسانی کا داعی اسلام ہے۔	۶۵		
اسلامی قانون کی ایک نمایاں خوبی۔	۶۸	عدل کا ترازو	۹۷
اسلام نے انسان کو خلعت وقار دیا۔	۶۸	شاہ و گدا برابر اسلام کی نظر میں۔	۱۰۰
امانت الٰہیہ کا امین انسان ہے۔	۷۰	آج کی مسلم دنیا اور اسلامی نظام۔	۱۰۱
امانت سے مراد۔	۷۱	سیرت رسول اکرم اور عدل و مساوات۔	۱۰۳
اللہ تعالیٰ ہی سب کا رب ہے۔	۷۴	اسلامی مساوات کے تاریخی شواہد	۱۰۶
قرآن سب کی ہدایت کے لیے ہے۔	۷۶	عدلِ فاروقی	۱۰۸
حضور محمد رسول اللہ سب کے نبی ہیں۔	۷۶	نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز۔	۱۱۰
		ابوذر اور بلال	۱۱۱
اسلام نے جانوروں اور چوپایوں کے حقوق کی بھی رعایت کی ہے۔	۷۷	احساس مسئولیت	۱۱۲
		قانون کی بالادستی	۱۱۳
حوالے۔	۸۴	خدمت گذار خلیفہ	۱۱۳
		انسانی ذمہ داریوں کا احساس	۱۱۵
باب دوم	۸۶	شریعت کورٹ کے آداب	۱۱۷

marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
کوئی مخالفت عدل ومساوات میں مانع نہیں ہو سکتی۔	۱۲۱
امارت متقیوں کے لیے آزمائش ہے۔	۱۲۲
صدیقِ اکبر کا احساس۔	۱۲۲
اپنی حیثیت اور حدودِ عمل کا تعین۔	۱۲۴
اسلامی قیادت کے رہنما اصول۔	۱۲۵
حوالے۔	۱۲۸
باب سوم	۱۳۰
اسلامی جہاد اور اس کا مقصد	۱۳۰
جہاد کا مفہوم	۱۳۰
جہاد کی بعض مشہور اقسام	۱۳۲
غزوہ کا نام جنون رکھ دیا جنون کا غزوہ۔	۱۳۶
کفار کے حامی۔	۱۳۸
اسلام دشمن عناصر کا غلط پروپیگنڈہ۔	۱۴۱
سایۂ رحمت۔	۱۴۱
جہاد کیوں؟۔	۱۴۵
اسلامی جہاد اور عام جنگوں کا فرق۔	۱۴۶
جہاد کی احتیاطیں۔	۱۴۷

مضمون	صفحہ نمبر
خطبۂ فتح	۱۵۱
دورِ نبوی میں جہاد اور اس کی برکات۔	۱۵۲
ترقی یافتہ دنیا کے کارنامے۔	۱۵۴
جنگ عظیم اول اور ثانی کی ہلاکت خیزیاں	۱
چند جنگی نمونے۔	۱۵۷
بدعہدی کی مثال	۱۵۸
تصویر کا دوسرا رُخ۔	۱۵۹
اہل قدس کو پروانۂ امن	۱۶۲
عہد ومعاہدے کی اہمیت اسلام میں۔	۱۶۴
معاہد اسلامی قانون میں۔	۱۶۷
عقلِ عیار ذرا غور کرے۔	۱۶۹
ہماری روشن تاریخ	۱۷۰
حضرت علی کا فیصلہ	۱۷۰
سیدنا عمر بن عبدالعزیز اور اہل ذمہ	۱۷۱
حوالے۔	۱۷۴
باب چہارم	۱۷۷
اسلامی سزائیں امن عالم کی ضامن ہیں۔	۱۷۷
خدا بیزار تہذیب کی تاریکی اور قانون	۱۷۷

marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
فطرت کا اُجالا۔		آدابِ تعلق	۲۰۰
کیا ایڈز خدائی عذاب نہیں ہے؟	۱۷۹	نقاب و چادر پوشی	۲۰۱
خدا بیزار ذہنیت کا شاخسانہ۔	۱۸۰	سو کوڑے	۲۰۲
پابندی نفس پر شاق ہے۔	۱۸۱	بہتان کی سزا	۲۰۲
خدائی احکام کی مثالیں۔	۱۸۳	ترغیبِ نکاح	۲۰۲
حد کی تعریف	۱۸۴	معاشرتی امن کے قرآنی دائرے۔	۲۰۳
اسلامی شریعت کے مقاصد و مصالح	۱۸۶	عبرت ناک سزا محافظ قانون ہے۔	۲۰۴
حجۃ اللہ البالغہ	۱۸۷	موجودہ دور کی ناآسودگی انسانی قوانین	۲۰۵
شہوانیت کے مفسدات	۱۸۹	کی دین ہے۔	
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ابلیس۔	۱۹۱	اسلام میں آبرو جان سے زیادہ قیمتی	۲۰۷
حجۃ الاسلام کا تجزیہ۔	۱۹۲	ہے۔	
شہوانیت سے اجتناب کی نتیجہ خیز	۱۹۳	**حدِ زنا اور اس کی سخت شرائط**	۲۱۳
بنیاد۔		رکنِ زنا	۲۱۳
تحفظات	۱۹۴	شرائط حدِ زنا	۲۱۴
پاکیزہ قانون کا پاکیزہ گمان	۱۹۴	ثبوت زنا	۲۱۴
استیذان	۱۹۴	اقرار زنا	۲۱۴
حفاظتِ نگاہ	۱۹۵	جرح شہادت	۲۱۵
پردہ	۱۹۸	گواہی کی احتیاطیں	۲۱۶
دافع فتن انداز کلام	۱۹۹	احسان کی تعریف	۲۱۷

marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
قیامِ حد کی کیفیت	۲۱۷
عام شہادتیں اور حدود کی گواہی۔	۲۱۹
نفاذِ حد میں ملزم کی حالت کا لحاظ	۲۲۳
بے علمی مانع حد ہے۔	۲۲۴
حد گناہ کو محو کر دیتی ہے۔	۲۲۷
حدود میں سفارش روا نہیں۔	۲۳۰
خدائے تعالیٰ پہلے جرم کی پردہ پوشی فرما دیتا ہے۔	۲۳۲
حدود خدا کی رحمت ہیں	۲۳۲
حد زنا سے پہلے تسکین جنسی کی جائز راہوں کو ہموار کیا گیا۔	۲۳۳
تہذیب اسلامی کا اہم جزُ	۲۳۴
یوسف ثانی	۲۳۷
زنا سے توبہ	۲۳۸
عفتِ قلب و نگاہ کا دلگداز واقعہ۔	۲۳۹
حدود شرائعِ سابقہ میں	۲۴۳
قدیم تہذیبوں میں جرم و سزا۔	۲۴۶
تہمت۔	۲۵۰
بے حیائی اور اس کی اشاعت	۲۵۴

مضمون	صفحہ نمبر
چوری	۲۵۷
شریعتِ موسوی میں چور کی سزا	۲۶۲
رہزنی و بغاوت	۲۶۳
قتل	۲۶۶
انسانی خون کا احترام	۲۶۸
ارتداد	۲۷۹
شراب نوشی	۲۸۰
اسلامی سزاؤں کی حکمتیں	۲۸۵
حوالے	۲۸۸
باب پنجم	۳۰۰
اسلامی انقلاب امن اور مصائبِ رسول	۳۰۰
جب آپ نے اسلام کی دعوت دی۔	۳۰۱
دعوتِ اسلام کا پہلا مرحلہ	۳۰۳
جبل صفا سے دعوتِ اسلام	۳۰۴
معاشرتی مقاطعہ	۳۰۶
زہرہ گدازیاں۔	۳۰۷
مصائب کی بھٹی اور ایمان کا نکھار	۳۰۸
سفرِ طائف اور مصائب	۳۱۰

marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
محلِ وقوع اور حالات	۳۱۱	پیر فرتوت	۳۲۸
شیشہ و تیشہ	۳۱۲	گستاخی کی سزا	۳۲۸
عداس کا قبولِ حق۔	۳۱۳	شاطر عورت	۳۲۸
دُعائے طائف	۳۱۴	تمسخر	۳۲۸
مطعم کی حمایت	۳۱۵	جاہلی منصوبہ	۳۲۹
ہجرت کے وقت کفار کی ستم رانیاں۔	۳۱۵	مفسد مسیحی	۳۲۹
دار الندوہ کا ریزولیشن	۳۱۶	ایک گالی دینے والی	۳۲۹
نور و ظلمت کی آویزش	۳۱۷	ابولہب کی مہمات	۳۲۹
رسولِ رحمت تلواروں کی چھاؤں میں۔	۳۱۸	ولید کا پروپیگنڈہ	۳۳۰
چلے گئے وہ کسی کو مگر خبر نہ ہوئی	۳۱۹	بے تکی منطق	۳۳۰
دلگداز شبِ ہجرت	۳۲۰	خاک اور غلاظت ڈالی گئی۔	۳۳۰
شکار کرنے چلا تھا شکار ہو کے رہا۔	۳۲۲	راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔	۳۳۰
سات روز بعد	۳۲۳	دردناک اذیت رسانی	۳۳۰
غور فرمائیں۔	۳۲۴	سر مبارک پر غلاظت ڈالی گئی	۳۳۱
سیرتِ رسول اور اوراقِ مصائب	۳۲۵	گلوئے مبارک میں پھندا لگایا گیا۔	۳۳۲
یہود اور ایذائے رسول۔	۳۲۵	اعظم المصائب	۳۳۲
ذلت آمیز گستاخی	۳۲۶	رذالت کی انتہا	۳۳۳
ایذا دہی کی قسم	۳۲۷	نت نئی گستاخیاں	۳۳۳
ابن شرف یا ارذل	۳۲۷	رسولِ رحمت پر دھول مٹی پھینکنے والا	۳۳۳

marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
گالی گلوچ	۳۳۴	سازش	۳۴۲
حالتِ نماز میں گستاخی	۳۳۴	نفاق کا زہر	۳۴۲
بد زبانی	۳۳۴	دامنِ رسول پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت	۳۴۳
منافقوں کی سرگرمیاں	۳۳۵	لب و لہجے کا نفاق	۳۴۴
رسول پر عدمِ اعتماد کا فتنہ	۳۳۷	مسجد ضرار	۳۴۵
عیب چینی	۳۳۸	کھا کے پتھر دشمنوں پر پھول برسانا	۳۴۷
تمسخر اور استہزاء	۳۳۹	تیرا۔	
قبائلی عصبیت انگیزی	۳۴۰	حوالے۔	۳۵۱

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصد نیاز و ادب

ماں ــــــ !

میری مشفقہ، محسنہ ماں،

تونے مجھے اپنا خون جگر پلایا،

شب و روز کی محنت شاقہ سے پرورش کی،

سرد و گرم حالات میں اپنی آغوش محبت کو میری پناہ گاہ بنایا،

تیری نیازمندی میرا مذہب،

تیری خوشنودی میرا سرمایہ،

تیرے زیرِ قدم میری جنت،

میرے افق تا بہ افق سایہ گیر، تیری بے لوث دُعائیں،

یہی تو ہیں

کارگاہ حیات میں میری کامرانیوں کا سب سے مستحکم ذریعہ،

لو ماں! تمہارا فرزند، اپنی دینی تحریروں کا مختصر ہدیہ بصد نیاز و ادب،

تمہارے حضور پیش کرتا ہے۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف،

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝

بدر القادری

اسلامک اکیڈمی، دی ہیگ ــــــ ہالینڈ

marfat.com

بسمہ وحمدہ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ وجنودہ

تقدیم

اب تک دنیا بے شمار سیاسی، اقتصادی اور سماجی نظاموں کا تجربہ کر چکی ہے اور آج بھی عالمی آبادی میں جمہوریت، سامراجیت، سرمایہ داری، کمیونزم اور سوشلزم وغیرہ ناموں سے مختلف نظام فکر وعمل رائج ہیں۔

لیکن ایک تو زندگی کے ان تمام نظاموں میں انسان کی اخلاقی قدروں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور بعض اخلاق سے اعتنا بھی کیا گیا ہے تو صرف اس لیے کہ مالی اور سیاسی مفاد سے ان کا گہرا رشتہ ہے اگر ان کو چھوڑ دیا جاتا تو بہت سے اقتصادی اور ملکی فوائد بری طرح مجروح ہوتے اور کسی دنیاوی مفاد پر حرف آنا ان نظاموں کی شریعت میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

دوسرا نقص یہ ہے کہ روحانی اقدار اور مابعد الموت کے تصور سے یہ سارے نظام یکسر خالی ہیں۔ اور اس فضائے محدود سے ماورا کسی عالم بسیط کا خیال محض ایک فریب سمجھتے ہیں جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ جس بنیادی نصب العین کے خوش نما اور نشاط انگیز تصور پر ان نظاموں کی اساس قائم ہے۔ اس کی تکمیل سے بھی تجربات کی وسیع دنیا میں وہ ناکام ہی ثابت ہوئے۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ آج جبکہ سارے نظاموں کی خرابیاں طشت از بام ہو چکی ہیں جن کے باعث دنیا ایک متعفن آتش کدہ بنتی جا رہی ہے تو کیا اسلام اس صورتحال میں مظلوم انسانیت کی دستگیری کر سکتا ہے اور تباہ حال دنیا کو فیروزمندی و سعادت سے

marfat.com

ہمکنار کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اسلامی نظام حیات، انسان کے اندر معرفتِ خدا، آخرت کے تصور، پھر اپنی اور ساری مخلوق کی خیر خواہی اور بھلائی کے افکار و جذبات بروئے کار لانے کے اصولوں پر قائم ہے۔ اس لیے وہ عبادات اور معاملات دونوں ہی پر مشتمل ایک جامع اور باہم مربوط و مضبوط دستور پیش کرتا ہے، جو بندہ اور خدا، فرد اور خاندان، فرد اور معاشرہ فرد اور حکومت کے درمیان پائے جانے والے تعلقات کی مکمل تشریح و تحدید کرتا ہے۔ وہ جہاں نوع انسان کے دنیاوی مفادات کا پاس ولحاظ رکھتا ہے اور ان کی حد بندی کرتا ہے۔ وہیں انسان کی اخلاقی قدروں اور روحانی توانائیوں کے اصول و ضوابط بھی پیش کرتا ہے ——— اور ان سب کو بروئے کار لانے پر پورا زور صرف کرتا ہے اور اس کی حکیمانہ جامعیت کا عالم یہ ہے کہ دوسرے نظاموں میں جہاں سے مفاسد کے سوتے پھوٹتے ہیں، اور جہاں سے ظلم و تعدی کے دروازے خود بخود کھلتے ہیں اور اپنی حدول سے تجاوز و سرکشی کا بازار اعلانیہ اور خفیہ طور پر خوب خوب گرم ہو جاتا ہے، ان سب کی پیش بندی یا علاج و مداوا اسلام میں پہلے ہی سے موجود ہے۔

اس لیے اسلام آج بھی انسانیت کی دستگیری اور عالمی امن و سلامتی کی ہی صلاحیت رکھتا ہے جس کا صدیوں تک دنیا برابر مشاہدہ کرتی رہی ہے اور آج بھی دنیا کے مختلف گوشوں میں جس شعبہ تک اسلام کو عمل دخل حاصل ہے اس کی کارفرمائی کا حسن نمایاں ہے تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں کیوں کہ ایک مبسوط کتاب دعوے کی دلیل کے طور پر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور نظام اسلام کے ہر پہلو پر تفصیلی گفتگو اور دوسرے نظاموں سے تقابل پر اور بھی قابلِ قدر تحریریں موجود ہیں۔

لیکن یہ انسانیت کی درد انگیز مظلومیت ہے کہ اسے اس کے امراض کی شفا بخش دوا نہیں دی جاتی۔ جس کا سبب یہ ہے کہ ایک طرف ہر نظام چلانے والوں کے اندر جہاں اور نظاموں سے نفرت و بیزاری پائی جاتی ہے وہیں اسلام سے بھی حسد و عداوت اور تعصب و تنگ دلی

marfat.com

کا عنصر پوری طرح کارفرما نظر آتا ہے۔ جبکہ یہی ان کا مسیحا اور ان کی لاینحل مشکلات کا حل ہے۔

دوسری طرف بیشتر مسلم ممالک کا با اقتدار طبقہ اسلام کی رُوحانی و ایمانی توانائیوں اور اس کی ہمہ گیر صلاحیتوں سے نابلد ہے۔ مزید برآں اس کا ذہن اس تعلیم و تحریر سے مسموم ہو چکا ہے جسے اسلام دشمن توتیں پیاسی دنیا کو اس سرچشمۂ حیات سے محروم رکھنے یا دور کرنے کی خاطر وسیع پیمانے پر بڑی تیزی سے عام کر رہی ہیں۔ اس لیے یہ طبقہ جو اسلام کو اس کی ساری خوبیوں اور صلاحیتوں کے ساتھ عملی زندگی میں پیش کرنے کا اصل ذمہ دار ہے وہ خود دوسروں کا دست و بازو اور اسلامی نظامِ حیات کا حریف بن چکا ہے۔

ظاہر ہے کہ اسلام کی قوت و صلاحیت اس کا جلال و جمال اور اس کا حُسن و کمال اسی وقت پورے طور پر جلوہ آرا ہو سکتا ہے جب اُسے مکمل نفاذ حاصل ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے خود اسلامیانِ عالم اسے زندگی میں اس کا وہ مقام عطا کریں جس کے بغیر اس کی جلوہ سامانیوں کا ظہور ممکن نہیں۔

دوسرے نظامِ زندگی دیکھنے اور پڑھنے سے پہلے خود اسلام کا گہرا اور وسیع مطالعہ اسلامی مفکرین کے رشحاتِ قلم کی روشنی میں کرنا ہوگا۔ پھر دوسرے نظاموں کا جائزہ، ان کے اعتراضات کی جانچ، اور اسلام کے ساتھ ان کا تقابلی مطالعہ بھی کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر اسلام کی طرف سے بددلی نہ صرف یہ کہ بہت بڑی ناانصافی ہے بلکہ اپنی خودکشی اور پوری انسانیت کی تباہی کا پیش خیمہ بھی ہے۔

☆

مبلغ اسلام برادرِ گرامی مولانا بدر القادری مدظلہٗ کو ربِ کریم جزائے خیر سے نوازے کہ انھوں نے اسلام سے ناآشنائی اور اس کی طرف سے بدگمانی کا مرض دیکھ کر اس کا علاج پیش کیا۔ اور زیرِ نظر کتاب میں اسلامی نظامِ حیات کے مختلف شعبوں پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے یہ بھی ثابت کیا کہ امنِ عالم آج بھی اسلام کی تنفیذ ہی سے قائم ہو سکتا ہے۔

marfat.com

اس کے دامن میں اب بھی وہ بجلیاں پوشیدہ ہیں، جو دنیا کی بدحالی وابتری کا قلع قمع کر سکتی ہیں۔ تعصب و تنگ نظری کی عینک اُتار کر دانش ورانِ عالم اگر صاف دلی اور نیک نیتی سے تباہ حال انسانیت کی نجات پر غور کریں تو اس کی فلاح و بہبود کی مکمل اور جامع تدبیریں اسلام ہی کے دامن میں ملیں گی۔

کتاب کی تفصیلات سے کیف آشنا اور لطف اندوز ہونے کے لیے ورق اُلٹیے اور اس خزانۂ معارف کی حقائق نمائی سے اپنے دیدہ و دل کی دنیا آباد کیجیے ؎

توفیق دے جس دل کو خداوند تعالیٰ
دامن میں وہ لے رحمت و انوار کی سوغات
(بدر)

محمد احمد مصباحی
المجمع الاسلامی، مبارکپور (ہند)
دار العلوم اشرفیہ، مبارکپور
۷/ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ، ۱۲/ جون ۱۹۸۹ء، دوشنبہ

marfat.com

تعارف

نام :۔ محمد بدر عالم ۔ عرف :۔ بدر القادری ۔ تخلص : بدر

ولدیت :۔ حافظ محمد رمضان بن شیخ محمد اسحاق بن محمد حبیب

پیدائش :۔ ۲۵ ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ء ۔

مقام :۔ محلہ ملک پورہ (مرزا جمال پور) قصبہ و پوسٹ گھوسی ۔ ضلع اعظم گڈھ ۔

ابتدائی تعلیم :۔ مدرسہ ناصر العلوم ملک پورہ اور مدرسہ نصیریہ فیض عام گھوسی میں ہوئی ۔

تکمیل درس نظامیہ :۔ دار العلوم اشرفیہ "مصباح العلوم" مبارکپور میں ہوئی ۔

تاریخ فراغت :۔ ۱۰ ر شعبان المعظم سنہ ۱۳۸۹ھ ۔ ۲۳ ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۹ء ۔

قطعات تاریخ فراغت

آج دستارِ فضیلت بدر کے سر پر بندھی
کیوں نہ اشرفیہ کا دنیا بھر میں روشن نام ہوا

برق تجھ کو فکر ہے تاریخ ہجری کی اگر
لکھ الٰہی بدر عالم خنجر اسلام ہوا

حافظِ ملت کے دل کی آج بر آئی مراد
بدر کے سر پر ہے دستارِ فضیلت ضو فگن ۱۳۸۹ھ

برق کے دل کی دعا بھی ہے یہ تاریخ عیسوی
بدر عالم ہو الٰہی روشنی بخشِ زمن[1]

۱۹۶۹ء

---

[1] یہ قطعات مزید اشعار پر مشتمل جناب رحمت الٰہی برق صدیقی اعظمی کے لکھے ہوئے ہیں مکمل قطعات مولانا کی فائل میں ہیں ۔ ۱۲

marfat.com

اساتذہ

☆ حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔
☆ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب بلیاوی علیہ الرحمۃ۔
☆ حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی۔
☆ حضرت علامہ مظفر حسن ظفر ادیبی مبارکپوری۔
☆ حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اعظمی مبارکپوری۔
☆ حضرت مولانا سید حامد اشرف صاحب کچھوچھوی۔
☆ حضرت مولانا قاری محمد یحیٰی صاحب مبارکپوری۔
☆ حضرت مولانا شمس الحق گجہڑوی (مرحوم)۔

بیعت و خلافت:۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت قطب زمانہ حضرت مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں[۲] علیہ الرحمہ بریلی شریف۔ بتاریخ ۲۲ر جمادی الآخرہ ۱۳۹۹ھ

خدمات تدریس

۱۔ بحیثیت صدر مدرس ــــ دارالعلوم غوثیہ، ہبلی (کرناٹک) ۱۹۷۰ء
۲۔ 〃 〃 ــــ مدرسہ سید العلوم بہرائچ شریف (یوپی) ۱۳۹۲ھ۔ ۱۹۷۲ء
۳۔ 〃 〃 ــــ مدرسہ ضیاء الاسلام مورانواں ضلع اناؤ (یوپی) ۱۹۷۳ء

خطابت و امامت

۱۔ جامع مسجد انکولا ــــ ضلع کاروار (کرناٹک) ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۱ء

۲۔ ولادت ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء۔ وفات ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ۱۳ر نومبر ۱۹۸۱ء شب پنج شنبہ۔

marfat.com

۲۔ مسجد باغ فردوس ـــــ بھیونڈی ضلع تھانہ (مہاراشٹر) ۱۹۷۲ء

۳۔ جامع مسجد خورد ومن ـــــ ضلع بلسار (گجرات) رمضان ۱۳۹۱ھ / اکتوبر ۱۹۷۲ء۔

۴۔ پنویل ـــــ ضلع تھانہ (مہاراشٹر) ۱۹۷۱ء

مبارکپور میں

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں شعبہ نشریات کے انچارج کی حیثیت سے یک شنبہ ۱۷ رجمادی الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۹ رجون ۱۹۷۴ء کو آئے۔

۷ رمئی ۱۹۷۴ء کو جناب علیم الدین بن صوفی علی رضا شہر اعظم گڈھ کی صاحبزادی سے نکاح ہوا

قلمی خدمات

۱۔ تذکرۂ غازی حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے حالات و واقعات پر مشتمل کتاب ۱۹۷۳ء میں لکھی۔

۲۔ اشک خون:۔ چند انقلابی نظموں کا مجموعہ ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔

۳۔ اشرفیہ کا ماضی اور حال:۔ تاریخ اشرفیہ پر پہلی کتاب فروری ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔

۴۔ ماہنامہ اشرفیہ:۔ فروری ۱۹۷۶ء میں اپنی مساعی جمیلہ سے الجامعۃ الاشرفیہ کا علمی دینی ترجمان جاری کیا اور جب تک ہندوستان میں رہے اعلیٰ معیار پر جاری رکھا اور اس کے مدیر مسئول رہے۔

۵۔ حافظ ملت نمبر:۔ اس سلسلہ کی آخری اور اہم کڑی ماہنامہ اشرفیہ کا پورے چھ سو صفحات پر مشتمل حافظ ملت نمبر ہے۔ جو پریس کے حوالہ کرنے کے بعد خود یورپ کے دورہ پر چلے گئے۔ یہ نمبر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور تاریخ اشرفیہ پر اب تک سب سے ضخیم کتاب ہے۔

اشرفیہ کا ماضی اور حال، ماہنامہ اشرفیہ کی تاریخ اور حافظ ملت نمبر کو سامنے رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ جزیات اور مصاحبات کا ذخیرہ فراہم کرنے میں مولانا سب سے اوّل ہیں۔

marfat.com

سفر ہالینڈ

۷ راگست ۱۹۷۶ء بریڈ فورڈ انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن کی دوسری عالمی کانفرنس کے موقع پر ارسال کردہ پیغام (مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر ۱۹۷۶ء ص ۲ تا ۵) دراصل مولانا کے سفر ہالینڈ کا سبب بنا۔ اس کانفرنس میں الجمعیۃ الاسلامیہ ہالینڈ کا وفد بھی شریک تھا جس نے کانفرنس کے دوران علامہ قمرالزماں اعظمی سے مولانا کا تعارف حاصل کیا اور ہالینڈ آنے کی دعوت دی جس کے نتیجہ میں ۲۰ جولائی ۱۹۷۸ء کو نیدرلینڈ اسلامک سوسائٹی امسٹرڈم میں انھوں نے مشیر دینیات (NEATHERLAND ISLAMIC SOCIETY AMSTERDAM) کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی اور اس ملک میں اشاعتِ اسلام اور تبلیغِ دین کا کام شروع کیا۔

ہالینڈ میں کوئی مسجد شرعی اصول وضوابط کی رو سے موجود نہیں تھی۔ اس سینٹر اور عظیم مسجد کا پروگرام شروع ہوتے ہی سب سے اہم کام مسجد کے لیے زمین کا حصول تھا۔ اس ملک میں عام طور پر زمینیں حکومت کی ہوتی ہیں۔ اور حکومت اہلِ حاجت، کسانوں، تعمیراتی اداروں اور دیگر کمپنیوں کو کرایہ پر دیتی ہے۔ چنانچہ زمین کے مسئلہ پر کوششیں شروع ہوئیں تو یہ مسئلہ پارلیمنٹ تک گیا۔ اسلامی قانون میں مسجد کے لیے زمین وقف علی الدوام ہونی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں مولانا نے عالمِ اسلام کے عظیم مفتیوں سے فتاویٰ حاصل کیے اور اسلامی موقف کی بھرپور پیروی کی اور زمین کے حصول کی امیدیں روبہ رو تکمیل ہو چکی تھیں مگر....

ادھر سعودی حکومت، کویت اور دیگر ممالک عرب کی متواترہ وعدہ خلافیوں کے بعد مولانا نے لیبیا کی عالمی تنظیم اسلامک کال سوسائٹی سے رابطہ قائم کر کے پندرہ ملین گلڈر کی رقم منظور کرالی۔ اس رقم کی منظوری کے آثار ظاہر ہوتے ہی تنظیم کے اندر بددیانتی کے پنجے دراز ہونے لگے۔ اور یہ پروگرام بننے لگا کہ مولانا کو کسی طرح ملک سے نکلوا دیا جائے۔ مگر ملک ہالینڈ کے ہر گوشہ میں پھیلے

marfat.com

ہوئے مولانا کے قدر دانوں نے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا۔ اور نتیجۃً عظیم اسلامک سینٹر کا یہ پروگرام خاک میں مل گیا

وائس آف اسلام

جولائی ۱۹۸۰ء میں انٹرنیشنل سہ ماہی میگزین (VOICE OF ISLAM) انگلش اردو نیدر لینڈز زبانوں میں جاری کیا جو تنظیمی اُمور کے بعض اختلافات کے باعث جاری نہ رہ سکا۔ اس کا اُردو ایڈیشن دو سال تک متواتر جاری رہا تا آنکہ تنظیم (NIS) نے خود ہی اسے بند کرنے کا فیصلہ کر دیا۔

مولانا میگزین کے اجراء تک مدیر مسئول کی جملہ ذمہ داریوں پر بحسن وخوبی کار فرما رہے اس دوران مولانا کے دو مذہبی رسالے شائع ہوئے۔

(۱) فلسفۂ قربانی :۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے قربانی کی حکمتوں پر مشتمل مؤثر رسالہ ہے ۱۹۸۱ء میں طبع ہوا۔[۱]

(۲) زمین پر اللہ کا گھر :[۲] فضائلِ مسجد اور احکامِ مسجد سے متعلق یہ رسالہ اس وقت تصنیف کیا گیا تھا جب تنظیم (N.I.S) امسٹرڈم میں ایک عظیم اسلامک سینٹر کے پروگرام پر ہمہ جہت مصروفیت تھی۔

طرابلس عالمی کانفرنس[۳]

۱۴ اگست ۱۹۸۲ء کو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے علماء اور دُعاۃ کی عالمی کانفرنس میں مولانا

۱؎ فلسفہ قربانی انگلش زبان میں بھی ہو چکی ہے۔ ۱۲

۲؎ اس کا ترجمہ عربی اور انگلش زبان میں بھی ہو چکا ہے ۱۲

۳؎ اس موقع کا تیار شدہ مقالہ اور دیگر تفصیلات مولانا کی فائل میں محفوظ ہیں۔

marfat.com

نے شرکت کی اور اطراف عالم سے آنے والے علماء و مفکرین سے ملاقات کی۔ عالمی سطح پر اسلام کی اشاعت کے پروگرام اور مسلمانوں کے درپیش مسائل کا قریب سے جائزہ لیا۔ اور یہ باحوصلہ و تازہ دم ہو کر واپس آئے۔ اس کانفرنس کے دوران مولانا جن عظیم شخصیتوں سے متاثر ہوئے ان میں شام کے مفتی اعظم شیخ احمد کفتارو اور یونان کے مفتی محمد احمد نیز اسلامک کال سوسائٹی کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر محمد احمد الشریف قابل ذکر ہیں۔ اسی دوران اسلامک کال سوسائٹی کے ذمہ داروں سے مل کر آپ نے تنظیم (WIS) کے حالات پر گفتگو کی اور منظور شدہ رقم منسوخ کرادی۔ مولانا کے از خود اس عمل نے اس عالمی تنظیم کے ارباب حل و عقد کو مولانا کا گرویدہ بنادیا۔

تنظیموں کا قیام[۵]

مولانا کی مساعی سے ہالینڈ اور گردونواح میں کئی اسلامی تنظیموں کو غذائے زیست مل رہی ہے۔ ہالینڈ کے علاوہ فرانس، بلجیم اور جرمنی تک کے اہل تعلق مولانا سے دینی و علمی استفادہ کرتے ہیں،

مالٹا کانفرنس

۱۰ را کتوبر ۱۹۸۲ء کو مالٹا میں منعقدہ کانفرنس (ائمہ و دعاۃ کانفرنس) میں شرکت کی۔ جس میں امریکہ اور کناڈا اور تمام یورپین ممالک میں کام کرنے والے عظیم علماء اور مفکرین کا اجتماع ہوا۔ اور خطہ ہائے ارضی پر اسلام اور مسلمانوں کو درپیش مسائل پر غور و خوض کیا گیا۔[۶]

(حاشیہ صفحہ سابقہ) نیز کانفرنس کی مکمل کارروائی کی اخباری معلومات بھی فائل میں موجود ہیں۔ ۱۲

۵۔ انوار القرآن روٹرڈم کال آف اسلام امسٹرڈم اسلامک سینٹر نیدرلینڈ مولانا کی قائم کردہ ہیں۔ ۱۲

۶۔ اس کی مکمل رپورٹ مولانا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فائل میں محفوظ ہے۔

marfat.com

لندن کانفرنس

ومبیلے میں اسلامک کال سوسائٹی کی جانب سے ائمہ اور دعاۃ کی ایک کانفرنس ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو منعقد ہوئی جس میں خاص بات یہ تھی کہ اردو زبان بولنے والے علماء کو خاص نمائندگی نصیب ہوئی تھی۔ واضح رہے ۸۲ء کی طرابلس کانفرنس میں شرکت کے بعد مولانا نے انگلینڈ اور یورپ کے سنی علماء کو اس طرف بھی متوجہ کیا تھا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ حضرات اس تنظیم سے وابستہ ہونے کی کوشش کریں اور اس کے طرق و مسائل پر مشورے اور خطوط ارسال کیے تھے۔

بالخصوص قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی کراچی، مولانا ارشد القادری انڈیا، مولانا سید سعادت علی ہالینڈ اور علامہ قمر الزماں اعظمی و مولانا شاہد رضا نعیمی انگلینڈ کو مولانا نے متوجہ کرنے کی پوری پوری کوشش کی تھی۔ بہرحال لندن کی یہ کانفرنس اردو اسپیکرس کے ہاتھ میں رہی اور کئی لحاظ سے کامیاب رہی!

مولانا نے اسی کانفرنس کے دوران اسلامک کال سوسائٹی کے ارباب حل و عقد سے ملاقات کر کے امسٹرڈم کی نئی اسلامی تنظیم (ICN) کے لیے عمارتی ضرورت کی جانب متوجہ کیا جس کے نتیجہ میں (BESEMMER STRAAT 25, AMESTERDAM) ایک خطیر رقم موصول ہوئی۔ اس کانفرنس کے اختتام پر کال سوسائٹی کا ایک وفد انڈیا آنے والا تھا جس کی خبر ملتے ہی مولانا نے ہندوستان کے سنی حلقہ کو باخبر کیا۔ بالخصوص الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے ذمہ داروں کو اطلاع دی مگر وفد ہندوستان آکر واپس بھی جا چکا لیکن اپنا کوئی نمائندہ اور کسی ادارہ کا ذمہ دار اس سے ملاقات نہ کر سکا۔

ناروے کانفرنس

marfat.com

۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء کو ناروے کے دار السلطنت اوسلو میں جماعت اہلسنت کی جانب سے ایک سہ روزہ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں مولانا نے شرکت کی اور "اسلام میں تربیت اولاد" کے عنوان پر مقالہ پیش کیا جو پسند کیا گیا۔ ؎

قبولِ اسلام

اس دوران مولانا کے ہاتھ پر ڈھائی سو سے زائد غیر مسلم اسلام قبول کر چکے ہیں ؎ اور بہت سے لوگ تائب ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتے۔ اسلام و شریعت کی دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ مولانا کی یومیہ مصروفیات میں داخل ہے۔ رب کریم روز افزوں ترقی و کامیابی سے نوازے۔

اوقات الصلوٰۃ اور رویت ہلال

ہالینڈ اور دیگر ممالک یورپ کا حال ہمارے اسلام آشنا ممالک سے بہت مختلف ہے۔ وہاں کے مسلمان دینی احکام و مسائل سے عموماً نابلد اور بہت دور ہیں۔ ان سے شرعی احکام اور مذہبی پابندیاں تسلیم کرانا پھر ان پر عامل بنانا بڑا ہی صبر آزما مرحلہ ہے۔

مولانا کی اس ملک میں آمد سے پیشتر ہالینڈ، بلجیم وغیرہ کے لوگوں کے پاس اپنا کوئی مستقل اوقات الصلوٰۃ چارٹ نہیں تھا۔ لوگ محکمہ موسمیات کی اٹکل خبروں پر نمازیں گزارتے تھے۔ عام طور پر چارٹ میں صرف جماعت کے وقت ہی کو نماز کا وقت سمجھا جاتا تھا۔ زوال کے وقت کی بھی کوئی حقیقت ہے۔ اس سے کوئی واقف نہ تھا۔ وہاں دین علماء اس پر اس وجہ سے بھی کام کرنے سے گریز کرتے تھے کہ سال کے کئی مہینوں میں یہاں فقہ حنفی کے مطابق عشاء کا وقت آتا ہی

؎ مقالہ اور کانفرنس کی رپورٹ مولانا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فائل میں محفوظ ہے۔

؎ ان تمام نومسلمین کی فہرست WIS آفس میں محفوظ تھی۔

marfat.com

نہیں مگر مولانا نے مسلمانوں کو صحیح اوقات الصلوٰۃ سے آگاہ کیا۔ اس سلسلہ میں تحقیق و تلاش کے دوران کافی دشواریاں بھی اٹھانی پڑیں[۹]۔ کچھ دنیا دار لوگ آڑے بھی آئے۔ مگر بحمد اللہ ملک اور اطراف میں اسی پر اکثر لوگوں کا عمل ہے۔ یوں ہی رویت ہلال کا باقاعدہ شرعی طور پر اہتمام کیا۔ تاکہ لوگوں میں دین کی اہمیت راسخ ہو۔

اس سلسلہ میں یورپ میں بسے ہوئے علماء کی بے احتیاطیاں حد سے متجاوز ہیں۔ بغیر کسی شرعی ثبوت کے بعض تو اتنے جری ہیں کہ اپنے ماننے والوں سے کہتے ہیں کہ میرے رسک (RISK) پر روزہ شروع کر دو میرے رسک پر کل عید کرو گویا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ بعض بہت محتاط ہیں تو ٹیلی فون کی خبر کو شہادت قرار دینے کے لیے کھینچ تان کر رہے ہیں۔ عزیمت پر کسی طور عمل کرنا بہت دشوار محسوس ہوتا ہے۔

مگر الحمد للہ کہ مولانا نے ہمیشہ چاند کے معاملے میں بھی اور مسائل شرعیہ کی طرح نہایت سختی سے عمل کرنے کی تحریک چلائی اور لوگوں کو عمل پر آمادہ کیا۔ جو اس مذہب بیزار ماحول میں نہایت دشوار امر ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ شریعت و احکام شریعت کی عظمت و سطوت دلوں میں پیدا کی جاتی۔ اگر علماء نے یہ نہ کیا اور شریعت بیزار لوگوں کی خاطرداری میں صرف رخصتیں اور سہولتیں ڈھونڈتے رہے تو یہ سلسلہ کہیں جاکر تھمنے والا نہیں لوگ تو یہ چاہیں گے کہ کوئی عمل نہ کرنا پڑے۔ پھر بھی پکے سچے صالح عادل مسلمانوں میں ہمارا شمار ہوتا رہے۔ اس کے عواقب و نتائج بہت خطرناک اور دور رس ہیں۔ اسلامی علماء و مفکرین خود غور کریں۔ ہر ملک میں اس طرف توجہ کی سخت ضرورت ہے۔

المجمع الاسلامی سے تعلق

المجمع الاسلامی (مبارک پور، انڈیا) ایک خالص علمی دینی اور قومی و ملی ادارہ ہے جس

۹۔ اس سلسلہ کی جملہ معلومات اگر مرتب کی جائیں تو سینکڑوں صفحات کی کتاب ہو گی یہ سب مولانا کی فائل میں محفوظ ہیں۔

marfat.com

کا سرمایہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ ان ہی مقاصد عامہ کے لیے خاص ہے جن کے لیے اس ادارہ کی تاسیس ہوئی۔ مولانا کا اس سے دیرینہ تعلق ہے۔ اور اب تو اس کے رکن رکین بھی ہیں۔ اندازہ ہے کہ مستقبل قریب میں اس سے بھی زیادہ قوی ربط و تعلق ہونے والا ہے

محمد احمد مصباحی ۵ محرم ۱۴۰۶ھ
۲۱ ستمبر ۱۹۸۵ء

marfat.com

تمہید

نقارۂ خدا طوفان بہت شدید ہے ـــــ کفر و طغیان اور سرکشی کا طوفان، ظلم و بدکرداری کا طوفان، انسانی قدریں پامال ہو رہی ہیں ـــــ خدا کے بندے خدا سے بغاوت پر کمربستہ ہیں ـــــ رحیم و کریم رب کی رحمت انھیں اپنی آغوش میں سمیٹنے کو بُلا رہی ہے ـــــ مگر موجودہ دَور کا انسانی معاشرہ اپنی خدا بیزاری میں حضرت نوح (علیہ السلام) کے باغی بیٹے کنعان کی طرح خیالی پناہ گاہوں کے زعم میں ہلاکت خیز موجوں میں کھوتا چلا جا رہا ہے۔ یہ کہتے ہوئے

سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ[1] (القرآن) — میں بہت جلد کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔

مگر طوفان نوح میں کشتیٔ نوح سے الگ رہ کر قوم نوح غرقاب ہو گئی۔ کفر و کبر کا وبال انھیں لے ڈوبا۔ اس وقت سیدنا نوح علیہ السلام نے کسی پہاڑ کی پناہ لے کر خود کو بچانے کا خیال ظاہر کرنے والے بیٹے کو جتلا دیا تھا کہ آج تمہیں خدائی عذاب سے اس رحیم و کریم رب کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا اور ایسا ہی ہوا کہ کنعان بھی اور خدا دشمنوں کے ساتھ فنا ہو گیا۔

فرمودۂ نوح کو غور سے سنیئے:

قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَھُمَا — کہا، آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں، مگر جس پر وہ رحم کرے اور

marfat.com

الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ـ ان کے درمیان موج آڑے آئی اور وہ غرق ہونے والوں میں سے ایک ہوگیا۔

(القرآن)

—— اے ارباب سیاست وسیادت!

—— اے صاحبان اختیار و اقتدار!

—— اے دورِ حاضر کے معلمینِ تہذیب و اخلاق!

—— اے عالمی اقتصاد وتمدن کے کلید بردارو!

—— اے علوم جدیدہ کے ماہرو! اور اہل ایجاد و اکتشاف

—— ہلاکت خیز طوفان کی موجوں میں گرفتار انسانی دنیا کو، خدا کی مرضی کے خلاف اپنی ہوس رانی کا شکار بنانے سے باز آؤ —— امن وسلامتی کے خدا ساختہ فطری قانون کو ملیامیٹ نہ کرو —— ورنہ

تم خود نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ اور، ع۔ تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔ ڈرو! اپنے اور ساری کائنات کے خالق و مالک کی گرفت سے

جس نے،

فرعون کو بحرِ احمر کی موجوں میں ڈبو دیا،

نمرود کو اس کے کیفرکردار تک پہنچایا۔ ہامان و شدّاد کی جھوٹی خدائی کا بھرم توڑ ڈالا،

قوم نوح کے باغیوں کو فنا کرنے کے لیے ایک لاکھ چالیس ہزار مربع کلومیٹر مساحتِ زمین کو غرقاب کر دیا۔

مختلف ادوار میں اپنے نافرمانوں پر سنگ باری، وبا، سیلاب، خسفِ زمین اور مسخ صورت کا عذاب اُتارا،

ابرہہ کے ہاتھی والے لشکر کو ابابیلی کنکریوں سے روند ڈالا،

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ	آپ زندہ ہے اور اوروں کو قائم رکھنے
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ	والا، اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اسی کا
مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا	ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	زمین میں، وہ کون ہے جو اس کے یہاں
وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ	سفارش کرے بے اس کے حکم کے،
بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ	جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ	کچھ ان کے پیچھے، اور وہ نہیں پاتے اس
الْاَرْضَ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا	کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۔ ۳	کرسی میں سمائے ہوتے ہیں آسمان اور
(القرآن)	زمین اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی
	اور وہی ہے بلند، بڑائی والا۔

بلکتی ہوئی انسانیت پوچھتی ہے

امن و سلامتی کا حقیقی داعی کون ہے؟ کس قانون میں یہ قوت اور ہمہ گیریت ہے، جو تمام انسانوں کو من حیث الانسان اس کا حق دینے اور دلانے کے محکم اصول رکھتا ہے؟ صدیوں سے متواتر جنگ و جدال کے الاؤ میں جلتی بھُنتی ہوئی انسانیت کا سچا نجات دہندہ کون ہے؟ —— یہ اس دَور کا ایک چُبھتا ہوا سوال ہے جو دنیا بھر کے اہل فکر و نظر کے سامنے سوالیہ نشان بن کر کھڑا ہے۔

تحقیق و تفتیش اور تلاش و جستجو اگر اخلاص مندی اور عصبیت سے بے نیاز ہو کر کی جائے تو حقیقت تک رسائی ناممکن نہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا میں امن کا قیام صرف نظام اسلام کے نفاذ ہی سے ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک پیکرِ عالم کے لیے نظام اسلام ایسے ہی ہے —— جیسے جسمانی ڈھانچہ کے ساتھ لگی ہوئی خوبصورت اور مناسب جلد، جلد کے

marfat.com

بغیر ڈھانچہ، اور ڈھانچے کے بغیر جلد بے معنیٰ ہیں۔

حکمرانی خدا کی اوّلین مرحلہ میں ہی یہ بات ذہن نشین کر لینی ضروری ہے کہ نظامِ اسلام کا مقصد ہے "خدائی قوانین کی حکمرانی"۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (القرآن)	حکم نہیں مگر اللہ کا۔
وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (القرآن)	وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔
اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (القرآن)	اے لوگو! اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا، اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کے پیچھے نہ جاؤ، بہت ہی کم سمجھ پاتے ہو۔
اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (القرآن)	تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں؟ اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔

جس خدا نے انبیاء اور کتابوں کے ذریعہ ہدایات دیں خدا جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے، جس نے انسانوں کی بھلائی اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے انواع و اقسام کی نعمتوں سے دنیا کو آراستہ کیا۔ اور اپنی پسندیدہ راہ پر چلانے کے لیے انسانوں ہی میں سے نبی اور رسول بھیجے جن پر خدائی پیغامات نازل ہوتے تھے اور وہ دنیا میں بسنے والوں کو خدا کی وحدانیت ماننے، اس کی پرستش کرنے، اور شرک و سرکشی سے باز رہنے کی تعلیم دیا کرتے تھے ــــ ان برگزیدہ پیغمبرانِ خدا میں سے بعض پر خدا کی کتاب بھی نازل ہوتی ــــ

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام تک جتنے پیغمبر اور رسول آئے، اور ان پر جتنی کتابیں نازل ہوئیں وہ سب اصلاً خدا کی سچی کتابیں تھیں۔ آخری نبی اور خاتم المرسلین

marfat.com

کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ـــــ خدا کی وحدانیت، شرک سے اجتناب، ایمان بالآخرۃ، قیامت، حیات بعد الممات، حشر و نشر، جنت و دوزخ، نماز و روزہ، زکوٰۃ، حرام و حلال کی تفریق، حسنات و سئیات کا بیان، عدل و انصاف، طہارت و نظافت، خوفِ خدا، طاعت و انابت کی وہ تمام الٰہی تعلیمات جنھیں لے کر ادوار ماسبق میں سیدنا آدم علیہ السلام، سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ادریس علیہ السلام، سیدنا ہود علیہ السلام، سیدنا صالح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام، سیدنا اسحٰق علیہ السلام، سیدنا لوط علیہ السلام، سیدنا یعقوب علیہ السلام، سیدنا یوسف علیہ السلام، سیدنا شعیب علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا ہارون علیہ السلام، سیدنا یوشع علیہ السلام، سیدنا حزقیل علیہ السلام، سیدنا الیاس علیہ السلام، سیدنا الیسع علیہ السلام۔ سیدنا شمویل علیہ السلام، سیدنا داؤد علیہ السلام، سیدنا سلیمان علیہ السلام، سیدنا ایوب علیہ السلام، سیدنا یونس علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام، سیدنا زکریا علیہ السلام، سیدنا یحیٰی علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ السلام۔ (وعلیٰ نبینا افضل الصلوات والتسلیمات ابداً دائماً) تشریف لاتے رہے ہے۔ انہی بنیادی تعلیمات اور احکام الٰہیہ کو مکمل و مبسوط شکل میں لے کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ آخری خدائی صحیفہ قرآن مجید ہمیشہ کے لیے کامل نظام حیات کا دستور بن کر نازل ہوا ـــــ ماسبق صحیفے زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہے ان میں انسانی ہاتھوں نے ترمیم و تنسیخ کر دی، اور رَدّ و بدل کر دیا تھا ـــــ رب تعالیٰ نے تمام صحیفوں کا جامع قرآن مجید نازل فرمایا ـــــ اب یہی کتاب خدائی احکام کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید صوری و معنوی ہر لحاظ سے معجزہ ہے، اور منکرین کے لیے کھلا ہوا چیلنج بھی ہے ؎

آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا !
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک !

خدا کی آخری کتاب

اب دنیا میں خیر و شر کا معیار یہی خدا کی آخری کتاب ہے۔ اسی کا فیصلہ، فیصلہ حق ہے۔ کامل، مکمل اور غیر مبدل۔

marfat.com

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور پوری ہوئی تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا اور وہی ہے سنتا جانتا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ۝ (القرآن)

وہ جو اتباع کریں گے اس رسول امی، غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا، اور برائی سے منع فرمائے گا، اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا، اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔

اس کتاب الٰہی کے عجائب لامتناہی ہیں۔ رب کائنات نے اس میں ہر چیز کا بیان رکھا ہے۔ ارشاد ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (القرآن) ہم نے کتاب میں کوئی چیز چھوڑ نہیں رکھی۔

سورۂ نحل میں فرماتا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (القرآن)

ہم نے اتاری تم پر کتاب، ہر چیز کا روشن بیان بنا کر۔

شیر خدا حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

" اگر میں چاہتا تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کو بوجھل کر دیتا۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ کتاب ہر شئے کے واضح بیان میں نازل ہوئی ہے، اور ہمیں قرآن ہی کے ذریعہ ان میں سے کچھ کا علم حاصل ہوا ــــ یہ شعر آپ کی طرف منسوب ہے۔

جَمِيعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِن تَقَاصَرَ عَنْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ
قرآن میں سب علوم موجود ہیں لیکن انسانی عقلوں کی وہاں تک رسائی نہیں

دین کامل خاتم الانبیاء اور سید المرسلین بن کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاچکے، ان کا اتباع ہی ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، اور عیسیٰ مسیح اور تمام نبیوں رسولوں کی پیروی ہے ——— نیز احکام قرآنی نے تمام صحف سابق سے بے نیاز کردیا۔ قیامت تک کے لیے خدا کا پسندیدہ دین صرف اسلام قرار پایا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ — آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل
وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ — کردیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی،
رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (القرآن)[۱۲] — اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔
اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ[۱۳] — بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے
وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ — اور یہ کہ اپنا رخ دین کے لیے سیدھا رکھ
حَنِيْفًا[۱۴] (القرآن) — سب سے الگ ہوکر۔

اب یہی صحیفہ ہدایت رہتی دنیا تک عالم انسانی کو گمراہی سے بچانے والا مینار نور ہے۔ قوموں کو اسی کے دامن میں پناہ لینے سے خدائی امان میسر آئے گی۔ اور اسی دین اسلام اور قرآن مجید میں تمام کامیابیاں اور کامرانیاں مضمر ہیں۔ اس سے بغاوت کرنے والے اور اسے چیلنج کرنے والے دنیا و آخرت میں ہر جگہ ذلیل وخوار اور رسوا ہوں گے ——— کیونکہ یہی دین کامل اپنے اندر دینی امن وامان کا سامان رکھتا ہے جو کہیں اور نہیں۔

حقوق انسانی کے تحفظ میں اقوام متحدہ کی قرار داد المنجد فی اللغۃ والاعلام میں حقوق الانسان کے تحت

پطرس حرفوش نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو پیرس میں اقوام متحدہ کی پاس کردہ قرار دادوں کا ذکر کیا ہے جسے اہم وثیقے کی حیثیت سے دنیا بھر کے ممالک میں مشتہر کیا گیا۔ اس قرار داد کی

marfat.com

تیس شقیں ہیں ـــــ جن میں سے بعض یہ ہیں ؛

۱۔ ہر انسان آزاد پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے انسانی شرافت اور حقوق ہر ایک کے لیے ہوں گے اور ہر انسان عقل و ضمیر کا سرمایہ بھی رکھتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر ایک دوسرے کے لیے برادرانہ برتاؤ رکھے۔

۴۔ کوئی کسی کی آزادی سلب نہیں کرے گا، اور نہ کوئی کسی کو غلام بنائے گا۔

۱۸۔ حریت فکر، آزادیٔ ضمیر اور دینی خود مختاری ہر انسان کا حق ہوگا، اور یہ حق اسے اپنے دین اور اعتقاد کی تبدیلی کا اختیار دیتا ہے۔ تعلیم و تربیت، عبادات اور دینی شعائر کے اظہار کا بھی ہر ایک کو پورا حق ہوگا۔

۲۵۔ ہر انسان کو برابر معاشی حقوق حاصل ہوں گے جو اس کی اور اس کے خاندان کی خوش گوار زندگی کے لیے کافی ہوں۔

۲۶۔ والدین کو اپنی اولاد کے تربیتی معاملات میں برتری کا حق ہوگا۔

۲۷۔ اجتماعی تہذیب کو فروغ دینے میں ہر انسان کو آزادانہ اشتراک کا پورا حق ہوگا۔[۱۵]

مذکورہ تمام دفعات اور قرار دادیں یقیناً آزادی اور حقوق انسانی کے تحفظ پر دلالت کرتی ہیں اور ان قرار دادوں کے ذریعہ غلامی کا خاتمہ ہو جانا چاہیے ـــــ انسانی عقل و ضمیر کی سودے بازی بند ہو جانی چاہیے ـــــ دنیا میں برادرانہ برتاؤ ابھر کر سامنے آجانا چاہیے ـــــ سیاہ و سپید اور رنگ و نسل کا امتیاز مٹ جانا چاہیے ـــــ حریت فکر اور آزادیٔ ضمیر اور خود مختاری کو فروغ ملنا چاہیے ـــــ معاش سے مجبور ہو کر جان دینے والوں کا غم غلط ہو جانا چاہیے ـــــ اور ان تمام انسانی حقوق کی بحالی میں اقوام متحدہ کے سربراہ ممالک کو سب سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے ـــــ ایسی کوشش جو ہر قسم کے تسلط اور فریب سے صاف ہو ـــــ یہی تمنا دنیا کے ہر امن پسند انسان کی ہے ـــــ اور مسلمان ہونے کے ناطے ہم اس خواہش اور تمنا میں ہر ملت اور ہر مکتب فکر سے مقدم ہیں۔

marfat.com

اسلامی قوانین

بیسویں صدی میں اقوام متحدہ نے عالمی رائے عامہ اور اسلامی اثرات کے تحت آزادی کی دھمک محسوس کر کے جن قوانین کو منضبط کیا، ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر اسلام نے انھیں مرتب و مدون کر لیا تھا ـــــ اور نافذ کر کے اس دور کو تاریخ عالم کا حقیقی پرامن دور ثابت بھی کر دیا۔

انسانی برابری

اسلام ہی نے نفرت بھری دنیا میں وحدت انسانی کا صور پھونکا اور تقویٰ کو بزرگی کا معیار قرار دیا۔

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ	اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد
ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ	اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں
شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا	شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ	رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ
(القرآن)	عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

رسولِ اعظم واکرم رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر مجمع صحابہ میں اس آیت پاک کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"نہ تو عربی کو عجمی پر فضیلت ہے، اور نہ عجمی کو عربی پر، نہ سفید رنگ والے کو سیاہ فام پر ترجیح ہے، نہ سیاہ فام کو سفید فام پر، مگر ہاں، فضیلت صرف تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے ہے۔"

خطبۂ حجۃ الوداع میں وحدت انسانی کے لیے یہ اہم منشور بھی تھا، جو رسول رحمت نے عطا فرمایا۔

اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ	تمام لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی
خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ (الحدیث)	سے پیدا کیے گئے ہیں۔

marfat.com

فتح مکہ کے موقع پر ظالم کفار قریش کے حق میں سرورِ کائنات علیہ السلام کا خطبہ بھی اسلام میں انسانی حریت پر روشنی ڈالتا ہے، جب آپ نے فرمایا:

اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ۔ (الحدیث) " جاؤ! تم سب لوگ آزاد ہو۔

اسلام ہی نے غلامی کو دنیا سے ختم کرنے کی عملی اور دوررس تدبیروں کو نافذ کیا، تاآنکہ غلاموں نے آقاؤں سا عروج و کمال حاصل کر لیا اور غلام و آقا ایک صف میں آگئے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ بندہ نواز

وفات سے پہلے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جلیل القدر صحابہ کرام کا ایک لشکر ایک غلام زادہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہا کی سربراہی میں روانہ فرمایا۔ جس کو روانہ کرتے ہوئے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسامہ کے گھوڑے کی رکاب سے لگ کر پیدل چلتے رہے اور وہ اوباً سواری سے اترنے لگے تو انھیں قسم دے کر اترنے سے باز رکھا ——

عبدالملک بن مروان کے زمانے میں حضرت امام زہری خلیفہ کے پاس پہنچے تو اس نے امام زہری سے مکہ مکرمہ، یمن، مصر، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ کے سرداران کے نام دریافت کیے، امام زہری نے خلیفہ کو آٹھ مقامات کے آٹھ سرداروں کے نام گنوائے —— جن میں ابراہیم نخعی سردار کوفہ کے علاوہ سب کے سب پہلے غلام تھے۔ اور اسلامی قانون کی برکتوں نے آزادی دے کر ان سب کو علم و فضل سے نوازا اور مسلمانوں کا سردار بنا دیا۔

عبدالملک بن مروان جیسے عربی عصبیت رکھنے والے خلیفہ کو کہنا پڑا کہ،

" واللہ! غلاموں کو بڑے بڑے لوگوں پر سردار ہونا ہی چاہیے، حتیٰ کہ برسر منبر ان کے نام کے خطبے پڑھے جائیں، اور عرب ان کے نیچے بیٹھے ہوں۔" ۱۸

اسلام میں تعصب نہیں

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: جو بلا وجہ جنگ کرے اور تعصب کی جانب بلائے یا تعصب

کی بنا پر غصہ کرے، وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

ابن ماجہ کتاب الفتن میں ہے۔ حضرت فسیلۃ اپنے والد سے روایت کرتی ہیں ان کے والد نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کیا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ قَالَ لَا وَلٰکِنْ مِّنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یُّعِیْنَ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ عَلَی الظُّلْمِ (الحدیث)[۲۵]	یارسول اللہ! کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی تعصب ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرنا ــــــ یہ تعصب ہے۔

ان فرامین رسول نے اسلامی معاشرہ سے فاسد اور جاہلی تعصب کو یک قلم باطل قرار دے دیا۔

انسان قابلِ احترام ہے ــــ انسانیت کے ناطے ہر آدمی کا ایک دوسرے پر کچھ حق ہے اور ہر آدمی ایک دوسرے کے لیے قابلِ احترام اور لائق عزت ہے۔

اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّھُمْ اِلَی اللّٰہِ اَنْفَعُھُمْ لِعِیَالِہٖ۔[۲۶] (الحدیث)	تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور تمام مخلوق میں خدا کا سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ نفع پہنچائے۔

صحیح مسلم کتاب العتق میں ہے۔

اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ عَیَالٌ (الحدیث)[۲۷]	سارے لوگ ایک کنبہ ہیں۔

اسی لیے اسلام نے یہ قوانین عطا فرماتے کہ:

۱۔ بلاوجہ کسی انسان کو تکلیف نہ دی جائے گی، اور کسی کی جان و مال کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔

۲۔ کسی شرعی جواز کے بغیر کسی سے سخت کلامی، ترش زبانی نہیں کی جائے گی، نہ کسی کی

marfat.com

کی بنا پر غصہ کرے، وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔"

ابن ماجہ کتاب الفتن میں ہے۔ حضرت فسیلة اپنے والد سے روایت کرتی ہیں ان کے والد نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ قَالَ لَا وَلٰكِنْ مِّنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّعِيْنَ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ عَلَى الظُّلْمِ (الحديث)[۲۵]

یارسول اللہ! کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی تعصب ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرنا ــــــ یہ تعصب ہے۔

ان فرامین رسول نے اسلامی معاشرہ سے فاسد اور جاہلی تعصب کو یک قلم باطل قرار دے دیا۔

انسان قابلِ احترام ہے — انسانیت کے ناطے ہر آدمی کا ایک دوسرے پر کچھ حق ہے اور ہر آدمی ایک دوسرے کے لیے قابلِ احترام اور لائق عزت ہے۔

اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّهُمْ اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهٖ۔[۲۱] (الحديث)

تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور تمام مخلوق میں خدا کا سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ نفع پہنچائے۔

صحیح مسلم کتاب العتق میں ہے۔

اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ عِيَالٌ (الحديث)[۲۲] سارے لوگ ایک کنبہ ہیں۔

اسی لیے اسلام نے یہ قوانین عطا فرمائے کہ:

۱۔ بلاوجہ کسی انسان کو تکلیف نہ دی جائے گی، اور کسی کی جان و مال کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔

۲۔ کسی شرعی جواز کے بغیر کسی سے سخت کلامی، ترش زبانی نہیں کی جائے گی، نہ کسی کی

marfat.com

تذلیل کی جائے گی۔

۳۔ ہر انسان کی مصیبت پریشانی، بیماری، بھوک، پیاس، یا آفتِ ناگہانی میں مدد کی جائیگی۔

۴۔ شرعی سزاؤں یا جنگوں کے جواز کے سوا کسی حال میں کسی کو کوئی ایذا نہ دی جائے گی۔

انسانوں پر رحم و مروّت کا برتاؤ کرنے کی تعلیم اسلام اس اسلوب میں دیتا ہے۔

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ[۲۲] (الحدیث)

رحم کرنے والوں پر رحمٰن (اللہ تعالیٰ) رحم فرماتا ہے۔ تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا، تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔

مذہب کی آزادی

اسلام نے ہر انسان کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی دی ہے کسی کو زور، زبردستی اور ڈرا دھمکا کر مسلمان بنانا جائز نہیں۔

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ[۲۴] دین میں کچھ زبردستی نہیں۔

کتاب الاموال میں ہے کہ کسی غیر مسلم کو اس کے دین و مذہب کی تبدیلی کے سلسلے میں مجبور ہرگز نہ کیا جائے۔

وَلَا یُكْرَهُوْنَ عَلٰی دِیْنِهِمْ[۲۵] ان کے دین میں کسی قسم کی زبردستی نہ کی جائے۔

ہر قوم کے پرسنل لا کی حفاظت

کسی بھی قوم کے مذہبی معاملات میں ایسی دخل اندازی جو ان کے مذہبی امور، کلچر، تہذیب یا پرسنل لا میں خلل کے مرادف ہو، اسلام نے اسے سخت ناپسند کیا ہے۔

وَلَا یُحَالُ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ شَرَائِعِهِمْ[۲۶] ان کے اور ان کی شریعتوں کے درمیان حائل نہ ہوا جائے۔

ہر قوم و قبیلہ اپنے اصول و قانون کے مطابق نکاح، بیاہ، شہادت، معاملات وراثت پر عمل کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ کتاب الاموال میں ہے۔

marfat.com

"یہ لوگ (غیر مسلم) اپنی شہادت کے احکام، نکاح کے معاملات، وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام مذہبی احکام میں آزاد ہیں۔" [۲۷]

چنانچہ شریعت اسلامیہ کے قوانین جس دور میں دنیا پر رحمت بن کر نافذ تھے۔ اس دور کے غیر مسلین انہیں اپنی ہم مذہب ریاستوں پر ترجیح دیتے تھے ——— اس باب میں تاریخ اسلام میں وافر مثالیں موجود ہیں ——— سلطان صلاح الدین ایوبی کا دور بھی ایسے واقعات سے لبریز ہے جس کا اعتراف غیر مسلم مؤرخین نے بھی کیا ہے۔

رہنمایان مذاہب اور معابد کی حفاظت

اسلام نے ہر مذہب کے رہنماؤں، عبادت کے اصولوں اور مذہبی پیشواؤں کے لیے حفاظتی احکامات سنائے ہیں۔ کتاب الخراج میں ہے:

- یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں یہ لوگ ناقوس بجانے اور اپنی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکے جائیں۔
- یہ لوگ رات اور دن میں جب چاہیں عبادتی ناقوس بجائیں۔ (باستثناء اوقات الصلوٰۃ) [۲۸]

عدل واحسان سب کے لیے

عدل وانصاف کے قوانین دوست دشمن اپنے پرائے سب کے لیے برابر قرار پاتے۔ اور کسی بھی عالم میں کسی کے لیے ناانصافی اور ظلم کا دروازہ نہیں کھولا گیا۔ بلکہ جذبۂ معاندت ومخالفت جو عدل وانصاف کی راہ میں کبھی روڑا بن کر آپڑتا ہے، اسے بھی روند ڈالنے کی تاکید کی گئی۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ	کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اس بات پر
عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا ۔ اِعْدِلُوْا هُوَ	آمادہ نہ کرے کہ تم ان سے عدل نہ کرو،
اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۔ [۲۹]	ہر حال میں عدل کرو یہ روش تقویٰ سے
(القرآن)	زیادہ قریب ہے۔

معاش اور حوائج زندگی سب کا حق ہے

رب کائنات نے روئے زمین کی تمام

نعمتیں انسان ہی کے لیے پیدا کی ہیں۔ اور ان سب نعمتوں کو مل بانٹ کر انصاف سے استعمال کرنا ہر انسان کا حق ہے۔ ــــــ ہوا، پانی، غذا، لباس اور تمام لوازم حیات کی طرح انسانی عقل وعلم نے جو ایجادات واکتشافات رب کائنات کی توفیق سے کی ہیں، وہ سب بھی خدا ہی کی نعمتیں ہیں ــــــ اور ان کا مستحق ہر انسان ہے۔ ان ایجادات واکتشافات کو امن عالم اور انسانی اخلاقی اقدار کی تشکیل وتعمیر پر خرچ کرنا خدمت انسانیت ہے ــــــ اگر اس کے غلط استعمال سے بلا وجہ انسانی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے تو یہ اس ترقی یافتہ دنیا کے لیے باعث ننگ ہے۔ کائنات کی تمام چیزوں سے یکساں طور پر سب کو فائدہ اٹھانے کا استحقاق ہے۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ۔ ۳۰ھ (القرآن)	اور تمہارے لیے اور ان کے لیے جنہیں تم روزی نہیں دیتے ہم نے زمین میں معیشت کے سامان بنا رکھے ہیں۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد رب العلمین ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۔ ۳۱ھ (القرآن)	اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ بنایا، جو زمین میں ہے۔

سورۃ ہود میں ہے:

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ۔ ۳۲ھ (القرآن)	زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

رزاق حقیقی تو ہر ذی روح کی روزی کا نظم فرماتا ہے ۔ اب رہے انسانوں کو اپنے مقاصد رذیلہ کے لیے نسلوں، قوموں اور ملکوں کو معاشی بحران کے الاؤ میں نہیں دھکیلنا چاہیے۔ خدائے کریم تو اولاد کی روزی کے بارے میں ماں باپ کو بے فکر کر رہا ہے۔ فرماتا ہے۔

لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۔ ۳۳ھ	افلاس اور تنگی کی وجہ سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالا کرو۔ ہم ہی تمہیں اور انہیں

marfat.com

(القرآن) روزی دیتے ہیں۔

رازق حقیقی خدائے تعالیٰ ہے اور اس نے مومن و کافر ہر ایک کو معیشت کی مساوات عطا فرمائی ہے اب کسی انسانی طاقت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس میں رخنہ اندازی کرے۔ یہ وہ اصول حیات ہیں جو اسلام نے دنیا کو اقوام متحدہ کے وجود میں آنے سے تیرہ سو سال پیشتر عطا فرمائے۔

نفسانی بیماریوں کا خاتمہ

اسلام چاہتا ہے کہ قانون الٰہ کا احترام اور خوف خدا معاشرہ میں اس طرح رچ بس جائے کہ ہر انسان دوسرے کو بھی خود جیسا سمجھ کر اس سے برتاؤ کرے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ (القرآن) — لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

آپس میں صلح و مروت کو فروغ دو، اور تمام نفسانی بیماریاں جو باہمی اختلاف و انتشار کو ہوا دیتی ہیں ان کو قریب نہ آنے دو۔

وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا۔ (الحدیث) — آپس میں ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاؤ نہ آپس میں بغض رکھو، اور نہ آپس میں کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرو۔ اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع کرے اور تم خدا کے بندو بھائی، بھائی بن جاؤ۔

اور یہ ان جیسی تمام رذیل خصلتوں کو جو کاشت کی زمین میں خودرو گھاس اور کانٹوں کی طرح انسانی عادتوں میں جڑ پکڑ لیتی ہیں۔ اسلام نے بیخ و بن سے اکھاڑ کر انسانیت عظمیٰ کے مقاصد تک پہنچانے والے امور کی جانب متوجہ کیا۔

انسانی اقدار اعلیٰ

دنیا میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا عام رجحان ہے۔ مگر اسلام

marfat.com

نے جو معاشرہ تشکیل دیا اس میں عفو و درگزر، اور ایک دوسرے سے تعلقات کے دوران پیدا ہونے والی بدمزگیوں کو انگیز کرنے، اخلاق کا ثبوت پیش کرنے اور غلطیوں کو معاف کرنے کا بڑا درجہ بتایا ہے اور یقیناً یہی انسانی اقدار اعلیٰ کی بنیاد ہے۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۳۵ (القرآن)

نیکی اور بدی کا درجہ برابر نہیں ہو سکتا، برائی کا جواب اچھائی کے ساتھ دو اگر تم نے ایسا طرز عمل اپنایا تو تم دیکھو گے کہ اچانک تمہارا دلی دشمن دوست بن گیا ہے، البتہ یہ دولت نہیں مل سکتی مگر صابروں کو، اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

ظلم و شقاوت کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کا بنیادی کارنامہ انجام دینے والوں کو اولاً اپنی ذات سے ان جرثوموں کو دور کرنا چاہیے۔ پھر معاشرتی امن کے قیام میں ان اسباق کو عام و تام بنانا چاہیئے تاکہ ماحول سے بدامنی و خونریزی اور ظلم و بربریت کی خاردار جھاڑیاں صاف ہوسکیں۔

عفو و درگذر اور مرحمت و مغفرت کا انعام خاص رب کریم عطا فرماتا ہے۔

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۳۶ (القرآن)

جس نے معاف کیا اور صلح کی راہ اختیار کی اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

گھریلو امن

اسلام نے فرد سے جمعیت تک کو سنوارا، اجتماعیت کے سب سے مختصر خاکے گھر اور خاندان سے لیکر عالمگیر انسانی برادری تک کی تطہیر و تعمیر کے اصول دیئے۔ گھریلو امن لطف و لطافت، مہر و محبت، اور خدمت و اطاعت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ اہل خانہ، اولاد اور خوردوں کے ساتھ والدین کا پیار اور شفقت تو جبلی اور خلقی امر ہے، مگر جب شفقت و رافت کے جذبات کو خداوند قدوس کی خوشنودی کا بھی سراغ لگ جاتے اور ان

marfat.com

تحریکات محبت والفت کو دین و مذہب کی حمایت بھی حاصل ہو جائے پھر کیا کہنا۔ گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے اسلام نے زوجین کو برابر حقوق عطا فرمائے ہیں۔ (البقرہ، ۲۲۸) البتہ مردوں پر ذمہ داریاں زیادہ ڈالی ہیں۔ اور انھیں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی بہترین تعلیمات سے نوازا ہے۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ　　۔ تم میں وہی لوگ بہتر ہیں جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھے ہیں۔ (ترمذی، دارمی، ابن ماجہ)

خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ۔　　۔ تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہیں۔ (مسلم)

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ۔　　عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو (ابوداؤد)

دوسری طرف عورتوں کو تعلیم دی کہ شوہروں کو اپنی آبرو کا رکھوالا، اور اپنی عزت سمجھیں ان کا ادب واحترام ملحوظ رکھیں ——— ارشاد رسول ہے:

"عورت جب پانچ وقتوں کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو"۔ (مشکوۃ عن انس)

اچھی بیوی کی حفاظت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"شوہر کو خوش کرے جب وہ اس کی طرف دیکھے، اطاعت کرے جب وہ کسی کام کا حکم دے نیز اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ نہ اپنائے جو شوہر کو ناپسند ہو"۔ (نسائی عن ابوہریرہ)

اسلام نے عورت کے حقوق کی کامل رعایت کی ہے، انھیں شوہروں کی ناشکری سے منع فرمایا ہے۔ انھیں شوہر کے گھر کی ملکہ اور امور خانہ داری کی حاکمہ قرار دیا ہے۔ ——— ایک حدیث پاک کے الفاظ مبارک یہ ہیں۔

وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ　　... اور شوہر اپنے گھر والوں کا نگران ہے،
وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا　　اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں
وَوَلَدِهٖ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ　　کی نگران ہے تو تم میں سے ہر ایک نگران

مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِہٖ ۔ اور تم میں سے ہر ایک سے ان لوگوں کی

(متفق علیہ عن ابن عمر) بابت پوچھ ہوگی۔

اُنس و محبت اور حق شناسی کی اسلامی زندگی گزارنے والوں کو پرورشِ اولاد کے سلسلہ میں ترغیب دی گئی ہے کہ انھیں عمدہ تعلیم و تربیت سے آراستہ کریں —— ماں باپ کا اولاد کے لیے سب سے وقیع تحفہ یہی ہے۔

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَہٗ مِنْ نَحْلٍ باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں

اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔ سب سے بہتر عطیہ اس کی اچھی تعلیم و

(مشکوٰۃ عن سعید بن مسیب) تربیت ہے۔

گھر کے ماحول اور عام معاشرہ میں بڑوں کا ادب و احترام اور چھوٹوں سے شفقت و مروت کا برتاؤ بنیادی چیز ہے، اولاد کی پرورش اور اسلامی نگہداشت کے لیے مصنف کی کتاب اسلام اور تربیت اولاد کا مطالعہ کریں —— اسی لیے چھوٹوں اور بڑوں کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے ان کے ساتھ فروتنی عاجزی، خوش اخلاقی اور خدمت گزاری سے پیش آنے کو بتایا گیا ہے ان کی کسی بات کو اگر ناگوار بھی محسوس کیا جائے تو اس پر "اُف" کہنے کی اجازت نہیں۔ خاص طور سے ماں کی خدمت کو جہاد پر ترجیح دی گئی ہے۔ اس کے قدموں تلے جنت بتائی گئی ہے۔

اَلْزِمْ رِجْلَهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ماں کے قدموں میں رہو بے شک جنت

اَقْدَامِهَا۔ (احمد، نسائی) اس کے پیروں تلے ہے۔

والدین کے حقوق کو اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ۔ اور یہ کہ شکر ادا کرو میرا اور اپنے والدین

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ کا اور عبادت کرو اللہ کی اور اس کے ساتھ

شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ

marfat.com

حسن سلوک کرو۔

اسلام میں انہی اخلاق و فرائض کے ستونوں سے پُر امن گھریلو ماحول قائم ہے۔ کھلی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے کہ عام مسلمانوں کے گھروں میں بدامنی اور شکست و ریخت کی وہ ہنگامہ خیزی ہرگز نہیں جو اور ملتوں میں برپا ہے۔ مسلمانوں کا گھریلو امن تا ہنوز ملکی و سیاسی میدانوں سے زیادہ محفوظ ہے کیونکہ گھریلو امن پر ابھی اغیار کی چھاپ کم پڑی ہے۔

ظاہر بات ہے جن گھروں میں گھریلو امور کی اسلامی تعلیمات کو بھی محض چل چلاؤ کے لیے نہیں، بلکہ احکام دین سمجھ کر سرانجام دیا جاتے گا، عفت و عصمت، دینداری و وفا شعاری سے سجایا جائے گا۔ خدمت و اطاعت کی ذمہ داریاں محسوس کی جائیں گی، اور دُکھ سُکھ ہر حال کو صبر و شکیب سے برداشت کیا جاتا رہے گا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جس کی اساسوں میں شامل ہوگا، وہ گھر یقیناً جنت نشاں کہے جانے کے قابل ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ صالح مسلم معاشرہ میں غربت و فلاکت، تنگ دستی و علالت اور معاشی و اقتصادی دشواریوں نے کبھی مسلمانوں کے گھروں کا امن غارت نہیں کیا ——— اور نہ ان بنیادوں پر اختلاف و انتشار نے جگہ پائی بلکہ مصائب و تکالیف کے زمانے میں ایثار و قربانی کے جلوے اور زیادہ نمایاں نظر آتے رہے ہیں۔ کیونکہ ان گھروں کی بندش اسلامی نظام امن و محبت سے ہوئی ہوتی ہے۔

معاشرتی امن معاشرہ اور سوسائٹی کو راست رکھنے کے لیے اجتماعی زندگی کا پورا ڈھانچہ درست کرنا ضروری ہے۔ اللہ اور یوم آخرت، جزا و سزا پر ایمان کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں خدائی گرفت کا شدید احساس اجاگر ہونا ضروری ہے جو انسان کو رزق حلال کے اصول پر آمادہ کرے، اور حرام کی آلودگیوں سے نفرت دلائے۔ چوری، ڈاکہ زنی، رشوت ستانی، دھوکہ دہی، فریب اور گداگری جیسی لعنتوں سے محفوظ رکھے۔ ——— فرمان رسول ہے:

marfat.com

"اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔" (بخاری عن المقدام بن معدیکرب)۔

رشوت ستانی، سود، غصب اور خیانت سے پاک وصاف معاشرہ، جس میں تکبر، ظلم، فحش انگاری وبدزبانی، غیبت، دوزخاپن، وعدہ خلافی، عیب چینی، حسد، بدنگاہی، جھوٹی شہادت استہزار اور تمسخر، ناجائز حمایت وطرف داری جیسی لعنتوں کو انسانی اخلاق کی بدترین بیماریاں سمجھ کر ان سے پرہیز کرایا جاتا ہے ــــــ اور وقار وسنجیدگی، سادگی، صفائی، احقاق حق وابطال باطل، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، تعلیم وتعلم، صبر وشکر، شرم وحیا، توکل واستغناء، اخلاص واستقامت، انفاق وسخاوت، حلم ومروت، عبادت وریاضت، دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت کے اسباق عام ہوں ــــــ جہاں اپنے پرائے ہر ایک کے ساتھ انصاف وعدل کا برتاؤ کیا جاتا ہو ــــــ یقیناً وہ خیر وبرکت اور امن وسلامتی کا معاشرہ ہوگا۔ اسلامی تمدن میں جذبۂ غمگساری اور اپنے بھائی کی حمایت میں خود کو تکالیف کے حوالے کرنے کی روشن مثالیں ملتی ہیں۔

خود فاقوں پر فاقے برداشت کر کے دوسروں کو شکم سیر کرنا،

خود عالم نزع میں پانی نہ پی کر دوسرے پیاسے بھائی کو سیراب کرنے کے جذبہ میں جاں بحق ہو جانا۔

حق وصداقت کی حمایت میں گھر خاندان اور خود اپنی جان تک قربان کر دینا، اسلامی تاریخ کا طرۂ امتیاز ہے۔

رسول رحمت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی گزر چکا ہے ــــــ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے تو ان میں سے خدا کو وہ زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ نفع پہنچاتے صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ رحمت کا ذکر اکثر فرماتے رہتے ہیں، حالانکہ

marfat.com

ہم لوگ تو آپس میں رحم و کرم کا برتاؤ ہی اپناتے ہیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أُرِيدُ الرَّحْمَةَ بِالْكَافَّةِ۔ (الحدیث)

میری مُراد سارے انسانوں کے ساتھ رحم سے پیش آنا ہے۔

یہ نظریہ غلط ہے کہ معاشرہ میں فساد محض معاشی بدحالی کے باعث رونما ہوتا ہے۔ ہاں! یہ بھی ایک جزوی سبب ضرور ہے اس سے کسی کو مجال انکار نہیں ـــــــ مگر معاشرتی فساد کی اس سے قوی ترین وجہ بے حیائی کا فروغ ہے۔ (جس پر مفصل بحث اس کتاب کے باب چہارم میں موجود ہے) اسی لیے اسلامی نظام میں ڈھکی، چھپی یا ظاہر و باہر ہر قسم کی بے حیائی کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔!

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ (القرآن)

تم فرماؤ! میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی،

صالح اور پُر امن معاشرہ باہمی اعتماد اور برادرانہ فضا چاہتا ہے جہاں لوگ ایک کنبے کی طرح زندگی گزارتے ہوں ـــــــ خوشیوں میں بھی لوگوں کے ہمدوش ہوں اور دُکھ درد میں بھی غم گساری کریں ـــــــ اس اسلامی جذبہ کو ہی انسانی جوہر کا نام دیا جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

اگر ہو انساں کسی کے کام آؤ

ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

بیع و تجارت میں دھوکہ دہی سے احتراز، احتکار و ربوٰ کی ممانعت و مذمت، ناپ تول میں ایمانداری اور سچائی، امانتوں کے سلسلے میں خیانت سے اجتناب، اور دیانت داری کی ترغیب پر امن اسلامی معاشرہ کی بنیادیں ہیں۔ حاکم ہوں یا محکوم عدل و انصاف پر قائم

marfat.com

رہیں اور حقوق کی نگہداشت میں کوتاہی نہ کریں ـــــ جس کو معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں تعلیم فرمایا ـــــ

اِجْعَلُوا النَّاسَ فِي الْحَقِّ سَوَاءً قَرِيبُهُمْ كَبَعِيدِهِمْ وَبَعِيدُهُمْ كَقَرِيبِهِمْ ۔(الحدیث)

حقوق میں تمام انسانوں کو برابر رکھو، اس طرح کہ اپنے بیگانوں کی طرح اور بیگانے اپنوں کی طرح ہوں۔

اس کی عملی تشریح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ میں ملتی ہے جب آپ نے فرمایا ـــــ

"ہر مظلوم ضعیف میرے نزدیک قوی تر ہے، جب تک کہ میں اس کا حق نہ دلا دوں اور ہر ظالم قوی میرے نزدیک کمزور تر ہے، جب تک میں اس سے مظلوم کا حق وصول نہ کر لوں"

اسلامی قانون کی نگاہ میں اپنائیت یا غیریت کی بنیادیں رنگ و نسل زبان و بیان اور وطن ہرگز نہیں ہیں۔ جو لوگ افریقی ممالک میں ہزاروں کالوں کی ہلاکت کو کیڑوں مکوڑوں کی موت سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے، وہی اپنے علاقوں میں کسی چھوٹی سی پریشانی پر آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ انھیں اپنے ذہنی معیار انسانیت کا جائزہ لینا چاہیے ـــــ ۱۹۱۲ء کا ذکر ہے جنوبی ایران کو یورپین جیک کے زیر سایہ رکھنے کی پاداش میں ایک گورا سپاہی کسی وطن دوست فدائی کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس واقعہ سے انگریزوں کا قومی غرور ابھر کر سامنے آگیا۔ اس بات کو لے کر سر ایڈورڈ گرے نے جو اس وقت وزیر خارجہ تھے بیان دیا کہ ایک انگریز کی زندگی کی قیمت پورے ایران سے زیادہ ہے۔ اور ایسا نہیں کہ یہ قدیم نشہ وقت کی ٹھوکروں کے بعد اتر گیا ہو ـــــ اطوار و انداز میں تبدیلیاں ضرور آئی ہیں۔ مگر یونائیٹڈ امریکہ ہو یا یورپین ممالک آج بھی ان کے کارندے جو دنیا بھر میں اپنے سیاسی مفادات تلاش کرتے ہوئے کسی حادثہ

marfat.com

کا شکار ہو جائیں تو ان ممالک کے حکومتی ایوانوں میں زلزلہ آجاتا ہے۔ ـــــ چاہے انہیں کی اسکیموں اور مفاد پرستیوں کی بنیاد پر افریقی اور ایشین حکومتوں میں ہزارہا جانوں کی بربادی کشت وخون اور تباہ کاریاں برپا ہوں۔ یہ سب ان کے لیے دل چسپ سیاسی مشغلہ، اور زور بیان بازی آزمانے کا عنوان فراہم کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

اسلام نے انسان کو من حیث الانسان اتنا سر بلند کیا ہے کہ ایک خون ناحق چاہے وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں ساری دنیا کے برباد ہو جانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ امن ومحبت کی اس اسلامی ہمہ گیریت کا اقرار ہندوستان کے سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے شاہ سعود کے دورۂ ہند ۱۹۵۵ء کے موقع پر لال قلعہ کے استقبالیہ میں تقریر کے دوران کیا تھا اور بہت سی باتوں کے ساتھ نہرو نے یہ بھی کہا تھا۔

"اسلام جو ایک بڑا عظیم الشان مذہب ہے اور جس نے دنیا پہ گہرے اثرات ڈالے ہیں ہندوستان میں پرامن دوستانہ طریقے سے داخل ہوا۔ وہ اپنے ساتھ امن وصلح کا پیغام لایا۔ ہندوستان نے بھی اپنی روایات کے مطابق اس کا خیر مقدم کیا۔ اور یوں ہندوستان میں اسلام کو قائم ہونے کا موقع ملا۔ اس کے بعد مختلف لوگوں نے زور آزمائیاں شروع کیں۔ مگر وہ سیاسی میدان تک محدود رہیں۔ بعض لوگ غلطی سے آپس کی لڑائیوں کو مذہبی لڑائیاں تصور کرنے لگے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس وقت بھی مذہب کو استعمال کیا گیا ہو، مگر مجموعی حیثیت سے یہ تمام لڑائیاں محض سیاسی تھیں۔" [۴۰]

یہ معاملہ محض تاریخ ہند کا نہیں ہے دنیا کے تمام خطوں کی تاریخ کھنگالیے تو اسلام کی انسان نوازی اور پرامن پیغامات کی ایسی ہی جلوہ ریزیاں نظر آئیں گی۔ ہم دنیا کے جغرافیہ پر مسلمانوں کے سیاسی تسلط کا تذکرہ نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ اسلامی تعلیمات کی حقیقی روشنی پہنچا کر ضلالت وگمراہی میں ڈوبی ہوئی ذہنیت کو انسانی اقدار سے مالا مال کرنے والی" امن

marfat.com

عالم" تحریک کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔

خیر امت اہلِ مغرب کے لیے یہ بات ہمیشہ حیران کن رہی ہے کہ معاشی و اقتصادی لحاظ سے مسلمانوں کی اکثریت زیادہ تر خوشحال نہیں رہی۔ اور ابتدائی صدیوں کے بعد مسلمانوں کا حکمران طبقہ اکثر بے اعتدالی کا شکار رہتا رہا۔ پھر بھی وہ کون سی قوت محرکہ ہے جس نے ابھرتے ہوئے شدید طوفانوں کے بالمقابل اب تک اسلام کو غیر متزلزل رکھا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ معاش، اقتصاد اور تمدن کی حدود سے بلند ہو کر دیکھنے کا شعور آجائے تو یہی تمتع ہدایت کی قندیل ثابت ہو جاتے ہیں ـــــ خدائے واجب الوجود کی قدرت کاملہ کی یہ نہایت روشن دلیل ہے کہ انسانی بندوبست اور محض دنیاوی جتن سے تو دنیا کے اندر بہت ساری تحریکیں چل رہی ہیں اور پنپ رہی ہیں ـــــ مگر اسلام کی ترقی محض انسانوں کی کد و کاوش، جد و جہد اور اسباب و وسائل کی محتاج نہیں ہے ـــــ بلکہ مسلمان حقیقی مسلمان بن کر اسلام کے خیرات و حسنات لینے میں محتاج ہیں۔

اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی

حقانیت بلند نہیں کی جاتی وہ تو خود سر بلند ہوتی ہے ـــــ ہاں! جسے بلندی مقصود ہو اسے حق تک پہنچنا چاہیے ـــــ ایک سوال یہ بھی ہے کہ اسلامی نظام امن قائم کس طرح ہوگا ـــــ ؟ آسمان سے فرشتوں کی جماعت اتر کر تو یہ کام کرنے سے رہی، تو سنو! اس اہم ذمہ داری کی تکمیل کے لیے حقیقی جانباز مسلمانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو خدا کے لیے جیتے اور خدائی مذہب کی خدمت کرتے ہوئے دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ قرآنی اصطلاح میں خیر امت کہے جانے کے حق دار یہی لوگ ہیں ـــــ خیر امت طاغوتی شکنجوں میں جکڑی ہوئی ـــــ اور اقتدار و نفسانیت کے نشہ میں چور مسلمانوں کی حکومتیں نہیں جو مسلمان خود اپنی ذات پر اسلامی قوانین نافذ کرنے سے معذور ہو، اس کی جانب اسلامی نظام کے نفاذ کی نسبت کرنا بھی اس پاکیزہ نظام کی توہین ہے۔

مسلمان جب تک خود کو خیر امت نہ بنالیں اس وقت ان کے ذریعہ نظام اسلامی کا نفاذ نہیں ہوتا ـــــ اور خیر امت کا میار صاف وشفاف آئینہ کی طرح ہر مسلمان کے رُو برو ہے۔ حاکم و محکوم ہر ایک اس پر اپنی زندگی کو تول سکتا ہے۔ دنیا کی تمام قوموں اور ملتوں میں اسلام اور قرآن والی ملت کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ محض اپنے ایمان اور اعمال کی بنیاد پر منظم ہوتے ہیں۔ رنگ، نسل، زبان اور حدودِ زمین ان کے لیے مابہ الامتیاز نہیں ـــــ خیر امت کے اوصاف اور باطل کے مقابلہ میں اس کی حالت کا بیان اس آیت پاک میں ملاحظہ کیجیے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (القرآن)	تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو، اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا۔ ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے مگر یہی ستانا، اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے پیٹھ پھیر جائیں گے، پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

اسی سورۂ مبارکہ میں ایک اور مقام پر خیر امت کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر تم درحقیقت سچے ایمان کے امانت دار ہو تو تم غالب رہو گے، تم پر کوئی اور غالب نہیں ہوگا۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝	اور نہ سستی کرو، نہ غم کھاؤ، تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

مسند احمد اور نسائی میں ابولہب کی بیٹی حضرت درّہ سے روایت ہے۔

"ایک شخص رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا، اس وقت حضور منبر پر تشریف

marfat.com

رکھتے تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! لوگوں میں بہتر شخص کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو سب سے اچھا قاری، اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا، اور زیادہ نیکی کا حکم دینے والا، برائی سے روکنے والا ہو، نیز زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو۔

خیر امت پر دنیا میں خدائی انعامات کا تذکرہ آیات مذکورہ میں ہوا کہ اسے دشمنوں کے مقابلہ میں ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، بلکہ سرخروئی، فیروزمندی اور فتح و کامرانی نصیب ہو گی۔

اخروی انعامات کا کیا حد و شمار ——— سنو! خوشخبری سنانے والے سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَنِیْ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا لَا یُحَاسَبُوْنَ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا۔

میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کا حساب نہ ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔

سبحان اللہ یہ ہے اخروی سرفرازی خیر امت کے لیے کہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے، اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار داخل جنت کیے جائیں گے۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل امتیوں کا یہ مرتبہ اور یہ عزت ——— فرماتے ہیں:

"جنت تمام انبیا پر حرام ہو گی، جب تک میں داخل نہ ہو جاؤں، اور تمام اُمتوں پر حرام ہو گی جب تک میری امت داخل نہ ہو جائے۔"

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کریمہ کنتم خیر امۃ الآیۃ خطبہ میں تلاوت کی۔ اور فرمایا:

"جسے یہ پسند ہو کہ خیر امت میں سے ہو تو وہ اس شرط کو پورا کرے، جو اللہ نے اس آیت پاک میں لگائی ہے، اور جو اس شرط سے موصوف نہ ہو گا، وہ ان

marfat.com

لوگوں سے مشابہ ہوگا جن کی مذمت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں کی ہے"

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ۔ (القرآن) نہیں رُکتے بُرائی سے جس کو وہ کرتے تھے۔

کتاب اسلام اور امن عالم قیام ہالینڈ کے دوران کئی اہم اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کے مواقع حاصل ہوئے۔ جہاں امن عالم کے موضوع پر دورِ حاضر کے محققین اور ریسرچ سکالرز کے مقالات سننے کو ملے۔ کچھ اس وجہ سے بھی اس موضوع سے دل چسپی ہوئی اور بڑا سبب مغربی ذرائع ابلاغ کا اسلام کی بنیادی تعلیمات کے بارے میں گمراہ کن رویہ جسے میں نے شدت سے محسوس کیا اور اس موضوع پر قلم اٹھایا۔

موضوع کی اہمیت جس علمی وگیرائی کی متمنی ہے ـــــ میں اگر اس کا خیال کرتا تو یہ حقیقت ہے کہ میری کم مائگی مجھے یہ اقدام نہ کرنے دیتی ـــــ اور محرومی کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ جہاں بیٹھ کر سپردِ قلم کیا جا رہا ہے وہاں نہ علماء کا حلقہ ہے، نہ اساتذہ کی بزم، کتابوں کا ذخیرہ ہے نہ اسلامی لائبریریاں ـــــ ممالکِ عرب، ہندوستان، انگلینڈ اور ناروے کے سفروں میں لائبریریوں اور کتب خانوں سے جو کچھ مآخذ جمع کر لایا تھا انہی کو ترتیب دیا ہے۔ دی ہیگ میں مبلغِ اسلام مولانا سید سعادت علی القادری بانی القادری اسلامک سنٹر کے ذاتی کتب خانے سے بھی استفادہ کیا ـــــ جس کے لیے میں محترم کا شکر گزار ہوں۔

نظم ونثر میں اپنی تمام تحریروں کی طرح "اسلام اور امن عالم" بھی میں اہلِ علم وفضل کی خدمت میں برائے اصلاح پیش کرتا ہوں۔ کسی خامی پر مطلع ہوں تو برائے کرم آگاہ فرمائیں۔

"اسلام اور امن عالم" موضوع کا احتواء میں نے جن ابواب سے کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اسلام میں انسانی عظمت کا تصور۔ ۲۔ اسلام اور نظام عدل ومساوات

۳۔ اسلامی جہاد اور اس کا مقصد ۴۔ اسلامی سزائیں امن عالم کی ضامن ہیں۔

۵۔ اسلامی انقلابِ امن اور مصائبِ رسول۔

marfat.com

جس ماحول کو سامنے رکھ کر میں نے یہ کتاب ترتیب دی ہے، قارئین جگہ جگہ اسے جھانک سکیں گے۔ —— قوی امید ہے کہ کتاب یورپین زبانوں کا جامہ پہن کر ایک بڑے طبقے کی غلط فہمیاں زائل کرے گی، اور نظام اسلام، نظام مصطفےٰ کے روشن وتاباں نقوش اس کم عصبیت ماحول کو کاروان حیات کی صحیح جہت متعین کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

اللہ رحمان ورحیم اسے میرے لیے ذریعۂ مغفرت فرمائے آمین —— یارب! میرے دفتر عصیان کو اپنے فضل وکرم کی بارش سے دھو دے —— میرے والدین کریمین اساتذہ ومشائخ کو آخرت کی سرفرازیاں عطا فرما —— واغفر لجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن اتبعھم اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اسیر گنبد خضرا —— بدر القادری

شب جمعہ مبارکہ ۴ ربیع الثانی / ۲۷ نومبر ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء

marfat.com

حوالے

۱۔ القرآن، ہود ۴۳/۱۱

۲۔ " ، ہود ۴۳/۱۱

۳۔ " ، البقرہ ۲/۲۵۵

۴۔ " ، الانعام ۶/۵۷

۵۔ " ، الکہف ۲۶۱/۱۵

۶۔ " ، الاعراف ۲/۷

۷۔ " ، الانعام ۱۱۴/۶

۸۔ " ، الانعام ۱۱۶/۶

۹۔ " ، الاعراف ۱۵۷/۷

۱۰۔ " ، الانعام ۳۷/۶

۱۱۔ " ، النحل ۸۸/۱۶

۱۲۔ " ، المائدہ ۴/۵

۱۳۔ " ، آل عمران ۱۹/۳

۱۴۔ " ، یونس ۱۰۵/۱۰

۱۵۔ المنجد فی اللغۃ والاعلام ۲۷ ویں اشاعت ص ۲۳۹، مطبوعہ دار المشرق بیروت

۱۶۔ القرآن ۔ الحجرات ۱۳/۴۹

۱۷۔ سنن ابی داؤد باب التفاخر بالاحساب

۱۸۔ تفسیر روح البیان للعلامۃ اسمٰعیل حقی بن مصطفٰے البروسوی الحنفی المتوفی ۱۱۳۷ھ جلد ۳ ص ۳۲۱۔

۱۹۔ سنن ابن ماجہ ابواب الفتن جلد ۲ ص ۱۷۴، مطبوعہ لاہور

۲۰۔ سنن ابن ماجہ ابواب الفتن جلد ۲ ص ۴۷۲، مطبوعہ لاہور

۲۱۔ طبرانی بحوالہ فیض القدیر لمحمد حسن منیف اللہ، مطبوعہ قاہرہ، جلد ۲، ص ۶۵

۲۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن، ص ۱۶۔

۲۳۔ سنن ابی داؤد، مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲، ص ۴۲۳۔

۲۴۔ القرآن، البقرہ ۲۵۶/۲

۲۵۔ کتاب الاموال لابی عبید، ص ۱۴۰

۲۶۔ تاریخ الطبری جز ۴ ذکر الخبر عن وقعۃ المسلمین والفرس بنہاوند۔

marfat.com

۲۷ کتاب الاموال، ص ۱۴۰

۲۸ کتاب الخراج للامام الاجل ابی یوسف ص ۷۲۔

۲۹ القرآن ، المائدہ ۹/۵

۳۰ " ، الحجر ۲۰/۱۵

۳۱ " ، البقرہ ۲۹/۲

۳۲ " ، ہود ۶/۱۱

۳۳ " ، الانعام ۱۵۱/۶

۳۴ " ، النساء ۱/۴

۳۵ القرآن ، حم السجدۃ ۳۳/۴۱

۳۶ " ، الشوریٰ ۴۰/۴۲

۳۷ " ، لقمان ۱۴/۳۱

۳۸ " ، النساء ۳۵/۴

۳۹ " ، الاعراف ۳۳/۷

۴۰ روزنامہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۲/ دسمبر سنہ ۱۹۵۵ء کالم ۱، ص ۳۔

۴۱ القرآن ، آل عمران ۱۱۱/۱۱۰/۳

۴۲ " ، آل عمران ۱۳۹/۳

marfat.com

باب اول

اسلام میں انسانی عظمت کا تصوّر

قرآنی اعزاز

اسلام ہی رب کائنات کا سچا دین ہے جو اپنی حقیقی شکل میں آج بھی موجود ہے، اور قیامت تک رہے گا۔ اور اس کے قوانین و اصول اسی خالق و مالک کی طرف سے ہیں جس نے انسان اور تمام کائنات کو پیدا فرمایا ــــ کسی شئ کی اہمیت و عظمت اس کے بنانے والے سے زیادہ کون جان سکتا ہے؟ ــــ رب کائنات نے انسان کو بنایا اور اس طرح کہ تمام مخلوقات میں ہر لحاظ سے عمدہ، بہتر اور لائق و فائق بنایا ــــ صوری اور معنوی حسن و کمال میں کوئی شئے انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حیوانات، نباتات، جمادات میں کوئی بھی تو نہیں جو انسان کی ہمسری کر سکے۔ تنومند جانور، گرانڈیل حیوانات اور خونخوار درندے سب انسان کے سامنے سرنگوں ہیں ــــ اسی لیے کہ اسے پیدا کرنے والے حکیم مطلق نے اس میں ایسی صلاحیتیں رکھ دی ہیں کہ اپنی عقل و تدبیر سے کام لیکر یہ انسان تمام دیگر نوامیس فطرت کو مسخر کرے، فکر و نظر، عقل و شعور سے کام لے کر ترقی کرنے کی جو غیر معمولی صلاحیت انسان کو بخشی گئی ہے کسی اور کو نہیں ــــ فلاسفہ نے انسانی کمالات کا غائر نظر سے جائزہ لینے کے بعد ہی یہ کہا ہے کہ انسان عالم اصغر ہے۔

اپنا رزق کھانے کے لیے ہر مخلوق کو سر، زمین کی طرف جھکانا ہوتا ہے اور انسان ہے کہ اسے اپنا رزق کھانے کے لیے سر نہیں جھکانا پڑتا، بلکہ ہاتھ لقمہ کو اٹھا کر اس کے منہ تک خود پہنچا دیتا ہے ــــ انسان، قدرت کا ایک ایسا نمونہ ہے ــــ جس کے بارے میں خالق و مالک خود ارشاد فرماتا ہے:

marfat.com

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ؁ (القرآن) بیشک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا۔

ہر مخلوق کی اپنی کوئی نہ کوئی صورت ہے، مگر ان میں ہر لحاظ سے حسین وجمیل، ہر لحاظ سے بہترین وافضل انسان ہے۔ تفسیر قرطبی میں اس آیت کریمہ کے تحت ابن عربی کا قول ہے۔

لَیْسَ اللّٰہُ تَعَالٰی خَلَقَ اَحْسَنَ مِنَ الْاِنْسَانِ فَاِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ حَیًّا عَالِمًا قَادِرًا مُرِیْدًا مُتَکَلِّمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا مُدَبِّرًا حَکِیْمًا ۔؁	اللہ تعالٰی نے انسان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے ان صفتوں سے نوازا، حی، عالم، بااختیار، باارادہ، متکلم، سننے والا، دیکھنے والا، مدبر اور حکیم۔

انسانی صورت کا حسن وجمال ہر شے سے افضل وبرتر ہے، دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ؁ (القرآن)	اور اس (اللہ) نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہاری صورتوں کو خوبصورت بنایا، اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ حسن وجمال کا یہ پیکر ناز وادا کا یہ پتلا، زیب وزینت کا یہ شاہکار رب کائنات کی سب سے خوبصورت مخلوق ہے، سب حیوانوں سے برتر وافضل ہے۔ اس کو کس شئے سے اٹھا کر یہاں تک پہنچایا گیا، خود مالک ومولیٰ سے سماعت کیجئے۔

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ ؕ مِنْ نُّطْفَۃٍ ؕ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ؕ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ ۔؁ (القرآن)	کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا، ایک بوند سے اسے پیدا کیا، پھر اس کی ہر چیز اندازہ سے بنائی۔ پھر راہ حیات اس پر آسان کر دی۔

تمام مخلوقات میں انسان سب سے مکرم ہے۔

marfat.com

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (القرآن)

اور بیشک ہم نے بڑی عزت بخشی اولادِ آدم کو، اور ہم نے سوار کیا انھیں (مختلف سواریوں پر) خشکی اور سمندر میں، اور رزق دیا انھیں پاکیزہ چیزوں سے، اور ہم نے فضیلت دی انھیں بہت سی چیزوں پر جن کو ہم نے پیدا فرمایا نمایاں فضیلت،

دنیا میں عزت وکرامت کا تاج انسان کو پہنایا گیا اور بحر وبر میں اسے غلبہ عطا ہوا۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں آیت بالا کے تحت ایک حدیث مبارک درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ملائکہ نے عرض کی اے رب! تُو نے ہمیں اور بنی آدم کو پیدا کیا، اولادِ آدم کے لیے ایسا کیا کہ وہ کھانا کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں، کپڑے پہنتے ہیں، نکاح کرتے ہیں، سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اور آرام کرتے ہیں ـــــ اور ہمارے لیے ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ ان کے لیے دنیا میں اتنا کیا تو ہمارے حصہ میں آخرت کر دے ـــــ تو حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ جس کے حق میں میں نے خَلَقْتُ بِيَدِيْ الاٰية فرمایا، اسے اس کی طرح ہرگز نہ کروں گا جسے "کُنْ" فرما کر پیدا کیا۔[۵]

صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

عقل وعلم وگویائی، پاکیزہ صورت، معتدل قامت اور معاش ومعاد کی تدابیر اور تمام چیزوں پر استیلاء وتسخیر عطا فرما کر اور اس کے علاوہ بہت سی فضیلتیں دے کر (ہم نے آدم کی اولاد کو بڑی عزت بخشی)[۶]

کرامت انسانی کی وجہ اعظم

آدمیت کے علو مرتبت اور عظمت ورجت کے اسباب میں سے سب سے عظیم سبب یہ ہے کہ خدا کے محبوبوں اور پیاری منتخب شخصیتوں کا ظہور انھی میں ہوا۔

انسان ہی میں حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ (برگزیدہ) بن کر تشریف لاتے۔

marfat.com

انسانوں ہی میں حضرت نوح علیہ السلام خلیل اللہ (اللہ کے دوست) بن کر تشریف لائے۔
انسانوں ہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ (اللہ سے ہم کلام ہونے والے) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ (اللہ کی راہ میں قربان ہونے والے) بن کر تشریف لائے۔

انسانوں ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ (اللہ کے خلیفہ) بن کر تشریف لائے۔
انسانوں ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ (اللہ کی روح) بن کر تشریف لائے۔
اور انسانوں ہی میں خاتم النبیین حضرت محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین حبیب اللہ (اللہ کے محبوب) بن کر تشریف لائے۔

علامہ آلوسی نے انسانوں کے مکرم ہونے کے وجوہ میں لکھا ہے کہ انسانیت کے لیے باعث صد افتخار یہ ہے کہ ان میں سید الاولین والآخرین حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت محمد بن کعب کا یہ قول پیش کیا:

بِجَعْلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم منهم — بنی آدم مکرم ہیں اس سبب سے کہ حضور ان میں سے ہیں۔

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

گویا سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اور از آدم تا عیسیٰ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کا مقدس گروہ انسانوں ہی میں آیا۔ ان کے باعث انسان کو عظمت و کرامت ملی اور نوع بنی آدم معزز ہوئے۔

مالک ارض وسماء کا یہ کرم خاص اولاد آدم پر ہے کہ انھیں اپنی پیدا کردہ تمام مخلوق پر برتری اور افضلیت عطا فرمائی۔ اور ان کے اندر ایسی صلاحیت وقابلیت رکھی کہ جن سے

marfat.com

تسخیر علم کرسکیں ۵

عروجِ آدمِ خاکی سے لرزے جاتے ہیں انجم
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

ثریٰ سے ثریا پر

انسانی شرافت اور بزرگی کو اس طرح بھی ظاہر کیا گیا کہ اس کی اوّلین تخلیق کا تفصیلی ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتب میں موجود ہے اور پھر بنی آدم کی پیدائش کے طریقہ کو مفصلاً قرآن مجید ذکر فرماتا ہے کہ ایک ناقدر قطرۂ آب سے مختلف مراحل طے کر کے انسانی ڈھانچہ تیار ہوتا ہے اور اس میں رب کائنات پھر اپنی جانب سے روح پھونکتا ہے۔ روح جواہر الٰہی جب بدن انسانی میں پھونکی گئی تو اس کی عزت افزائی اور اکرام تو ملاحظہ کیجئے کہ خالق بے نیاز اس روح کی نسبت اضافت تشریفی کے طور پر اپنی جانب فرماتا ہے۔

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ۔ ۸

(اللہ) وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور تخلیق انسانی کی ابتدا مٹی کے گارے سے فرمائی پھر اس کی نسل رکھی۔ ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے پھر اس کے (قدو قامت) کو درست فرمایا۔ اور روح پھونک دی اس میں اپنی روح۔

اس سے قبل سورۃ الحجر میں تخلیق ابوالبشر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں اپنی خاص روح پھونک کر فرشتوں کو سجدہ کا حکم فرمایا۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۔ ۹

تو جب میں اسے ٹھیک کر لوں اور اس میں اپنی طرف سے خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا۔

marfat.com

پیکر انسانی میں جاری و ساری روح کی نسبت ذات واجب الوجود نے خاص اپنی طرف کر کے تمام مخلوقات میں اسے معزز و مکرم بنا دیا —— قرآن مجید میں اس مخصوص شرافت کا بیان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والتسلیم کی پیدائش کے باب میں سورۂ صٓ (آیت ۷۲)، اور سورۂ تحریم (آیت ۱۲) میں ہوا ہے کہ عام آدمیوں کی تخلیق میں تو نطفہ اور سلالۃ الماء کو وسیلہ اور ذریعہ بنایا۔ مگر حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم کو بغیر باپ کے، اپنی قدرت کاملہ کا مخصوص اعجاز دکھاتے ہوئے، اپنی روح سے توانا، اسی اعجاز قدرت کے سبب حضرت مسیح علیہ السلام کو "روح اللہ" کہا جاتا ہے۔

اس انسان کی عظمت کا اعلان اللہ کے رسول حضور محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی ارشاد فرمایا جو تاریخ انسانی کا جامع منشور ہے۔ تمام اولاد آدم آدمیت کے رشتے سے منسلک ہونے کی بنیاد پر کس قدر محترم ہیں۔ اس کو سرکار نے کتنی جامعیت سے بیان فرمایا ہے —— بعض اجزاء جو موضوع کے مناسب ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ اَلَا کُلُّ مَاثَرَۃٍ اَوْدَمٍ اَوْمَالٍ یُّدْعٰی بِہٖ فَھُوَ تَحْتَ قَدَمِیْ ھَاتَیْنِ۔ (الحدیث)	انسان سارے ہی آدم کی اولاد ہیں اور حضرت آدم (علیہ السلام) مٹی سے بنائے گئے۔ اب برتری کے سارے دعوے خون اور مال کے سارے مطالبے اور انتقام میرے ان پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔

اس آئینے میں صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ اسلام نے انسان کی عظمتوں کو کس طرح بام عروج تک پہنچایا ہے۔ انسانی خون، انسانی جان و مال اور انسانی عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئیں۔

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ دِمَآئَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ	لوگو! تمہارے خون اور مال اور عزتیں

marfat.com

وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ۔ ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئی ہیں۔

اسلام ہی ہے جس نے جاہلی ادوار کی خونریزی اور غارت گری کی رسموں کو روند ڈالا۔

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِیْ مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ۔ دورِ جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں سے روند دیا۔ زمانۂ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔

تجارت میں سودی نظام جو سرمایہ کاروں کو مالدار اور مجبوروں کو اور غریب بنانے والا اصول ہے۔ اسلام نے اسے حرام قرار دیا۔

وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ۔ ؎ دورِ جاہلیت کا سود کوئی حیثیت نہیں رکھتا، پہلا سود جسے میں چھوڑتا ہوں عباس بن عبد المطلب کا سود ہے، اب یہ ختم ہو گیا۔

اِصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ مذکورہ بالا نصوص اس بات کی شاہد عادل ہیں کہ اسلام میں انسان کو من حیث الانسان جو عزت و شرف حاصل ہے، وہ کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں۔ تمام چیزیں قوت و شوکت اور عزت و عظمت کے لحاظ سے بنی آدم سے کم تر ہیں۔ بشرطیکہ انسان اپنے خلقی وقار و شوکت کو سنبھال رکھے۔ عالم کی سب اشیاء انسان کے لیے بنائی گئی ہیں۔ سب انسان کی خدمت گذار اور اطاعت کیش ہیں ——— زمین و آسمان، سورج چاند، ستارے، پانی، آگ، مٹی سبھی حکم الٰہی کے تحت نظامِ عالم کو جاری رکھنے میں لگ کر انسان کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند ✗ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار ✗ شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

سطور بالا کا غائر نظر سے مطالعہ کیجیے تو اس ذات واجب الوجود کے حضور دل کی جبین اظہار

عبدیت سے ختم ہو جائے گی۔ جس کے قہر و جلال سے سر بفلک پہاڑ لستہ بر اندام ہیں —— برق و رعد کی ہیبت ناک آواز جس کی عظمت تسبیح کا اعلان کرتی ہے —— کچھ بھی موجود نہیں تھا اس نے کُنْ فرمایا، بس سب کچھ ہو گیا۔ وہ قدرت والا، مالک و خالق اپنی لاتعداد مخلوق میں انسان کو کرامت اور عظمت کا مستحق قرار دے رہا ہے —— ساری کائنات اس کی مِلک ہے جسے چاہتا ہے جب تک زندہ رکھتا ہے، اور جب جسے چاہتا ہے موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے ——

انسان کی زندگی کے لیے رب تعالیٰ نے حیوانات و نباتات کی اَن گنت زندگیوں کو قربان ہونے کے لیے بنایا۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا عظیم مقصد ہے جس کے لیے انسان کی پرورش ہو رہی ہے، وہ مطلوب و مقصود ہے، "ایمان اور عمل صالح"

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝	اس زمانۂ محبوب کی قسم! بے شک آدمی
اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	ضرور نقصان میں ہے، مگر جو ایمان لائے،
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا	اور جس نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے
بِالصَّبْرِ ۝ [لہ] (القرآن)	کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو
	صبر کی وصیت کی۔
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا	اور میں نے جن اور آدمی اسی واسطے
لِیَعْبُدُوْنِ ۝ [ےہ] (القرآن)	بنائے کہ میری بندگی کریں۔

اسلام کا مقصود انسانی جان کی عزت اور اس کا احترام آپ نے ملاحظہ فرمایا، اور یہ بھی کہ انسان کو اتنا عظیم درجہ اور کرامت و بزرگی دینے کی وجہ کیا ہے؟

خطبہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاہلیت کی جن بنیادوں کو اپنے پیروں سے روندڈالا ہے، وہ محض عرب اور اس مخصوص زمانہ سے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ رہتی دنیا تک انسانی حقوق کے استحصال کی جو بھی جاہلی تحریک اُٹھے گی، اسلام اور سچے مسلمان قرآنی قوانین کی روشنی میں ہمیشہ اس کا دفاع کرتے رہیں گے۔

marfat.com

اب اہل بصیرت روشنی حاصل کریں کہ تمام موجودہ خودساختہ ازم اور قوانین، جنسیت اور نیشن کی بنیاد پر کسی انسان کو کوئی حق فراہم کرتے ہیں ــــــ سوائے اسلام کے دنیا کا کوئی قانون نہیں جو انسان کو انسان ہونے کی بنیاد پر عزت و کرامت کا مستحق قرار دیتا ہو ــــــ کوئی کسی خاندان کا ہونے کی وجہ سے دنیا کی نظروں میں معتبر ہے، کوئی کسی خاص ملک کا باشندہ ہونے کی وجہ سے امتیازی سلوک کا حقدار ہے ــــــ نسل و قوم، رنگ اور زبان کی بنیاد پر انسانوں کی تقسیم خود انسانوں کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے۔ اسلام نے انسانی اکائی کو ان محدود خانوں میں تقسیم ہونے سے بچانے میں جو موثر بنیادی اور عملی کردار ادا کیا ہے۔ وہی دراصل اقوام متحدہ کی کتاب حقوق انسانی کی کاغذی کارروائی کا بھی محرک اعظم ہے۔

تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود ہے اسلام کا مقصود فقط ملت آدم

انسانیت کی بنیاد پر پوری جنس انسانی ایک آدم کی اولاد ہے۔ کوئی گورا کسی کالے پر، کوئی عربی کسی عجمی پر، کوئی اونچی ذات والا نیچی ذات والے پر اپنا تفوق اور برتری نہ جتلائے۔ کسی قوم یا نسل کا دوسرے پر فوقیت ظاہر کرنا، اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي	اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ	تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی
مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا	میں اس کا جوڑا بنایا، اور ان دونوں سے
كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ ؎	بہت مرد عورت پھیلا دیئے۔

ایک حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ نسل انسانی شروع ہو کر آگے بڑھی اور دنیا کے شرق و غرب میں پھیل گئی۔ علاقوں کی آب و ہوا اور بود و باش کے تفاوت کے باعث نیز نوامیس فطرت کے فرق کے سبب شکل و شباہت، رنگ اور قد میں فرق نظر آتا ہے۔ زبان و بیان میں اختلاف ضرور ہے مگر آدمیت ہر ایک میں قدر مشترک ہے ــــــ اور سب سے قیمتی عنصر یہ ہے کہ پیدائشی لحاظ سے تمام یکساں انعامات الٰہیہ یعنی انسانی صلاحیتوں سے

marfat.com

نوازے گئے ہیں۔ مگر ان کا صحیح اور برمحل استعمال کر کے خدا کا تقویٰ حاصل کرنے والا انجام کار میں سب سے بہتر و افضل ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ ؏	اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا اَلنَّاسُ مِنْ جِھَۃِ التِّمْثَالِ اَکْفَاءٌ اَبُوْھُمْ اٰدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّآءُ ـــــ یعنی شکل و صورت کے لحاظ سے سب انسان برابر ہیں۔ آدم علیہ السلام ان سب کے باپ اور حوا سب کی ماں ہیں۔

اس تخلیقی برابری کے باعث آدم و حوا کی سب اولاد آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ؎

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

الگ الگ قومیں اور جدا جدا خاندانوں اور قبیلوں کا مصرف یہ ہے کہ انسانوں کا باہمی تعارف آسان ہو، اور ربط و تعلق میں سہولت پیدا ہو ـــــ ان کے ذریعہ فخر و مباہات یا کسی دوسرے کی تحقیر و تذلیل ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ یہی وہ قدرتی تیشے ہیں جنھوں نے انسانی سوسائٹی کے درمیان قائم بعید بعاد، قبیلہ و نسل، زبان و رنگ کی تمام خاردار جھاڑیوں کو کاٹ کر پھینک دیا۔ ہزار ترقی کے باوجود خود ساختہ قوانین کے دلدادہ آج تک جس کی گرد راہ کو بھی نہ پا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک کی سربراہی میں آج تک دنیا کے اندر عصبیت کا عفریت مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے ـــــ طاقتور ممالک غریب اور مفلس علاقوں کو آج تک اسی طرح ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی کو لقمۂ تر سمجھ کر ہڑپ کر جاتی ہے جس طرح

marfat.com

امریکہ کی سرزمین پر انسانوں کے جسم میں لہو ہے، اور انسانی قدر و منزلت کی بنیاد پر امریکی انسان قابل قدر ہے، بالکل اسی طرح فلسطین، ویت نام، افغانستان، کشمیر، عراق اور افریقی ممالک کے انسان بھی قابلِ قدر ہیں ___ مگر موجودہ دنیا کے رائج نظام ہائے حکومت جوئے کی ریس کے مانند ہیں۔ جہاں ہر اسپ سوار کا مقصد محض سب سے آگے نکل جانا ہے، چاہے جیسے ممکن ہو۔ اس ریس کورس میں بھی کچھ اصول ہوں گے مگر سیاسی میدان کے گھوڑے ہر قانون سے آزاد ہیں۔ ___ قابلِ غور و فکر ہے کہ ناگاساکی میں ایک ہی ضرب میں لاکھوں انسانوں کی زندگیاں ضائع کرنے والے اپنے ملک میں دو چار جانی نقصانوں پر سات سات آنسو بہا کر کس طرح انسانی خدمت اور محبت کا ثبوت دے دیتے ہیں؟

سنو اے ملک و وطن، اور زبان و قوم کے نام پر غریبوں، مفلسوں اور کمزوروں کی جان و مال سے کھیلنے والو! خدا فرماتا ہے ___ وہ خدا جس نے ہر انسان کو انسانیت کی بنیاد پر مکرم و معتزز بنایا، اپنی بہترین مخلوق کو انسانی خود ساختہ اصولوں کی بنیاد پر قتل کرنے والوں کو آگاہی دیتا ہے

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ (القرآن)

اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھہرایا ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔

رب تعالیٰ نسلِ انسانی کو فروغ دے رہا ہے، تو انسان کو یہ حق کہاں سے ملتا کہ خدائی گلستان میں خود کانٹ چھانٹ کرے، اور نسل انسانی کے سلسلہ کو منقطع کرنے کی اسکیم بنائے۔ رب کائنات کی جانب سے انسانوں کو اس ظلم کا کبھی استحقاق نہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ۔ (القرآن)

اور اپنی اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل نہ کرو ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔

وحدت انسانی کا داعی اسلام ہے

قرآن عزیز نے انسانی وحدت کو مرتب کرنے

marfat.com

برابر کا پورا پورا حق دار ہے۔ اس لیے کہ تمام انسان ایک ہی درخت کی پھیلی ہوئی شاخیں ہیں، سب ایک ہی جڑ سے منسلک ہیں، ایک ہی ماں باپ کی سب اولاد ہیں ـــــ انسانیت کے کسی حصے کی تباہی و بربادی اسلام کو گوارہ نہیں۔ جس طرح ایک درخت اپنے تمام پتوں اور گل بوٹوں کو قوت و حیات فراہم کرتا ہے اور تیز و تند ہوا کے جھونکوں میں پتے اور شاخیں لرزنے لگتے ہیں تو درخت کی مضبوط جڑیں انھیں سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں ـــــ اسلام وحدت آدمیت کو برقرار رکھنے اور بنی نوع آدم کی سلامتی و بہبودی کو قائم کرنے کا داعی ہے ـــــ اسی لیے جہاں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوتے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (اے ایمان والو) کہا گیا ہے ـــــ اسی قرآن مجید میں تمام اولاد کو متوجہ فرماتے ہوتے یٰاَیُّهَا النَّاس۔ (اے لوگو!) ـــــ اور یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ ۔ (اے آدم کے بیٹو!) کا خطاب بھی آیا ہے ـــــ تاکہ انسانی برادری اپنی اصلیت کو فراموش نہ کردے ـــــ اور نسلی و طبقاتی فکر کا شکار نہ ہوجائے۔ ـــــ

تمام طبقات انسانی میں قرآن مجید نے اہل ایمان کو جنود اللہ (خدائی سپاہی) کی حیثیت سے منظم فرمایا ہے، تاکہ مسلمان قوانین الٰہیہ کا نفاذ سارے عالم میں کریں۔ ان خدائی سپاہیوں کو انسانی دنیا میں عملی اقدام کرنے سے پہلے تقویٰ اور پرہیز گاری کی ٹریننگ دی گئی اور بتا دیا گیا کہ اسے میدانِ عمل میں اترنے والے سپاہی یہ یقین دل پر مرتسم رہے کہ

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (القرآن)

پس جو کوئی ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھے گا اور جو کوئی ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔

انسانی جان کی عظمت رب کائنات کے حضور کیا ہے۔ جب ہم اسلام کے قانونِ فوجداری کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر شخص کے لیے ایک ہی پیمانہ ہے۔ نظام اسلامی میں ہر جان کی ایک قیمت ہے جو بھی کسی کو ناحق قتل کرتا ہے، وہ قتل کیا جاتا ہے ـــــ جو بھی چوری کرتا ہے اس کا ہاتھ قلم کیا جاتا ہے ـــــ جو بھی ظلم کی راہ اپناتا ہے، اس کی سرزنش کی جاتی

marfat.com

ہے ـــــ قاتل چاہے امیر ہو یا غریب، راعی ہو یا رعایا، عالم ہو یا جاہل، عربی ہو یا عجمی، گورا ہو یا کالا اسلام کا قانون سب پر یکساں نافذ ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ	اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق
الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ	مارے جائیں، ان کے خون کا بدلہ لو، آزاد
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ	کے بدلے آزاد، اور غلام کے بدلے غلام،
بِالْأُنْثَىٰ ۚ ۱ (القرآن)	اور عورت کے بدلے عورت۔

اس آیت کریمہ نے ہر قاتل بالعمد پر قصاص کا وجوب ثابت کر دیا ـــــ احکام القرآن للجصاص میں اس آیت کے تحت ہے کہ

"جان بوجھ کر قتل کرنے والے سے قصاص (جان کے بدلے جان) لینے کا وجوب اس آیت سے ثابت ہوتا ہے، خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا ہو یا غلام کو، مسلمان کو یا کافر کو، مرد کو یا عورت کو، کیونکہ قَتْلیٰ جو قتیل کی جمع ہے وہ سب کو شامل ہے۔ ہاں جسے دلیل شرعی خاص کر دے وہ مخصوص ہو جائے گا۔"

اسی طرح شریعت موسوی کے قوانین جو توریت شریف میں نازل ہوئے تھے اور جنہیں شریعت محمدیہ نے منسوخ نہیں فرمایا ـــــ ان میں جروح و قصاص کے بھی قوانین ہیں۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ	اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ
بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ	جان کے بدلے جان، اور آنکھ کے بدلے
وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ	آنکھ، اور ناک کے بدلے ناک اور کان
وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ	کے بدلے کان اور دانت کے بدلے
فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ	دانت، اور زخموں میں بدلہ ہے پھر جو
لَهُ ۚ ۱۹ (القرآن)	دل کی خوشی سے بدلہ کرا دے تو وہ اس
	کا گناہ اتار دے گا۔

marfat.com

اسلامی قانون کی ایک نمایاں خوبی

قوانین اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ مجرم قاتل یا جنایت کرنے والے کو سزا یاب ہو کر وبال معصیت سے منزہ ہونے پر برانگیختہ کرتے ہیں ـــــ چنانچہ تفسیر جلالین وجمل میں آیت پاک کے حصّے فَمَن تصدق بہ الآیۃ کے تحت ہے کہ

"جو قاتل یا جنایت کرنے والا اپنے جرم پر نادم ہو کر وبال معصیت سے بچنے کے لیے بخوشی اپنے اوپر حکم شرعی جاری کرائے، تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائیگا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا۔" (تفسیر جلالین وجمل)

چنانچہ حضرت ماعز صحابی رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ کا بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہو کر اپنے گناہ کا اعتراف کرنا اور اس بات کا اصرار کرنا کہ طَھِّرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔ (اے اللہ کے رسول مجھے پاک کر دیجئے) اس عقیدہ کی منہ بولتی تاریخی شہادت ہے۔ جس سے تاریخ شریعت اسلامیہ کا بتدی طالب علم بھی ناواقف نہیں۔

اسلام نے انسانیت کو خلعت وقار دیا

یہ اسلام کی انسان نوازی ہے کہ اس نے طاغوتی تہذیبوں کی دلدل سے نکال کر بنی آدم کو خدا بھاتی تہذیب وتمدن کا اُجالا بخشا، اور اسے رذیل اور نامناسب عادات واطوار سے دُور رکھ کر اخلاق حسنہ اور مستحسن خصائل کے زیور سے مزین کیا۔ اسلام کی تعلیمات میں ایک باوقار انسان کی شان یہ ہے کہ وہ مذاق اور تمسخر جیسے گھٹیا کاموں سے بھی دور رہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ	اے ایمان والو! یہ بات مردوں کے لیے مناسب نہیں کہ کچھ لوگ دوسروں کا مذاق اڑائیں۔ عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اسی طرح عورتوں کے لیے بھی مناسب نہیں کہ دوسری عورتوں کا مذاق

(القرآن) اترائیں عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو۔

انسانی فطرت کے کمزور پہلوؤں سے جو غلط عادتیں انسانوں میں داخل ہو جاتی ہیں، اسلام نے ان میں سے ایک ایک کی نشاندہی کر کے اپنے پیروؤں کو ان سے دُور و نفور رہنے کی تلقین کی یہاں ہر ایک کا تفصیلی بیان مقصود نہیں —— چند ایک کی جانب محض اشارہ کافی ہے انہی عیوب میں تجسس اور غیبت بھی ہے۔ اس سے بھی سختی سے روکا گیا۔ اور قرآن مجید میں غیبت کرنے والے کو اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتا کر اس حرکت سے اسلامی معاشرہ کی تطہیر کی گئی۔ ایک جگہ ارشاد ربّی ہے:

وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضًا [۲۱] (القرآن) ایک دوسرے کے عیوب نہ تلاش کرو اور نہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت کرے۔

سرکشی اور عدوان، ہلاکت کا سامان ہیں۔ ان میں مبتلا ہو کر اپنی تباہی و بربادی خریدنا انسان کے لیے نامعقول امر ہے۔ اس لیے صاف صاف فرما دیا گیا کہ

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [۲۲] (القرآن) اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

افرادِ انسانیت حضرت آدم علیہ السلام سے تا ہنوز سب ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، اور ان کی اصلاح و تربیت کے لیے رب تعالیٰ کی جانب سے انبیاء و رسل علیہم السلام تشریف لاتے رہے ہیں —— ان سب مقدس پیغمبروں کی تعلیمات ایک ہی منبع نور کی کرنیں ہیں۔ بعض قوموں کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے خصوصی ربط ہے۔ مگر وہ ان کی تعلیمات کی گہرائیوں سے ناآشنا ہیں۔ اور بعض کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تعلق ہے مگر وہ ان کی حقیقی دعوت سے نابلد ہیں —— گاہے گاہے قرآن کریم قدیم صحیفوں کے حوالے سے کلام فرماتا ہے اور ذہن مرحمت

فرماتا ہے کہ قرآن مجید الٰہی احکامات و فرامین کا تکملہ ہے جو تمام رسولانِ ماسبق علیہم السلام لے کر تشریف لاتے رہے ـــــــ ایک جگہ ترغیب عمل کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَوَلَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰی ۙ وَ اِبۡرٰہِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی ۙ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ۙ وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۙ [۲۳]

ـــــــ (القرآن)

کیا اسے خبر نہیں ملی کہ موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں کیا مذکور تھا، وہ ابراہیم جنہوں نے پورا پورا حق ادا کر دیا یہ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا، اور یہ کہ انسان کے کام آنے والی چیز وہی ہے جس کی وہ کوشش (اس دنیا میں) کر گزرے۔

امانت الٰہیہ کا امین انسان ہے

رب کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر تمام مخلوق کا سردار کیا۔ اور نت نئی صلاحیتوں سے نواز کر ان پر عظیم ترین ذمہ داری ڈالی۔ اپنی باوقار امانتوں کا امین اپنی انسانوں میں سے معزز ترین طبقہ کو قرار دیا خود رب العالمین اس کا بیان اپنے کلام قدیم، قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَ اَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَ حَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۙ [۲۴]

(القرآن)

بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی ، آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی، بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

یہ وسیع و عریض آسمان جس کی وسعتوں کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے، یہ زمین چاند سورج، اور زمین کی پشت پر قوی ہیکل پہاڑ ہمارے نزدیک خاموش ہیں۔ مگر ان سب کا خالق و مالک، اور ہم سب کا پیدا فرمانے والا ان سے کلام بھی فرماتا ہے۔ اپنی تمام تر وسعتوں اور عظمتوں کے باوجود

آسمان و زمین اور پہاڑ وغیرہ کسی میں اتنا زور نہیں کہ امانت الہٰیہ کا بار اٹھا سکے۔ رب کائنات نے جب آسمانوں پر، زمین پر، پہاڑوں پر اپنی امانت پیش فرمائی تو اس امانت کی عظمت و جلالت سے سب خوفزدہ ہو گئے اور ہر ایک نے اٹھانے سے انکار کر دیا ـــــ ساری کائنات اس ذمہ داری کو سنبھالنے سے عاجز رہ گئی۔

امانت سے مراد

مفسرین اکرام کے نزدیک امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ ہیں جن میں عبادات، اخلاق اور ہر قسم کے قوانین شامل ہیں، گویا اختیار و ارادہ کی آزادی کے ساتھ اپنے کیے ہوئے اچھے اعمال کی جزا اور اعمال بد کی سزا اٹھانے کا عہد کرنے ہو، تو آسمان و زمین اور پُر ہیبت پہاڑوں نے اس بوجھ کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کر دی۔ اور صاف صاف کہہ دیا اے مالک و مولیٰ ہمیں اطاعات کے ثواب کی امید سے زیادہ، نافرمانی کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ ہم تیرے مسخر اور پابند رہ کر ہی تعمیل احکام کرتے رہیں گے۔ اے ہمارے خالق و مالک اس عظیم امتحان سے، ہمیں باز رکھ،

اور یہی امانت جب حضرت آدم علیہ السلام پر اور حکمت الہٰیہ سے بالواسطہ تمام بنی آدم پر پیش کی گئی تو انھوں نے اسے اٹھانے کی حامی بھرلی۔ رب کائنات، مالک بے نیاز کی جانب سے آنے والی پیشکش کو انسان نے کس حیثیت سے قبول کیا ـــــ؟ اس بارے میں اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر رُوح البیان میں حضرت جنید بغدادی امام الطائفہ کا قول بڑا پیارا ہے۔

> "رب تعالیٰ نے حضرت آدم پر جب اپنی امانت پیش فرمائی تو اس وقت آپ کی نظر امانت اور اس کی ذمہ داریوں پر نہ تھی، بلکہ امانت پیش کرنے والے پر تھی' اور پیش کرنے والے میں جو لذت و سرور تھا۔ اس نے امانت کی گرانباری کو نظر سے اوجھل کر دیا تھا۔"

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ آدم نے جب اس ذمہ کو اٹھا لیا تو رب کائنات کی رحمت و کرم نے خوش ہو کر فرمایا کہ "برداشتن از تو، و نگاہ داشتن از من ـــــ"

marfat.com

اُٹھانا تیرا کام ہے اور توفیق و کامیابی دینا میرا کام۔[۲۵]

اس موقع پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر میں صوفیائے کرام کا مسلک بہت دل نشین انداز میں فرمایا ہے ——— تفسیر ضیاء القرآن سے ہم ایک جامع اقتباس پیش کرتے ہیں ——— علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ اس آیت کا سیاق، اس بات کا مقتضی ہے کہ یہاں جو امانت مذکور ہے اس سے وہ امانت مراد ہے جسے صرف انسان اٹھا سکتا ہے اور کوئی مخلوق اسے اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتی۔ ——— اگر اس امانت سے مراد احکام شرعیہ ہوں۔ تو انسان کی خصوصیت نہیں، بلکہ جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں اسی طرح ملائکہ کی افضلیت انسان پر لازم آئے گی، کیونکہ ان کی شان تو یہ ہے کہ... يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ .... وہ دن رات تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور ذرا نہیں تھکتے، اور انسان کی یہ حالت نہیں، اسی لیے صوفیائے کرام نے امانت کی تفسیر "نور العقل" اور "نار العشق" سے کی ہے ——— یعنی نور عقل استدلال کے ذریعہ معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے اور عشق کی آگ حجابات کو جلا کر معرفت الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ بیشک فرشتے بھی اس کے مکرم بندے ہیں، لیکن ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک مخصوص مقام ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کر سکتے اور سوزش عشق کے باعث غیر متناہی درجات تک ترقی کرتے جانا یہ حضرت انسان کی خصوصیت ہے فَالتَّرَقِّي إِلَى مَرَاتِبِ الْغَيْرِ الْمُتَنَاهِيَةِ بِنَارِ الْعِشْقِ إِنَّمَا هُوَ مِنْ خَصَائِصِ الْإِنْسَانِ

اس کے بعد علامہ موصوف لکھتے ہیں:

"حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ کے ارشادات سے جو نتیجہ میں نے اخذ کیا وہ یہ ہے کہ امانت سے مراد وہ استعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ماہیت

marfat.com

انسان میں ودیعت کی ہے جو تجلیات ذاتیہ دائمہ کو قبول کرتی رہتی ہے۔ صالح جن بھی عبادت و ریاضت سے ملائکہ کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں، پھر بھی ان کے حصہ میں تجلیات صفاتی آتی ہیں۔ تجلیات ذاتیہ کی اہلیت نہیں ہوتی۔"

آخر میں علامہ موصوف ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان میں دو قوتیں ہیں ایک سَبُعِیہ، اور ایک بہیمیہ، سبعی قوتوں سے اس کے دل میں تفوق اور برتری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس سے وہ معرفت کی اونچی سے اونچی چوٹیوں کو سر کرتا ہے ______ اور بہیمی طاقتوں کے باعث اس میں جفاکشی اور مشقت جھیلنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جس کے باعث وہ طویل ریاضتوں اور مشکل عبادتوں کا بوجھ، صبر و تحمل سے برداشت کرتا ہوا منزل محبوب کی طرف بڑھا چلا جاتا ہے ______ اگر یہ دو قوتیں انسان میں نہ ہوتی تو وہ بھی ساحل عافیت پر خیمہ زن رہتا اور کبھی آزمائش کے تند و تیز طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار نہ ہوتا۔"

مولانا جامی رحمہ اللہ علیہ نے بھی ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ کا معنی خوب کیا ہے ؎

غیر انساں کسش نہ کرد قبول ✲ زانکہ انسان ظلوم بود و جہول،

انسان کے بغیر اس امانت کو کسی نے قبول نہ کیا، کیونکہ انسان ظلوم اور جہول تھا۔

ظلم او آنکہ ہستی خود را ✲ ساخت فانی بقائے سرمدرا،

اس کا ظلم یہ تھا کہ اس نے اپنی ہستی کو فنا کر دیا تاکہ بقائے سرمدی حاصل کرے۔

جہل او آنکہ ہر چہ بجز حق بود ✲ صورت آں ز لوح دل نزددد،

اور اس کی جہالت یہ ہے کہ حق کے بغیر جو کچھ تھا اس نے اپنے دل کی لوح سے مٹا دیا۔

نیک ظلمے کہ عین معدلت است ✲ نغز جہلے کہ مغز معرفت است،

وہ ظلم بہت اچھا کہ جو عین عدل ہے، اور وہ جہالت بہت عمدہ ہے جو معرفت کا مغز ہے[۲۶]

ان تمام آیات بالا اور تفاسیر و تفاریر سے یہ بات واضح اور مُبرہن ہوتی ہے کہ انسان رب کائنات کی سب سے اچھی، خوبصورت، سب سے باہمت اور سب سے عظیم المرتبت مخلوق ہے۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید ٭ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند،

آسمان جس امانت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکا۔ وہ قرعۂ فال مجھ دیوانہ کے نام نکل آیا۔

گویا ـــــ انسان ہی احسن المخلوقات ہے ـــــ انسان ہی اکرم المخلوقات ہے۔ انسان ہی اجمل المخلوقات ہے۔ رب تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ مخلوق انسان ہے۔ بار امانت کو اٹھانے والی مخلوق انسان ہے۔

یہ ہے اسلام کے نزدیک انسان کی حیثیت، یہ ہے دین حنیف میں انسان کی وقعت، یہ ہے نظام مصطفیٰ میں انسان کا احترام، اب جس مذہب میں انسان کو اتنا بڑا درجہ حاصل ہے، وہی انسان امن وسلامتی کے حقیقی راستوں، اور انسانی بہبودی کے طریقوں کو پیش کرسکتا ہے۔ لعل وجواہر کی قدرو قیمت جاننے والے ہی اس کی حفاظت وضیافت کا بہترین بندوبست کرسکتے ہیں۔ جو لوگ انہیں بھی کانچ کی گریاں سمجھتے ہوں وہ اس کی وقعت کیا کرسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی سب کا رب ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رب المسلین ہی رب العالمین ہے۔ مسلمانوں کو تخلیق کرنے والے پروردگار ہی نے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی ہے۔ اسلام صرف ایک فرقہ ایک طبقہ کے لیے نہیں، ساری انسانیت کا مذہب ہے۔ یہی کلامِ الٰہی کی دعوت ہے اور یہی رسول خدا کا پیغام بھی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ	اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو،
الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ	جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا

marfat.com

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِيْ	کیا یہ امیدیں کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیز
جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا	گاری ملے، اور جس نے تمہارے لیے
وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ	زمین کو بچھونا، اور آسمان کو عمارت بنایا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ	تو آسمان سے پانی اُتارا تو اس سے کچھ
بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ	پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ
فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ	تعالیٰ کے لیے جان بوجھ کر برابر والے
اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ [27] (القرآن)	نہ ٹھہراؤ۔

ہم قرآن مجید پر غور کرتے ہیں تو سارے عالم کے لیے ہدایت و رحمت کا سر چشمہ پاتے ہیں۔ اور رب کائنات اپنے اس مقدس کلام میں سب عالم والوں کو اپنی رحمت والی چادر میں اس طرح سمیٹے ہوئے ہے کہ قرآن مجید کی پہلی آیت میں خود کو سارے عالم کا پروردگار ہونے کی حیثیت سے متعارف کراتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [28]	سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے
(القرآن)	جہاں والوں کا۔

اور سب سے آخری سورہ کا نام ـــــــ النّاس "لوگ" فرما کر انسانوں سے اپنے خصوصی تعلق کا اظہار فرماتا ہے۔ سورۃ الناس کی تلاوت کیجیے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝	تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب
مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ	لوگوں کا رب، سب لوگوں کا بادشاہ،
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝	سب لوگوں کا خدا، اس کے شر سے جو
الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ	دلوں میں بُرے خطرے ڈالے اور
النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَ	دبک رہے، اور وہ جو لوگوں کے
النَّاسِ ۝ [29] (القرآن)	دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں، جن

marfat.com

اور آدمی۔

اے لوگو! نگاہ بصیرت سے دیکھو، رب تعالیٰ اس آخری سورہ میں اپنا تعارف، سب انسانوں کا رب، سب انسانوں کا بادشاہ، سب انسانوں کا خدا ہونے کی حیثیت سے کرا رہا ہے کیا انسانوں کے لیے اس سے زیادہ شرف کی احتیاج ہے؟

قرآن سب کی ہدایت کے لیے ہے

اسی طرح کلام الٰہی قرآن مجید لوگوں کے لیے رحمت اور سامان ہدایت بن کر تشریف لایا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴿۱۳۰ القرآن﴾	رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا، لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔
تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴿۱۳۱ القرآن﴾	بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو۔

حضور محمد رسول اللہ سب کے نبی ہیں

ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہی خالق کائنات ہے اور سب اسی کی مخلوق ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید اس کا پاک لازوال کلام سب کے لیے ہدایت کا مینار اور راہِ نجات ہے —— اور اس کے آخری پیغمبر حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت اور ساری خدائی کے نبی ہیں۔

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲ القرآن﴾	اے محبوب ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔
قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ	تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ

marfat.com

اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا ۝ [33] (القرآن) — کا رسول ہوں۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۝ [34] (القرآن) — اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۝ [35] (القرآن) — اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

رب العلمین نے اپنے آخری رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا تاکہ وہ رحمت تام پوری انسانی برادری کو اپنی آغوش رحمت میں سمیٹ لے۔ حضور صرف مسلمانوں، اور مومنوں کے لیے ہی رحمت نہیں ہیں، بلکہ ساری کائنات اور ساری خدائی کے لیے رحمت ہیں ـــــ اور آپ کے کرم کا دائرہ خدا کی کلی خدائی تک وسیع ہے۔

اسلام نے جانوروں اور چوپایوں کے حقوق کی بھی رعایت کی ہے!!

چنانچہ اسلامی نظام حیات جو حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نافذ فرمایا، اس میں نہ صرف افراد انسانی کے پورے پورے حقوق کی نگہداشت ہے، بلکہ حیوانات و نباتات کے ساتھ ظلم و ستم کو بھی ناروا رکھا گیا ہے ـــــ وہ اسلام ہی ہے جس نے جانوروں تک کے حقوق کے لیے قوانین مقرر کیے ہیں اور تعلیم دی ہے کہ کسی جانور پر اس کی اوقات سے زیادہ بوجھ ہرگز نہ لادا جائے ـــــ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ احساس تھا کہ میرے حدود خلافت میں اگر کوئی خارشی بکری اپنے مرض کا علاج نہ پا سکی تو مجھے خوف ہے کہ رب تعالیٰ کے حضور مجھ سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عاملین (گورنروں) کو یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ کسی اونٹ پر چھ سو رطل سے زیادہ وزن ہرگز نہ لادا جائے ـــــ یہ انھی پاکیزہ تعلیمات کا اثر ہے، جو رسول آخر الزماں سید نا سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا

کو دیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”ایک انصاری کا اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا، وہ انصاری حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا اونٹ سرکش ہو کر فرار ہو گیا ہے اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کے نزدیک جا سکوں، کیونکہ میں ڈرتا ہوں وہ مجھے ہلاک نہ کر دے ــــــ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کی طرف چلے، جب اونٹ نے حضور کو دیکھا تو آواز نکالتا ہوا آیا اور حضور کے آگے اپنا سر رکھ دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے فرمایا:

اِنَّ بَعِیْرَکَ یَشْکُوْکَ	یہ اونٹ تمہاری شکایت کر رہا ہے۔
فَاَحْسِنْ اِلَیْهِ فَجَآءَ بِحَبْلٍ	اس کے ساتھ اچھا سلوک رکھو، پھر رسی
فَاَلْقَاهُ بِرَاْسِهٖ [۳۶]	لے کر اس کے سر میں ڈال دی اور اس کے حوالے کر دیا۔

جس قانون کی نگاہ جانوروں اور چوپایوں کی تکالیف پر اتنی گہرائی سے پڑ رہی ہے کیا کوئی ذی عقل یہ باور کر سکتا ہے کہ وہ قانون انسانی حقوق کے کسی گوشہ کو اپنی فیض رسانیوں اور شامیانۂ رحمت سے محروم رکھے گا۔؟

رسول رحمت صلے اللہ علیہ وسلم ذی روح کے حقوق کی نگہداشت کے لیے حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ هٰذِهِ الْبَهَآئِمِ	ان حیوانات کے معاملے میں خدا کا خوف
الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً	کرو جو بول نہیں سکتے ان پر سواری کرو
وَّاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً۔	جبکہ وہ اس کے قابل ہوں اور انہیں

marfat.com

چھوڑ دو جبکہ وہ اچھی حالت میں ہوں۔ (رواہ ابوداؤد)

سواری کے جانور پر بیٹھے بیٹھے دیر تک رک کر کسی سے باطمینان بات چیت کرنے لگنا بھی اس جاندار کی حق تلفی ہے، ایسے میں جانور کو آرام دینے کے لیے سواری سے نیچے اتر آنا چاہیے۔ اسلام نے یہی تعلیم دی ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا تَتَّخِذُوا ظُهُورَ دَوَابِّكُمْ كَرَاسِيَّ اپنے حیوانات کی پشتوں کو کرسیاں نہ بناؤ۔ (رواہ احمد و حاکم)

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا
"رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے چہرے پر مارنے اور اسے داغنے سے منع فرمایا ہے۔"

اسلامی تعلیمات کے مطابق بعض اوقات حیوانوں کے ساتھ رحم و شفقت کے باعث انسان جنت کا مستحق بن جاتا ہے اور ان کے ساتھ سنگ دلی، بے مروتی اور ظلم کرنے کی وجہ سے عذاب میں ڈالا جاتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:
"رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک آدمی کہیں جا رہا تھا اسے سخت پیاس لگی، تلاش کرنے پر ایک کنواں ملا وہ اس میں اترا اور پانی پی کر باہر نکل آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے، اور پیاس کی شدت سے مٹی چاٹ رہا ہے اس آدمی نے سوچا کہ یہ کتا بھی پیاس کی شدت سے اسی طرح بے تاب ہو رہا ہے جس طرح کہ میں بے تاب ہو رہا تھا ــــ وہ دوبارہ کنویں میں اترا، اور اپنے چمڑے کے موزے کو پانی سے بھر کر منہ سے تھامے باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا۔"

فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ۔ فَقَالُوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کو پسند

marfat.com

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَ اِنَّ لَنَا فِی الْبَھَائِمِ اَجْرًا ؟ فَقَالَ نَعَمْ فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ	کیا اور اسے بخش دیا لوگوں نے سوال کیا کہ چوپایوں پر بھی رحم کرنے سے ثواب ملتا ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا، ہر جگردار، چارہ کھانے والے کے ساتھ رحم پر ثواب ملتا ہے۔
(رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ)	

خدا کی بے زبان مخلوق حیوانات، چرند پرند کے ساتھ سنگدلی اور ظلم کا برتاؤ غضب ربّانی کا موجب ہوتا ہے، انھیں بلاوجہ ستانا، مار ڈالنا اور لطف اندوزی کے لیے انھیں ایذار دہی کا کھیل کھیلنا اسلام میں سخت ممنوع ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ

"ایک عورت محض ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں ڈالی گئی کہ اس نے اسے باندھ رکھا تھا، نہ اسے کھانے کو دیا اور نہ ہی آزاد کیا کہ وہ زمین پر رینگنے والی چیزیں کھالیتی۔"

تمام مخلوقات میں انسان کو یقیناً معزز بنایا گیا ہے ——— اور خالق کائنات نے اشیاء کو انسان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بنایا ہے۔ ——— مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ انسان خدا کی مخلوق کو اپنے من مانے ظالمانہ طریقوں سے بازیچۂ اطفال بناتا رہے۔ حلال جانوروں کے گوشت سے انسانی غذا مہیا ہوتی ہے ——— مگر ان جانوروں کو بھی ذبح کرنے کے آداب ہیں کہ انھیں کم سے کم اذیت ہو ——— اور اسلامی طریقۂ ذبح ہی ترقی یافتہ تحقیق کے مطابق جانوروں کے لیے کم سے کم تکلیف دہ ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح مسلم سے حضرت شداد بن اوس کی روایت کا تھوڑا حصہ نقل کیا جاتا ہے ——— رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ وَ	اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ہر ایک کو چاہیے

marfat.com

فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ۔ (رواہ مسلم عن شداد بن اوس) کہ اپنی چھری تیز کرلے اور ذبح ہونے والے جانور کو راحت پہنچائے (یوں ذبح کرے کہ جانور زیادہ دیر تک نہ تڑپے اور بآسانی جان نکل جائے۔)

اور آقا و مولیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ترہیب فرمائی ہے۔

"جس نے کسی گوریا یا اس سے بھی چھوٹی چڑیا کو ناحق قتل کیا تو اس کے بارے میں خدائے تعالیٰ باز پرس فرمائے گا، پوچھا گیا یا رسول اللہ! چڑیوں کا حق کیا ہے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا" ان کا حق یہ ہے کہ ان کو ذبح کر کے کھایا جائے، اور سر کاٹ کر یونہی پھینک نہ دیا جائے۔ (المشکوٰۃ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص)

اس حدیث پاک نے بتایا کہ خلق خدا جانداروں کی اسلام میں کیا قدر و منزلت ہے اور دین فطرت نے ذوی الارواح کے دکھ درد اور ان کی تخلیقی مقصدیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔

قابل غور ہے کہ اسلام نے یہ احکام و قوانین اس وقت لاگو کیے جب انسانوں پر انسانی پنجۂ استبداد نے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا ــــ ظلم و بربریت سے زمین کا سینہ اُبال کھا رہا تھا روم و ایران کی استبدادی حکمرانی کے درمیان انسانی عظمت و اقتدار چکنا چور ہو رہی تھی ــــ اس کا ایک معمولی حصہ یہ بھی تھا کہ انسانوں کو درندوں سے لڑایا جاتا تھا، جانوروں کی جانوروں سے بازی کی جاتی، اور سُرخ، سُرخ انسانی خون شراٹے مارتے ہوا نکلتا تو تماشا بینوں کی تالیاں بجتیں اور شور مسرت اُبل پڑتا۔

آئیے تاریخ اخلاق یورپ" سے اس سلسلہ میں رومی قوم کی حالت دیکھتے چلیں۔

رومی قوم میں سیاحتی کے نام سے انسانوں کو انسانوں سے جان لیوا لڑائیاں کرائی جاتیں۔ کبھی انسانوں کو خونخوار جانوروں سے لڑایا جاتا، ان لوگوں میں اس رسم کو مذہبی حیثیت حاصل تھی، ان کے خیال میں ایسا کرنے سے روحوں کو خوشی حاصل ہوتی تھی، اسی لیے وہ لوگ یہ خون آشام تماشہ قبرستانوں میں کیا کرتے

marfat.com

تھے۔ بعد میں یہ رسم اتنی ترقی کر گئی کہ ہر خوشی مسرت کے موقع پر، شادی غمی پر، جنگ میں کامیابی وغیرہ کے مواقع پر انسانی جان سے کھیلنے کا تماشا ہونے لگا۔ اور ایک موقع پر سیکڑوں سیافوں (لڑنے مرنے والوں) کی جانیں چلی جاتیں ـــــ زمانہ آگے بڑھا تو کچھ بادشاہوں نے اس پر پابندی لگانے کے قوانین بنائے مثال کے طور پر آگسٹس کے بارے میں ملتا ہے کہ اس نے یہ قانون بنایا تھا۔

"ایک موقع پر ایک سو بیس سے زائد سیافوں کو اپنے کرتب دکھانے کی اجازت نہ دی جاتی، اور کوئی شخص یہ تقریب خوں ریز سال میں دو بار سے زیادہ نہ منائے"

(تاریخ اخلاق یورپ باب ۲، اخلاق قبل مسیح)۔

انھی لوگوں سے مستعار لے کر یورپین اقوام میں سے بعض میں تادیر یہ خطرناک تماشا کاری رائج رہی۔ تا آنکہ اسلام کی روشنی نے تہذیبوں کی کثافت چاک چاک کر دی۔

رسول خاتم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوپایوں اور حیوانوں کو تختۂ مشق اور سامانِ تماشا بنانے سے منع فرمایا۔ اور ایسا کرنے والوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ صحیحین میں ہے۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّخَذَ شَیْئًا فِیْہِ الرُّوْحُ غَرَضًا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی ذی روح کو بطور نشانہ استعمال کرتا ہے۔

اور فرمایا کہ جس کسی نے ایک چڑیا کو بھی کھیل کے طور پر قتل کیا، تو وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے فریاد کرے گی کہ اے اللہ اس نے مجھے کھیل کے لیے مار ڈالا، کسی فائدہ کے لیے نہیں ـــــ شریعت اسلامیہ میں حیوانوں کا باہم لڑانا، ان کا نشانہ بنانا، ان کے چہرے کو جھلسانا، انھیں گرم سلاخوں سے داغنا ممنوع ہے ـــــ رسول رحمت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے گدھے کو دیکھا جس کے چہرے پر داغا گیا تھا۔ تو فرمایا "جس شخص نے یہ کام کیا ہے، اس پر خدا کی لعنت" ـــــ ابو داؤد میں چڑیا کے ان بچوں کا واقعہ آیا ہے جنھیں

marfat.com

صحابہ نے پکڑ لیا تھا اور ان کی ماں پر کھولے منڈلانے لگی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے تھے، اور انھیں چھڑوا دیا تھا ــــــ اسی طرح چیونٹیوں کی بلیں جن میں لوگوں نے آگ لگا دی تھی، رسول رحمت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو لوگوں کو اس کام سے باز رہنے کا حکم دیا۔

marfat.com

حوالے

۱ القرآن، التین ۹۵/۳، ۴

۲ تفسیر احکام القرآن تحت آیت مذکورہ علامہ ابو بکر جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ

۳ القرآن، التغابن ۶۴/۳

۴ " ، عبس ۸۰/۱۷، ۱۸، ۱۹

۵ " ، بنی اسرائیل ۱۷/۷۰

۶ " ، ابن عساکر عن انس رضی اللہ عنہ۔

۷ تفسیر خزائن العرفان للعلامۃ الشیخ محمد نعیم الدین المراد آبادی علیہ الرحمۃ

۸ القرآن ، السجدہ ۳۲/۷، ۸، ۹

۹ " ، الحجر ۱۵/۱۹

۱۰ ابو داؤد، ابن ماجہ مناسک باب مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

۱۱ القرآن ، العصر ۱۰۳/ ۱، ۲، ۳

۱۲ " ، الذاریات ۵۱/۵۶

۱۳ " ، النساء ۴/۱

۱۴ القرآن، الحجرات ۴۹/۱۳

۱۵ " ، الانعام ۶/۱۵۱

۱۶ " ، بنی اسرائیل ۱۷/۳۱

۱۷ " ، الزلزال ۹۹/۷، ۸

۱۸ " ، البقرہ ۲/۷، ۸

۱۹ " ، المائدہ ۵/۴۵

۲۰ " ، الحجرات ۴۹/ ۱۱

۲۱ " ، البقرہ ۲/ ۱۹۵

۲۲ " ، النجم ۵۳/۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹۔

۲۳ القرآن ، الاحزاب ۳۳/۲،

۲۴ تفسیر روح البیان علامہ اسمٰعیل حقی، بن مصطفےٰ احنفی بروسوی، متوفی ۱۱۳۷ھ، تحت آیت مذکورہ بالا

۲۵ تفسیر ضیاء القرآن للعلامۃ پیر کرم شاہ الازہری جلد ۴، ص ۱۰۳، ۱۰۴

۲۶ القرآن، البقرہ ۲/ ۲۱، ۲۲

marfat.com

۲۷ القرآن ، البقرہ ۲/ ۲۱ ، ۲۲

۲۸ " ، الفاتحہ ۱/ ۱

۲۹ " ، الناس ۱۱۴/ ۱تا۵

۳۰ " ، البقرہ ۲/ ۱۸۵

۳۱ " ، الفرقان ۲۵/ ۱

۳۲ " ، السبا ۳۴/ ۲۸

۳۳ " ، الاعراف ۷/ ۱۵۸

۳۴ القرآن ، الاعراف ۷/ ۱۵۸

۳۵ " ، الانبیاء ۲۱/ ۱۰۷

۳۶ " ، الکوثر ۱۰۸/ ۱

۳۷ " ، الخصائص الکبریٰ للعلامہ جلال الدین السیوطی، المتوفی ۹۱۱ھ جلد ۲، ص ۵۸۔

باب دوم

اسلام اور نظام عدل و مساوات

دنیا میں امن و سلامتی کا قیام صرف وہی نظام کر سکتا ہے جو انسانی خرد برد اور دسیسہ کاریوں سے مامون و محفوظ ہو، جس کے نفاذ عمل کی زمام ایسے ہاتھوں میں ہو جو انسانی بہبود کی تڑپ کے ساتھ ساتھ اپنے قلوب میں اپنے پیدا کرنے والے کا خوف رکھتے ہوں، جو خالق کائنات پر یقین رکھتے ہوں، اور ان کے سینے میں یہ احساس زندہ ہو کہ ہمیں بھی اپنے اعمال و کردار کا پورا پورا حساب چکانا ہے۔ اس احساس کے بغیر کوئی سربراہ مملکت تمرد و سرکشی کے چنگل سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

صرف اسلام اپنے اندر یہ ساری صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اسلام میں اصل قانون خدا کا قانون ہے، حاکم اعلیٰ صرف وہی پروردگار ہے۔ اور نفاذِ قانون کے سلسلہ میں ہر ذمہ دار، جو اسلامی ریاست کا سربرآوردہ ہوگا، اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ وہ ایمان باللہ، اور ایمان بالرسول اور یوم الحساب پر مستحکم ہو، اور قوانین اور احکام الٰہیہ کا سب سے زیادہ اپنی ذات پر نفاذ کرنے والا ہو جسے تقویٰ اللہ کے جامع لفظ میں سمیٹ دیا گیا ہو۔

ارشاد رب العالمین ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (القرآن)	حکم نہیں مگر اللہ کا
وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ	اور کسی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور رسول کسی چیز کا فیصلہ کر دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے، اور جو حکم (فیصلہ)

marfat.com

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ ؎۲ (القرآن)

نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا بیشک وہ کھلی گمراہی میں بہک گیا۔

اسلامی مساوات کے بنیادی خطوط

ان خدائی قوانین نے اسلام کو منظم اور مرتب کیا۔ اور ناقدینِ قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھلنے کی تاکید فرمائی۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؎۳ (القرآن)

تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے۔

ان خدائی قوانین سے کوئی بلند و بالا نہیں اور نہ ہی کوئی اس سے مستثنیٰ ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ؎۴ (القرآن)

پس جو کوئی ایک ذرہ برابر نیکی کرے اسے دیکھے گا، اور جو ذرہ برابر برائی کرے، اسے دیکھے گا۔

شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت واضح اصول امت کو مرحمت فرماتے کہ رب تعالیٰ کے نزدیک ظاہری وجاہت اور صوری حسن و جمال ہرگز مطلوب نہیں، وہ پاک بے نیاز ہر ایک شخص کے قلب و دل کے لحاظ سے فیصلہ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ ؎۵ (الحدیث)

یقیناً اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے۔

اور نیکی اور بھلائی کا انحصار محض انسان کی نیتوں پر ہے۔ انسانی فلاح و بہبود اور خیر خواہی کی نیتیں کبھی ضائع نہیں ہوں گی اور بدخواہی کا گھناؤنا چہرہ چاہے تصنع کے کتنے ہی دبیز پردوں میں کیوں نہ لپٹا ہو، رب کائنات کی نگاہوں سے مخفی نہیں۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰى ؎۶ (الحدیث)

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، اور ہر شخص کو وہی کچھ حاصل ہو گا جس کا اس

نے ارادہ کیا ہے۔

عدل کا لغوی مفہوم امام راغب اصفہانی، جن کا اصل نام ابوالقاسم الحسین بن محمد بن الفضل ہے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "المفردات" میں "عدل" کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اَلْعَدَالَۃُ وَالْمُعَادَلَۃُ لَفْظٌ یَقْتَضِیْ مَعْنَی الْمُسَاوَاۃِ۔ — عدالت اور معادلۃ کے معنی مساوات کے ہیں،

آگے لکھتے ہیں ـــــــ "عَدل اور عِدل قریب المعنی ہیں۔ مگر عَدل کا استعمال ان موقعوں پر ہوتا ہے جو غور و فکر سے سمجھ میں آتے ہوں، جیسے آیت اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا میں ہے، اس لیے عدل کے معنی ہوتے سب کے ساتھ برابر کا معاملہ کرنا"۔

پھر علامہ موصوف عَدل کی ایک خاص قسم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک قسم عَدل مطلق کی ہے جس کے بہتر ہونے کا عقل تقاضا کرتی ہو، اور جو کسی دور میں منسوخ نہ ہو"۔

عدل کی ایک دوسری قسم کا بیان اس طرح کرتے ہیں:

"اور ایک عَدل وہ ہے جس کا عدل ہونا شریعت سے معلوم ہوتا ہے، جیسے قصاص اور تعزیرات"۔

عَدل کی بحث کا خلاصہ کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

فَالْعَدْلُ ھُوَ الْمُسَاوَاۃُ فِی الْمُکَافَاۃِ۔[1] — عدل ادائیگی کے موقع پر مساوات کا نام ہے

قرآن مجید نے عدل کو لفظ میزان سے بھی تعبیر فرمایا ہے۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ۔[2] (القرآن) — اللہ نے آسمان کو سربلند کیا، اور (قیام عدل کے لیے) میزان رکھا۔

خدائی نمائندے یعنی رسولانِ عظام اور پیغمبرانِ حق جن مقاصد جلیلہ کی تکمیل کے لیے مبعوث

کیے گئے، ان میں اہم ترین مقصد قیام عدل بھی تھا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ	بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل
وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ	کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب
الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ	اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف
بِالْقِسْطِ ؁ (القرآن)	پر قائم ہوں۔

فلاسفہ میں سے امام غزالی عدل کی تعریف میں لکھتے ہیں:

هُوَ ضَبْطُ الشَّهْوَةِ وَالْغَضَبِ	شہوت وغضب کی قوت کو اس حد تک
تَحْتَ اِشَارَةِ الْعَقْلِ وَالشَّرْعِ ؂	ضبط کرنا کہ وہ عقل وشرع کے تابع ہو جائیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طرح تعریف فرمائی ہے۔

هِيَ مَلَكَةٌ فِي النَّفْسِ تَصْدُرُ عَنْهَا	عدالت ایک ملکہ ہے جس سے ان افعال
الْاَفْعَالُ الَّتِي يُقَامُ بِهَا نِظَامُ	کا صدور ہو، جن سے بآسانی شہر اور
الْمَدِيْنَةِ وَالْحَيِّ بِالسُّهُوْلَةِ ؃	گاؤں کا نظم ونسق چلتا ہے۔

علامہ ابو البقاء کلیات العلوم، فصل العین میں "العدل" کے تحت لکھتے ہیں کہ

عدل وسائل ظلم کی ضد ہے ؅

عدل کی اس تعریف نے عدل کے محدود مفہوم کو اجاگر کیا، مگر دیگر متعدد لغات قرآنی کے محققین، اور رازداران رموز کتاب نے نہایت واضح اور جامع تعریفیں کی ہیں۔

علامہ سید شریف لکھتے ہیں کہ

"افراط اور تفریط کے درمیان اعتدال کا نام عدل ہے۔" ؉

ممتاز مفسر قرآن علامہ شہاب الدین آلوسی نے روح المعانی میں سورۃ نحل آیت ۹۰ کی تفسیر کرتے ہوئے نہایت جامع تقریر فرمائی ہے۔

marfat.com

"آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ . کا مطلب افراط و تفریط کے درمیان توسط کا پاس و لحاظ ہے۔ عدل ام الفضائل ہے۔ سارے فضائل اس میں داخل ہیں غیر معمولی ذہانت اور حد درجہ غباوت کے درمیان متوسط درجہ کا نام عقل ہے کہ جس کی فضیلت ہے، خواہش نفس کی شدت اور بے حسی کے درمیان توسط کا نام عفت ہے۔ غیر معمولی طاقت و شہ زوری اور بزدلی کے درمیان متوسط درجہ کو اصلاً شجاعت کہتے ہیں۔"

اعتقادی امور میں تعلیل، دہی منافع (جیسا دہریوں کا خیال ہے) اور شرک (جو بت پرستوں اور ثنویوں کا خیال ہے) کے درمیان معتدل درجہ کا نام "توحید" ہے۔ ابن عباس نے عدل کی تفسیر میں اسی کو بیان کیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ جبر و قدر کے درمیان معتدل درجہ کسب بھی عدل ہے، اور اسی طرح عملی امور میں عدالت نام ہے ترک عمل، اباحت پسندی، اور ترک مباحات کے بیچ میں واجبات کی ادائیگی پر ثابت قدمی اور عبادات کا، اخلاقی امور میں بخل و اسراف کے درمیان درجۂ متوسط جود و سخاوت بھی عدل ہے۔

علامہ موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں،

حضرت عمر بن عبد العزیز نے حضرت محمد بن کعب قرظی سے عدل کے بارے میں سوال کیا —— تو انھوں نے کہا خوب، تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی، پھر فرمایا —— چھوٹوں کے لیے باپ بڑوں کے لیے بیٹا، برابر والوں کے لیے بھائی، اور اسی طرح عورتوں کے لیے بھی بھائی بن جاؤ۔ لوگوں کو ان کی غلطیوں کے لحاظ سے اور جسمانی طاقت کے موافق سزائیں دو، غصہ کا اظہار ہر ایک سے یکساں نہ کرو، ورنہ ظلم کرنے لگو گے۔ [۱]

خلیفہ عبد الملک کا ایک واقعہ لسان العرب میں مذکور ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے خلیفہ عبد الملک نے دریافت کیا کہ عدل کا کیا مفہوم ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ عدل کی چار شکلیں ہیں۔

marfat.com

۱۔ فیصلہ کے وقت کا عدل، جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا "کہ جب تم فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کرو" [۱۱]

۲۔ گفتگو کے وقت کا عدل، جیسا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے "جب تم بات کرو تو عدل کے ساتھ کرو" [۱۲]

۳۔ عدل فدیہ کے مفہوم میں، جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے "اس (انسانی نفس) کے عوض کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا" [۱۳]

۴۔ عدل فی الشرک، جیسا کہ رب کائنات کا فرمان ہے "منکرین اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں" [۱۴]

قرآن وحدیث میں عدل وانصاف کے سلسلہ میں "العدل" کی طرح "القسط" بھی استعمال ہوا ہے۔ اس کی لغوی توضیح بخاری شریف میں حضرت مجاہد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جو وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ ۔ کی تفسیر میں آئی ہے ـــــ آپ نے فرمایا:

"قسطاس رومی زبان میں عدل کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قسط مقسط کا مصدر ہے، جس کے معنی عادل کے ہیں اور قاسط کے معنی ظالم کے ہیں۔" [۱۵]

لسان العرب میں ہے۔

اَلْمُقْسِطُ هُوَ الْعَادِلُ يُقَالُ اَقْسَطَ	مقسط یعنی عادل، کہا جاتا ہے اَقْسَطَ
يُقْسِطُ فَهُوَ مُقْسِطٌ اِذَا عَدَلَ۔۔	يُقْسِطُ تو جب وہ عدل کرنے والا ہو تو
وَالْقِسْطُ الْعَدْلُ ۔۔۔ اَقْسَطَ	اسے مُقْسِط کہا جاتا ہے۔
فِیْ حُکْمِهٖ عَدَلَ فَهُوَ مُقْسِطٌ [۱۶]	القسط، العدل ہے اقسط فی حکمہ
	یعنی عدل کیا ہے، تو وہ مقسط ہے۔

رب تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام قرآن عظیم میں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں یہ دونوں مادے آتے ہیں ـــــ عدل اور انصاف کے موضوع پر کلام کرتے

marfat.com

ہوئے ان دونوں کا مختصر لغوی بیان ضروری سمجھتے ہوئے یہ سطور قلمبند کی گئیں، تاکہ قاری کو باسانی ام الفضائل "عدل" کے اسلامی مفہوم تک رسائی ممکن ہو۔

آیت عدل اور اس کی اہمیت

قرآن مجید کی وہ آیت کریمہ جو عدل وانصاف کی بنیاد ہے، وہ ائمہ اسلام اور رازدارانِ قوانین شریعت کی نگاہ میں کتنی اہم ہے، پہلے آیت مبارکہ کی تلاوت کا شرف حاصل کرنے کے بعد ہم چند جید اسلاف کے تبصرے تحریر کرتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۔ [۱۷] (القرآن)

بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا، اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

تفسیر روح المعانی میں صاحب تفسیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ لَوْلَمْ يَكُنْ فِي الْقُرْآنِ غَيْرُ هٰذِهِ الْآيَةِ لَكَفَتْ [۱۸]

علماء کی بڑی تعداد کا یہ قول ہے کہ اگر قرآن مجید میں صرف یہی ایک آیت نازل ہوتی تو (ہدایت کے واسطے) کافی تھی۔

حافظ الحدیث علامہ عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر میں مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

إِنَّ أَجْمَعَ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ فِي سُورَةِ النَّحْلِ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ [۱۹]

قرآن کی جامع ترین آیت سورہ نحل میں ہے، إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ۔

اسلام میں عدل وانصاف قانونی احکام ہیں جن پر عمل درآمد لازمی وضروری ہے۔ ان سے گریز اور سرتابی دنیا میں تباہ کاری وخذلان اور آخرت میں سزائے سخت کا موجب ہوتا ہے

marfat.com

اور دوسری قوموں کی طرح انصاف اور عدل محض اخلاقی چیز نہیں ـــــ اسی اہمیت کے پیش نظر خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو خطبۂ جمعہ کا مستقل جزء بنا دیا تھا۔

حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اس کے تحت لکھتے ہیں۔

"ابن عیینہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ عدل ظاہر و باطن دونوں میں برابر حق و طاعت بجا لانے کو کہتے ہیں اور احسان یہ ہے کہ باطن کا حال ظاہر سے بہتر ہو اور فحشاء و منکر و بغی یہ ہے کہ ظاہر اچھا ہو، اور باطن ایسا نہ ہو۔ بعض مفسرین نے فرمایا ـــــ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم دیا اور تین چیزوں سے منع فرمایا ـــــ عدل کا حکم دیا اور وہ انصاف و مساوات ہے اقوال و افعال میں، اس کے مقابل فحشا یعنی بے حیائی ہے اور وہ قبیح اقوال و افعال ہیں اور احسان کا حکم فرمایا، وہ یہ کہ جس نے ظلم کیا اس کو معاف کرو، اور جس نے برائی کی اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ اس کے مقابل منکر ہے یعنی محسن کے احسان کا انکار کرنا، اور تیسرا حکم اس آیت میں رشتہ داروں کو دینے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی اور شفقت و محبت کرنا، اس کے مقابل بغی ہے، اور وہ اپنے آپ کو اونچا کھینچنا اور اپنے علاقہ داروں کے حقوق تلف کرنا ہے ـــــ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت تمام خیر و شر کے بیان کو جامع ہے ـــــ یہی آیت حضرت عثمان بن مظعون کے اسلام لانے کا سبب ہوئی، جو فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے ایمان میرے دل میں جگہ پکڑ گیا ـــــ اس آیت کا اثر اتنا زبردست ہوا کہ ولید بن مغیرہ اور ابوجہل جیسے سخت دل کفار کی زبانوں پر اس کی تعریف آ ہی گئی" [۲۰]

تقویٰ اور پارسائی تعلیمات اسلامی پر عمل درآمد کا اعلیٰ ثمرہ ہے۔ قرآن مقدس نے عدل و انصاف کو تقویٰ کی کلید فرمایا ہے ـــــ ارشاد رب العالمین ہے:

marfat.com

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (القرآن)

انصاف کرو وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

راہ عدل کے روڑے جنہیں اسلام نے ہٹا دیا

انسان کی فطرت میں جذبات رکھے گئے ہیں جو گاہے گاہے اسے انصاف سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسانی فکر و نظر اور کردار و عمل کی بخیہ گری جن اجزاء سے ہوئی ہے۔ خالق کل، اور مالک تمام کو سب کچھ معلوم ہے۔ اسی لحاظ سے عدل و انصاف کے تقاضوں کی تکمیل میں جو روڑے حائل ہوتے ہیں، احکام قدرت نے ان کی وضاحت سے نشاندہی فرمادی اور مرض کی شناخت کے بعد اس کا علاج آسان ہو جاتا ہے۔ عدل و انصاف کی راہ میں عام طور پر دو چیزیں حائل ہوتی ہیں۔

۱۔ کسی کی بے جا حمایت و طرفداری ۲۔ کسی سے مخالفت و دشمنی

رب تعالیٰ نے ان دونوں راہوں سے انصاف کی پامالی کو ہمیشہ کے لیے بند فرمایا اور حکم نازل کیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کی گواہی دیتے ہوئے چاہے اس میں تمہارا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا، جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو، ہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ جا پڑو، اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا روگردانی کرو تو اللہ کو تمہارے

marfat.com

خَبِیۡرًا ۔ [22] (القرآن) کاموں کی خبر ہے۔

اپنی ذات کے لیے رشتہ داروں اور اہلِ تعلق کے لیے انسان ناروا کو بھی رُوا کرتا رہتا ہے جائز کو بھی ناجائز گردانتا ہے، ناحق کو بھی حق سمجھ کر اپنا تا رہتا ہے، اس آیت مبارکہ نے ایمان والوں کو اس غلط کاری سے بچانے کے لیے ہدایت فرمادی۔ اسی طرح کسی کی مخالفت اور معاندت کسی سے دشمنی کا جذبہ بھی گاہے گاہے انسان کو انصاف کے توازن پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ ربِ کائنات نے اس کمزوری کو بھی مومنوں سے دُور فرمانے کے لیے حکم صریح فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا	اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب قائم
قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫	ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دیتے
لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی	ہوئے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر
اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ۔ [23] (القرآن)	نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو۔

کوئی کیسا ہی دوست یا قریبی کیوں نہ ہو، اہلِ ایمان کے انصاف کا ترازو اسے اگر مجرم ہے تو قرار واقعی سزا دے گا، جیسا کہ خیر القرون میں اور اس کے بعد ہوا ـــــ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان اور یہودی کے نزاع میں یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے پر حد جاری فرمائی۔

عدل و انصاف کا دائرہ پوری زندگی کے معاملات کو محتوی ہے۔ جیسا کہ آپ پر سطور بالا میں علمائے اسلام کے بیان سے واضح ہوا ـــــ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر چند اور آیات قرآنیہ درج کی جائیں۔

ارشادِ ربُّ العالمین ہے

اِنَّ اللّٰهَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا	بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں
الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهۡلِهَا ۙ وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ	جن کی ہیں ان کے سپرد کرو، اور یہ کہ جب
بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ	تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ

marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًاۢ بَصِیْرًا ﴿۵۸﴾	فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔
(القرآن)	

سورۂ انعام میں حلت و حرمت کی اہمیت، شرک کی مذمت، والدین کے ساتھ حسن سلوک، مفلسی کے خوف سے قتل اولاد کی مذمت، بے حیائیوں سے اجتناب کی تاکید، انسانی جانوں کے ضیاع سے بچنے، یتیموں کے مال کی حفاظت کے اصول، صحیح ناپ تول کی تعلیم اور ظلم و ستم سے کنارہ کشی کی تعلیم کے بعد، ہر معاملہ میں عدل و انصاف کی راہ پر گامزن رہنے کی تاکید اس طرح فرمائی جا رہی ہے

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ (القرآن)	اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو، اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو، اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو، یہ تمہیں تاکید فرمائی، تم نصیحت قبول کرو۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ نے اپنے محبوب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے اور حضور اکرم کے واسطہ سے اللہ کے تمام بندوں کو بھی اس پر عمل ضروری ہے۔

وَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ ؕ ﴿۱۵﴾ (القرآن)	اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم ہوا ہے اور ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو، اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کوئی کتاب اللہ نے اتاری اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تم میں انصاف کروں۔

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں ان کے ذریعہ عدل و انصاف سے فیصلہ کرنے کا حکم فرماتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً	اے داؤد! بے شک ہم نے تمہیں زمین

marfat.com

فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (القرآن) کا نائب کیا، تو لوگوں میں سچا حکم کر۔

عدل کا ترازو
اسلامی عدل کے ترازو میں تمام انسانوں کو مساویانہ حق ہے۔ کسی شریف کی شرافت اور کسی غیر شریف کی ذلت اسے عدلِ اسلامی سے محروم نہیں کرتی، کسی کمزور کی کمزوری اور کسی قوی کی قوت اسلامی عدل پر اثر انداز نہیں ہوتی، وہ ایسا غیر متعصب ترازو ہے جو اپنے فرائض میں کسی سے غفلت اور کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ اس کے تحت ظالم اپنے ظلم کے مطابق ضرور سزا یاب ہوگا۔ —— آئیے! اسلام کے تعزیری قوانین کے باب میں نص قرآنی سے آنکھ روشن کیجئے۔

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا	اور جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو
عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ وَ	(شریعت کورٹ کے ذریعہ) اتنی ہی جتنی
اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ	اس نے کی ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو،
الْمُتَّقِیْنَ ۲۸	جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔

سورۃ نحل میں ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ	اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا جیسی تمہیں
مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۲۹	تکلیف پہنچائی گئی تھی۔

ظلم کے حساب ہی سے بدلہ اور نقصان کے لحاظ ہی سے جرمانہ کے سلسلہ میں یہ آیت مبارکہ قانون اسلامی کا ماخذ ہے۔

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ	جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے
بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ	آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے
الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ	بدلے کان، اور دانت کے بدلے دانت
وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۳۰ (القرآن)	اور زخموں میں بدلہ ہے۔

یعنی اگر کسی نے کسی کو قتل کیا، تو اس کی جان مقتول کے بدلے میں ماخوذ ہوگی، خواہ وہ مقتول مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، مسلم ہو یا ذمی، اسلامی قانون کا سایۂ کرم ہر ایک پر یکساں سایہ

marfat.com

گستر اور کرم طراز ہے ـــــــ اپنی نظم فلسفۂ غم میں ڈاکٹر اقبال مرحوم اسی رمز کی عقدہ کشائی کرتے ہیں۔ ؎

ایک اصلیت میں ہے نہر روان زندگی!
گر کے رفعت سے ہجوم نوع انسان بن گئی

انسانی جسم و جان کے خالق و مالک نے اپنے الہٰی نظام میں اسی لیے انسانی جان کے احترام کا حکم صراحت سے فرمایا ہے ـــــــ اقضی القضاۃ علامہ ابوالحسن بصری ماوردی اپنی معروف کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں اصول قضا کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اَلتَّسْوِيَةُ فِي الْحُكْمِ بَيْنَ	کمزور اور قوی، اور شریف وغیر شریف
الْقَوِيِّ وَالضَّعِيفِ وَالْعَدْلُ فِي	کے مابین برابری کا برتاؤ کرنا، کورٹ
الْقَضَاءِ بَيْنَ الْمَشْرُوفِ وَ	اور فیصلہ میں انصاف کا تقاضا پورا کرنا
الشَّرِيفِ۔[۱۳۱]	ضروری ہے۔

علامہ موصوف نے قرآن مجید کی مذکورۃ الصدر آیت کریمہ سے بھی استشہاد کیا ہے۔ اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مکتوب گرامی کا حوالہ دیا ہے۔ جو آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو تحریر فرمایا تھا۔ اس مکتوب کا مخصوص حصہ جو موضوع سے تعلق رکھتا ہے، یہ ہے:

"اپنی مجلس میں ہمیشہ لوگوں کے مابین انصاف سے کام لو تا کہ کوئی عزت والا شخص تم سے ظلم کی امید نہ رکھے، اور کوئی کمزور شخص تمہارے عدل سے مایوس نہ ہو۔"[۱۳۲]

✡

عدل و مساوات کے قرآنی قوانین اور اصول کے ساتھ ساتھ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ مساوات انسانی اور انصاف و معدلت کے سلسلہ میں چند فرامین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی سپرد قلم کر دیے جائیں جو یقیناً اسلامی مساوات کے بنیادی خطوط ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل اسلامی کی راہ میں آنے والے تمام روڑوں کو کس طرح ہٹا کر انصاف و مساوات کو خار و خس سے صاف

marfat.com

کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا	اللہ نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع اور
حَتّٰی لَا یَفْخَرُ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَّ	انکساری کے ساتھ رہو ـــــ تاکہ
لَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ [۳۳]	کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے، اور
(الحدیث)	نہ کوئی کسی پر ظلم وستم کرے۔

احساس برتری اور فخر نسبی بھی اسلامی عدل وانصاف میں کبھی حائل نہ ہو۔ فرمان رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پیش نظر رہے ـــــ فرمانِ حضور ہے:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذْھَبَ عَنْکُمْ	اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور
عُلِّیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَ فَخْرَھَا	آباو اجداد پر فخر کو دور کر دیا ہے۔ اب
بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا ھُوَ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ اَوْ	یا تو پرہیزگار مومن ہے یا بدبخت نافرمان
فَاجِرٌ شَقِیٌّ اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ بَنُوْ	سارے لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم
اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ [۳۴] (الحدیث)	کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔

معاشرے کی بلند وپست خلیج کو فرمان رحمت للعالمین نے ختم کرنے میں انقلابی کردار ادا کیا ہے۔ کاش مسلمان ان دُرِ رولا ل کو اپنے عملی کردار کی زینت بنائیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کا
سَلَّمَ اَنْسَابُکُمْ ھٰذِہٖ لَیْسَتْ	نسب اس کے لیے گالی اور عیب کی بات
بِمَسَبَّۃٍ عَلٰی اَحَدٍ کُلُّکُمْ بَنُوْ اٰدَمَ	نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو، ایک منزل
طَفُّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَئُوْہُ	میں ہو۔ کسی کو کسی پر اس حیثیت سے امتیاز
لَیْسَ لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ فَضْلٌ	کا حق نہیں ـــــ ہاں دین اور تقویٰ
اِلَّا بِالدِّیْنِ وَ تَقْوٰی۔ [۳۵] (الحدیث)	کے لحاظ سے فرق مراتب ہو سکتا ہے۔

چنانچہ قرون اولیٰ میں حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنے بے داغ کارناموں سے

marfat.com

ان قوانین اسلامیہ کے عنوانوں میں رنگ بھر کر یہ ثابت بھی کر دیا کہ اسلامی اصول عدل و انصاف کی نگاہ میں حاکم و محکوم، قوی و ضعیف، مومن و غیر مومن، مرد و عورت اپنے پرائے۔ کسی کا کوئی امتیاز نہیں ہے ـــــ آگے کے صفحات میں اس کی روشن مثالیں آ رہی ہیں۔

شاہ و گدا برابر اسلام کی نظر میں

اسلامی قوانین اور تہذیب کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عبادات سے معاملات تک ہر جگہ اسلام میں مساوات کا یکساں دور دورہ ہے ـــــ آئیے دیکھئے یہ اسلامی عبادت گاہ مسجد ہے، جہاں خدائے واحد کی عبادت کی جاتی ہے۔ ایک ہی صف میں شاہ و گدا، امیر و غریب سب کھڑے ہیں۔ کسی امیر کبیر، کسی راعی و حاکم کے لیے یہاں کوئی مخصوص نشست گاہ نہیں ہے۔ امیر الامراء صف میں کھڑا ہے، ایک فقیر و نادار آیا وہ بھی اس کے شانے سے شانہ جوڑ کر بلا تکلف کھڑا ہو گیا۔ اس عبادت خانے کے دروازے پر کسی کے لیے "داخلہ ممنوع" کا سائن بورڈ نظر نہیں آئے گا۔

لیجئے رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا۔ ایک مخصوص وقت سے مخصوص وقت تک ہر ایک کو کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا ہے۔ امیر غریب سب یکساں اس قانون کے پابند ہیں۔ بادشاہ کو بھی کھانا پینا حرام ہے، فقیر بھی اس قانون کا پابند ہے۔ اور اگر کسی عالم و فقیہ، یا امیر و کبیر اور بادشاہ و حاکم نے بھی حدود الصوم کو توڑا تو خدائی قانون کا مجرم ہو گا۔ اسے بھی انہی تعزیرات کے مطابق سزا بھگتنی ہے، کفارہ ادا کرنا ہے، جس طرح ایک عام غریب مسلمان کو کرنا ہے۔

مساوات اسلامی کا نظارہ کرنے کے لیے مشاعر مقدسہ کی طرف دو قدم بڑھیے۔

دنیا بھر کے حجاج کرام مرکز توحید کی طرف حج کے ارادے سے جمع ہوتے ہیں۔ ان میں امیر و کبیر بھی ہیں، اور نادار و کم حیثیت بھی۔ مگر قربان جائیے اسلامی مساوات کے قانون پر کہ دو کپڑوں کا فقیرانہ "احرام" بادشاہوں کے جسم پر بھی ہے اور بالکل ویسا ہی احرام عام مسلمانوں نے بھی پہن رکھا ہے۔ عالم انسانیت کو یہ درس نشر ہو رہا ہے کہ یہاں ہی نہیں

marfat.com

ہر جگہ اسلام نے امارت اور تفوق کی بنیادوں پر تیشہ زنی کی ہے۔ دولت اور حکومت کے خمار سے مخمور، انسانوں کو مساوات کا ترش و تلخ گھونٹ پلایا ہے تاکہ انسان اپنی اصلیت کو فراموش نہ کرے، کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوتے کسی امیر کی امارت یا فقیر کا فقر اسے ایک دوسرے پر امتیاز نہیں بخشتا۔ وہاں سب کے سب صرف ایک خدا کے ایک جیسے "بندے" ہونے کی حیثیت سے حاضر ہیں۔ وہاں چھوٹے بڑے، کالے گورے، شرقی غربی سب مل کر ایک ہی نغمہ سنا رہے ہیں۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔	حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں بے شک تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں بیشک سب تعریفیں، ساری نعمتیں تیری ہی ہیں، اور ملک بھی تیرا ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

تلبیہ کے آخری فقرہ سے بھی اس عنوان پر روشنی پڑتی ہے کہ ملک و سلطنت، سب کا اختیار اعلیٰ محض خدائے تعالیٰ کے پاس ہے۔ اب ملک خدا میں قانونِ خدا کا نفاذ، احکام خدا کے مطابق کرنے والا ہی رب کا برگزیدہ بندہ ہے۔

آج کی مسلم دنیا اور اسلامی نظام

اہل مغرب اور مغربی افکار و نظریات سے متاثر لوگوں کا عام طریقِ مطالعہ یہ ہے کہ وہ اسلام کو موجودہ دنیا کے مسلم ممالک کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ اور انہی آئینوں میں اصل اسلام کو نہ پاکر معاذ اللہ مذہب کو الزامات کا نشانہ بناتے ہیں لیکن اگر ذرا تامل سے کام لیا جائے تو یہ طریقہ نہایت غیر منطقی ہے۔

آج کی مسلم ریاستیں، مسلمانوں کی آبادکاری کا مرکز ضرور ہیں مگر وہاں اسلامی قوانین کا نفاذ کہاں تک ہے وہ ڈھکی چھپی بات نہیں، زمین کی پوری گولائی آج "امریکن" اور "روسی

تسکار گاہ بھی جانی ہے ـــــ بلکہ امریکہ اپنے ورلڈ آرڈر کے ذریعے روئے زمین پر حکمرانی چاہتا ہے۔ جہاں کھلے بندوں انسانی حقوق کی پامالی کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ یہ معاملہ صرف ویت نام، فلسطین، افغانستان، یمن، گرینا ڈا، لیبیا، کشمیر و عراق تک ہی تو محدود نہیں رہا۔ عقل و نگاہ رکھنے والے خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلم ممالک میں کوئی ان دونوں طاغوتی پنجوں سے آزاد نہیں۔ بلا واسطہ یا بالواسطہ ہر جگہ ان کا اثر و نفوذ ضرور موجود ہے۔ اور جب اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کے بجائے الا لامریکہ یا الا لروسیا ہے تو اس زمین پر الٰہی قانون کا نفاذ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

مگر ہاں! الحمد للہ کہ زمین کے ہر گوشہ میں تکبیر کی آواز ابھر رہی ہے۔ اور بالخصوص صدیوں سے ظلم کے شکنجہ میں گرفتار رہ کر مسلمان ریاستیں اب انقلابی کروٹ لے رہی ہیں ـــــ اور تمام مسلم ملکوں میں نظام اسلام، نظام مصطفےٰ اور شرعی قوانین کے نفاذ کی جانب پیش قدمی ہو رہی ہے۔ اس وقت مسلمان ممالک عالمی پیمانہ پر سپر پاورز کے وسیع جالوں میں اس طرح گرفتار ہیں کہ انھیں صلح و جنگ اور باہمی ربط و تعلق کے لیے بھی اسلامی قوانین کی رعایت دشوار ہو رہی ہے ـــــ یاد رہے کہ ان بندشوں کو یک بیک نہیں توڑا جا سکتا۔ تا آنکہ اندرونی طور پر مسلم ریاستیں خود پہ اسلامی اصولوں کی پابندی کو لازم نہ کر لیں۔

جس طرح ابتدائے اسلام میں غلامی کی سنت کو ختم کرنے کی اسکیمیں چلائی گئیں، اسلام ہی دنیا میں غلامی کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا دشمن ہے مگر اس زمانے میں پوری دنیا چوں کہ غلام سازی، یا غلامی کی دلدل میں گرفتار تھی۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں تھا کہ مدینہ کے مٹھی بھر مسلمان یک لخت اس عالمگیر وبار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے دنیا سے غلامی کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ مگر رفتہ رفتہ نظام اسلام اپنے کامل اصولوں کو پھیلاتا گیا۔ یہاں تک کہ عرب سے اور پھر اسلام اور مبلغینِ اسلام کے ذریعہ دنیا سے غلامی کا خاتمہ ہو گیا۔ دنیا کے جن جن خطوں میں مسلمانوں کی کثرت ہے، وہ مسلم ریاستیں ضرور ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی "اسلامی ریاست" اس وقت کہا جائے گا جب وہاں من کل الوجوہ خدائی قانون کا نفاذ ہو۔

marfat.com

سیرتِ رسول اکرم اور عدل و مساوات

رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں عدل و مساوات کی جلوہ گری کا نظارہ کرنے کے لیے تو سیرت پاک کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیے ـــــ مگر یہاں میں سیرت پاک کے چند آبدار موتی حاضر خدمت کرتا ہوں۔

"غزوۂ بدر کبریٰ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی صفیں درست کر رہے ہیں، آپ کے دستِ مبارک میں لکڑی کی ایک چھڑی ہے۔ ایک صحابی صف میں برابر نہیں تھے، آپ نے انہیں چھڑی سے بغل میں کچوکا لگایا، تاکہ وہ برابر ہوجائیں وہ معلم عدل و مساوات صلے اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو آپ نے اعلانِ عام کیا کہ اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو تو وہ مجھ سے لے لے۔ وہ صحابی آئے اور کہا، یا رسول اللہ! بدر کے روز آپ نے مجھے لکڑی سے کچوکا لگایا تھا، جس سے مجھے تکلیف ہوئی تھی، میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں ـــــ حضور نے فرمایا: میں حاضر ہوں ـــــ بدلہ لے لو ـــــ صحابی نے کہا جس وقت آپ نے مجھے کچوکا لگایا تھا میرے جسم پر کرتا نہیں تھا، میں آپ سے اسی انداز میں بدلہ لینا چاہتا ہوں ـــــ حضور نے کرتا اٹھا کر پہلو اور پشت مبارک اس پر پیش کی ـــــ اس صحابی نے بے تاب بڑھ کر پشت رسول، اور مہر نبوت شریف کو بوسہ دیا ـــــ اور کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، تمنا یہ تھی کہ زندگی میں ایک بار آپ کی مہر نبوت شریف کو بوسہ دے کر سامانِ آخرت کر دوں۔

اس عاشق رسول صحابی کی تمنا تو کچھ اور تھی ـــــ مگر قربان جایئے عدل و مساوات کے معلم حقیقی سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعلیم اور نمونۂ عمل پر کہ حالت علالت میں ایک شخص کو اس کا حق دینے کے لیے جسدِ مبارک کو پیش فرما دیتے ہیں۔ عدل اسلامی مساوات

marfat.com

حقیقی کی اس عملی تصویر سے ہی اسلامی اصولوں کی ترتیب ہے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمان بہت خستہ حال اور کمزور تھے، وسائل حرب اور سواریاں بھی کم تھیں۔ ایک اونٹ پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روانہ ہوتے۔ ایک وقت میں دو آدمی اونٹ پر سوار ہوتے، اور تیسرا مہار تھام کر پیدل چلتا تھا۔ صحابہ کرام کی فدائیت اور جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ حضور کے اشارۂ ابرو پر اپنی جانیں تک نثار کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ اثنائے راہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو چشم فلک نے دیکھا کہ حضرت علی اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما شتر پر سوار ہیں اور حضور اس کی مہار پکڑے پیدل، پیدل چل رہے ہیں۔ اذعان کہتا ہے کہ مولائے کائنات علی المرتضیٰ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما نے ضرور عرض کیا ہوگا کہ سرکار آپ سواری پر تشریف رکھیں، حضور یہی شرف ہمارے لیے کیا کم ہے کہ جس باوقار نبی کی اونٹنی کی مہار جبرئیل امین پکڑ کر چلیں، ہمیں وہ خدمت نصیب ہو،

حضور! ہم پیدل چلنا زیادہ پسند کرتے ہیں ــــــ اس بات سے کہ حضور پیدل چلیں ــــــ آقا و مولا نے فرمایا ہوگا کہ میں علاً دنیا میں مساواتِ اسلامی کو برپا کرنے کے لیے آیا ہوں ــــــ یہی شان ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿٣٦﴾ (القرآن) — اور بے شک تمہاری خو تو بڑی شان کی ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴿٣٧﴾ (القرآن) — بے شک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مساویانہ برتاؤ کی عملی تصویر آپ ابھی آگے چل کر

marfat.com

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سفر بیت المقدس میں پائیں گے۔

حجۃ الوداع کا موقع ہے۔ شمع رسالت کی جلو میں شیدائیانِ اسلام، قدسی نفوس صحابۂ کرام حج ادا کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع اکٹھا ہے، مشاعر مقدسہ رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے وجود سے نور علیٰ نور ہیں، چاہ زمزم کے گرد حجاج کی آمد و رفت جاری ہے، کثرتِ ہجوم سے زمزم کا پانی گدلا ہو گیا ہے۔ حضور کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے حضور کے چہرۂ انور پر پیاس کے آثار دیکھے اور غلام سے کہا، سرکار کے لیے گھر کی صراحی میں رکھا ہوا آبِ زمزم پیش کرو ـــــ غلام لپکا ـــــ مگر سید عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا، اور فرمایا ـــــ میں گھر کی صراحی کا صاف و شفاف، اور ٹھنڈا پانی پینے کے بجائے حوضِ زمزم سے پینا زیادہ پسند کرتا ہوں، جس سے تمام مسلمان پی رہے ہیں ـــــ اللہ اللہ قربان ہو ہماری جان اور مال اس آقا و مولیٰ پر جس نے غلاموں سے برتاؤ کا ایسا اعلیٰ کردار دنیا کو بخشا جس کی نظیر سے تاریخ انسانیت نابلد ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَسَلَّمَ اَبَدًا۔ علم عدل و مساوات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ گرامی کو پھر نگاہ عبرت سے دیکھیے اور قول و عمل کا تطابق ملاحظہ فرمائیے۔

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَبْيَضَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَبْيَضَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى [۱۳۹]	عرب کے کسی باشندے کو عجمی پر، اور عجم کے کسی باشندے کو عربی پر، گورے رنگ والے کو کالے پر، اور کالے رنگ والے کو گورے آدمی پر، کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کا ذریعہ محض تقویٰ ہے۔

وہ رحمت عالم ہے شہ اسود و احمر ✲ وہ سید کونین ہے آقا تمام ہے

وہ عالم توحید کا مظہر ہے کہ جس میں ✲ مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے

marfat.com

اسلامی مساوات کے تاریخی شواہد

اسلامی قانون اپنے اندر مساوات کا مستحکم اصول رکھتا ہے اور یہ صرف کتابوں کی مرقوم باتیں نہیں بلکہ روئے زمین کے سچے حقائق ہیں ــــــ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جب اسلامی قانون نافذ تھا تو راعی اور رعایا سب پر یہ احساس غالب تھا کہ ہم سب سے زبردست بھی ایک قوت رب العالمین اور احکم الحاکمین کی ہے جس کے رُوبرو ہمیں پیش ہونا ہے، اس قانون نے سب کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا تھا اور یہ ثابت کر دیا تھا کہ قانون کی نگاہ میں کوئی ممتاز نہیں، سب برابر اور مساوی ہیں ــــــ جس زمانے میں غلامی ایک بدترین لعنت تصور کی جاتی تھی اور غلاموں کو حیوانوں سے بدتر درجہ دیا جاتا تھا۔ نظام اسلام نے اسے کیا درجہ دیا۔ ملاحظہ کیجئے۔

"یہ زید ہیں، حضور کے آزاد کردہ غلام اور عرب کے اشراف الاقباتِ قریش کی ایک معزز لڑکی زینب بنت جحش سے ان کا نکاح ہو رہا ہے، یہ اس نبی اعظم کا نظام ہے، جس کے اعجاز نے اتنا بھاری انقلابی اقدام فرمایا۔"

مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار میں "مواخات" قائم فرماتے ہیں کہ ایک مہاجر ایک انصاری کا بھائی بن جائے تو بلال بن رباح حبشی کو خالد بن رویحہ خثعمی کا بھائی بنا دیا ــــــ خارجہ بن زید اور ابوبکر صدیق بھائی بھائی بن گئے ــــــ اور یہ بھائی چارگی صرف الفاظ کی حد تک نہیں تھی، بلکہ حقیقی بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے درد وغم اور مسرت وشادمانی میں ہمیشہ شریک رہے۔

غزوہ موتہ میں حضرت زید کو امیر لشکر بنایا اور ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ کو روم بھیجے جانے والے لشکر کا کمانڈر مقرر فرمایا۔ جس لشکر میں صف اول کے جلیل القدر صحابۂ کرام حتیٰ کہ حضرات شیخین ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، اور سعد بن ابی وقاص بھی تھے جو حضور کے رشتہ دار تھے اور عشرۂ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔

ابھی یہ لشکر روانہ نہ ہو پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو جاتا ہے، اور

marfat.com

آپ اپنے رفیقِ اعلیٰ کے جوارِ کرم میں منتقل ہو جاتے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)
اور حضرت ابوبکر صدیق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین مقرر ہوتے ہیں اور لشکرِ اُسامہ روانہ کیا جاتا ہے۔ دنیا نگاہ عبرت سے دیکھے کہ

اُسامہ بن زید گھوڑے پر سوار مدینہ سے باہر نکل رہے ہیں، اور امیر المومنین جانشینِ رسولِ اکرم ابوبکر صدیق رکاب کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، غبار اُڑ رہا ہے ـــــ حضرت اُسامہ پاسِ ادب سے رُک کر گھوڑے سے اُترنا چاہتے ہیں ـــــ تو آپ فرماتے ہیں تمہیں خدا کی قسم ہے ـــــ ہرگز نہ اُترنا ـــــ میں تمہاری سواری کے ساتھ چل کر راہِ خدا میں خود کو غبار آلود کر لوں تو میرا کچھ نقصان نہ ہو جائے گا۔

خلیفۂ رسول اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دیر تک جیش اسامہ کے ساتھ پیدل چلتے رہے اسی اثناء میں انہیں خیال آیا کہ امورِ خلافت کے سلسلہ میں مجھے عمر فاروق کی ضرورت ہوگی، تو یہ نہیں کرتے کہ انھیں رُکنے کا حکم دے دیں ـــــ بلکہ وہ چونکہ جیش اسامہ کے ایک سپاہی کی حیثیت سے اس لشکر میں شامل ہیں ـــــ اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ سے فرماتے ہیں کہ

"اگر آپ مناسب خیال کریں تو عمر کو میری معاونت کے لیے مدینہ میں چھوڑ جائیں۔"

کوئی اندازہ لگائے، اسلامی مساوات انسانی کی عظمت کا کہ ایک نوعمر غلام زادہ اسلام کے دامن میں آکر صدیق و عمر کے لیے لائقِ احترام بن جاتا ہے۔

اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں عمار بن یاسر کو کوفہ کا گورنر مقرر فرماتے ہیں۔ جو انقلاب اسلام سے پہلے جاہل عربوں کی غلامی میں شدید تکالیف کا شکار ہو چکے تھے ـــــ اور کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وقت اخیر چھ آدمیوں کی شوریٰ مقرر کر دی تھی کہ یہ اپنے مشورے سے خلیفہ مقرر کریں تو اسی کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ؛

"اگر ابو حذیفہ کے غلام سالم زندہ ہوتے تو میں انہیں منصب خلافت سونپ دیتا"

عدلِ فاروقی

پورا جزیرۂ عرب قحط میں جل رہا ہے خشک سالی نے انسانوں اور چوپایوں کو دُبلا کر دیا ہے، نخلستان، کھیتیاں اور چراگاہیں سبزہ زار نہیں، سوکھی گھاسوں اور کانٹوں کی آماجگاہ ہو چکی ہیں ـــــ ایسے عالم میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی پشت پر غلے اور اناج لاد کر لوگوں تک خود پہنچاتے ہیں، شب و روز لوگوں کی خبر گیری کرتے ہیں۔ آپ کا تنومند جسم لاغر ہو گیا ہے، کثرت مشاغل سے چہرہ پر سیاہی چھا گئی ہے، کیونکہ آپ نے اس روز سے کسی دن شکم سیر ہو کر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ جب سے قحط کی ابتداء ہوئی ہے اسی زمانے میں آپ اپنے گھر میں داخل ہوتے ہیں، اپنے فرزند کے ہاتھوں میں تربوز کی ایک قاش دیکھ کر پُر جلال ہو جاتے ہیں ـــــ آج جب کہ لوگوں کو کھانے کے لیے کھانا اور پینے کے لیے پانی ملنا دشوار ہو رہا ہے، عمر کے گھر میں تربوز کھایا جائے یہ نہیں ہو سکتا، بچہ کے ہاتھوں سے تربوز لے لیتے ہیں ـــــ آخر کیوں ـــــ؟ اسی احساس مسئولیت کے تحت جان پر رب تعالیٰ کی جانب سے ڈالی گئی تھی اور وہ اس احساس سے زیر بار تھے۔

دورِ فاروقی میں مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے، ان کے بیٹے نے کسی بات پر کسی مصری کو کوڑا مارا اور اپنے آباؤ اجداد کی بڑائی بیان کی، اور ان پر فخر یہ جملے کہے، مقدمہ دربار فاروقی میں پیش ہوا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصری کو عمرو بن عاص کے بیٹے سے اسی طرح بدلہ لینے کا فیصلہ صادر فرمایا، اور گورنر مصر سے کہا،

"تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنایا، حالانکہ یہ سب لوگ اپنی ماں کے شکم سے آزاد پیدا ہوئے ہیں۔" [۳۹]

ان مقدس صحابہ کا لشکر اسلامی پرچم لہراتا ہوا، عرب کی سرزمین سے نکل کر اطرافِ عالم میں پھیلا تو فتح و ظفر نے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کیا، یہ صرف ان کے کمالات حرب کی وجہ سے نہیں، بلکہ انسانی انس و محبت، اور ظلم و بربریت کے شکنجہ میں جکڑی ہوئی انسانیت کو آزاد کرانے کا جذبہ محکم خلوص و للہیت سے بھرپور تھا ـــــ روم کی زمین جب ان پاکیزہ نفوس کے قدموں سے

marfat.com

بہرہ مند ہوئی تو ان رومی حق پوشوں نے اس جماعت کی شجاعت و بسالت کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ، اور انسان دوستی کی بھی تعریف کی۔ ایک رومی سردار لشکر کہتا ہے۔

"شب میں تم انھیں عبادت گذار پاؤ گے اور دن کو روزہ دار، عہد وفا کرتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، اور باہم پورا، پورا انصاف اور مساوات برتتے ہیں۔" ۴۰

ایک دوسرے کا قول ہے:

"وہ دن کو شہ سوار ہوتے ہیں تو شب میں عبادت گذار، اپنے مفتوحہ علاقہ میں بھی وہ قیمت سے خرید کر کھاتے ہیں، سلام کرکے داخل ہوتے ہیں، اور اس طرح جم کر جہاد کرتے ہیں کہ دشمن کا صفایا کر دیتے ہیں۔" ۴۱

تیسرا اس طور پر اعتراف حقیقت کرتا ہے۔

"انھیں رات کو دیکھو گے تو کہو گے انھیں دنیا سے کوئی تعلق نہیں، اور ان کا عبادت کے سوا کوئی کام نہیں، اور دن میں گھوڑے کی پشت پر اس طرح نظر آئیں گے، گویا یہی ان کا کام ہے۔ بڑے تیر انداز، بڑے نیزہ باز، خدا کی یاد میں اس طرح مشغول اور تر زبان کہ ان کی مجلس میں کسی بات کا سننا تک مشکل۔" ۴۲

مساوات کا نفاذ کامل عدل کا نتیجہ ہے، جہاں عدلِ اجتماعی اور عدل انفرادی دونوں پایا جائے گا، وہاں مساوات اور برابری کا بول بالا ہو گا، اسلام میں تمام جہتوں سے عدل کی تعلیم ہے، اسی لیے نظام اسلامی کے بروئے کار لانے سے ہی مساوات قائم ہو سکتی ہے۔

سلطنت غسان کا شہزادہ جبلہ بن ایہم عہد فاروقی میں عیسائیت چھوڑ کر مسلمان ہو گیا۔ امیر المؤمنین اور تمام مسلمان اس کی بہت خاطر داری کرتے تھے ـــــ وہ ایک بار خانۂ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا، اس کا شاہی لباس طواف کے دوران کسی بدوی مسلمان کے پیر تلے دب گیا ـــــ یہ دیکھ کر جبلہ کو بہت غصہ آیا کہ ایک معمولی شخص نے میرے چغہ کو پاؤں سے

marfat.com

دبا دیا ـــــ اس نے بدوی کو ایک تھپڑ مار دیا۔ امیر المؤمنین بھی موجود تھے ـــــ بدوی مسلمان نے ان سے شکایت کی ـــــ شہزادہ سے جواب طلب ہوا کہ تم نے خانہ کعبہ میں بلا وجہ ایک مسلمان کو کیوں مارا، اس نے کہا کہ میرے قیمتی جبہ کو اس دیہاتی نے پاؤں سے دبا دیا تھا۔ میں نے اس پر ایک تھپڑ مار دیا تو کون سا ظلم کر دیا ـــــ؟ امیر المؤمنین نے فرمایا اسلام میں ہر انسان برابر کا درجہ رکھتا ہے، طواف کے درمیان اضطرار ایسا ہو جانا عین ممکن ہے، تم نے اس پر زیادتی کی ہے اسے راضی کرو، ورنہ قانونی لحاظ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا ـــــ جبلہ نے کہا مجھے ایک روز کی مہلت دی جائے، اسے ایک روز کا موقع دیا گیا ـــــ اور وہ راتوں رات بھاگ گیا، اور مرتد ہو گیا۔

انسانی مساوات کا اسلامی قانون اتنا سخت ہے کہ اس کے نزدیک شاہ و گدا میں کوئی امتیاز نہیں، جبلہ کی شہزادگی کے تیور پہ یہ قانون بار گزرا اور اس بدنصیب نے اسلام کا قلادہ گلے سے اتار پھینکا، اور مستحق نار جہنم ہو گیا۔

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ملک شام کے علاقہ میں مجاہدین اسلام کفار سے نبرد آزما ہیں، دشمن زیر ہو رہے ہیں۔ اس اثنا میں دشمنوں کی طرف سے پیش کش ہوئی کہ ہم لوگ بیت المقدس کی کنجیاں بغیر حرب و ضرب کے آپ لوگوں کے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔ مگر ہم خود مسلمانوں کے خلیفہ اور امیر المؤمنین سے یہ معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔

مدینہ طیبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجا گیا ـــــ امیر المؤمنین آنے کے لیے راضی ہو گئے۔ شام اور علاقہ بیت المقدس میں خلیفۃ المسلمین کی آمد کا غلغلہ مچ گیا۔ وقت مقررہ پر اہل شام گھروں سے باہر نکل کر مسلمانوں کے باعظمت خلیفہ کی زیارت کرنے کے منتظر ہیں، بہت انتظار کے بعد گرد و غبار کا دامن چاک ہوا، اور ایک اونٹ پر ایک سوار اور مہار پکڑے ہوئے ایک شخص برآمد ہوئے۔ یہ تھے مسلمانوں کے امیر خلیفۃ المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام، مدینہ طیبہ سے یہاں تک کا سفر اس طرح ہوا کہ امیر المؤمنین اونٹ پر سوار

marfat.com

ہوتے تو غلام پیدل چلتا، اور غلام اونٹ پر بیٹھتا تو آپ پیدل چلتے، اونٹ کی دوسری نشست کی جگہ امیر المؤمنین کا زادِ سفر ستو وغیرہ اور اونٹ کی خوراک کھجور کی گٹھلیاں لدی ہوتی تھیں۔ جب مستقر قریب آیا تو غلام نے عرض کیا ——— یا امیر المؤمنین! لوگ آپ کے استقبال کے لیے آ رہے ہیں، اور آپ پیدل چل رہے ہیں۔ آپ اونٹ پر تشریف رکھیں، اور میں پیدل چلتا ہوں ——— آپ نے قبول نہ فرمایا، اور کہا میرے اونٹ پر سواری کی باری ختم ہو چکی، اب تمہارے سوار ہونے کی باری ہے اور عمر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ دوسرے کی حق تلفی کرے ——— اہل شام نے شتر سوار غلام کو مسلمانوں کا امیر سمجھا، مگر غازیانِ اسلام نے بتایا کہ امیر المؤمنین دراصل وہ ہیں جو غلام کو اونٹ پر بٹھائے ہوئے مہار پکڑ کر آ رہے ہیں، ——— مساوات اور ادائے حق کی اس تابندہ مثال کو دیکھ کر اہل شام نے سرِ اطاعت خم کر دیا ——— اور بیت المقدس کی کنجیاں آپ کے قدموں میں ڈال دیں۔

ابوذر اور بلال

حضرت ابوذر مشہور صحابیٔ رسول ہیں، قبیلۂ غفار سے تعلق رکھتے ہیں، کسی بات پر بلال حبشی سے تکرار ہو جاتی ہے اور فرطِ غضب میں انھیں ابن السوداء (حبشن کے بیٹے) کہہ دیتے ہیں ——— رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تک بات پہنچتی ہے، آپ ابوذر سے پوچھتے ہیں، کیا تُو نے انھیں ایسا ایسا کہا؟۔

اِنَّكَ امْرَءٌ فِيكَ الْجَاهِلِيَّةُ۔ تم میں اب بھی کسی قدر جاہلیت باقی ہے

حضرت ابوذر پشیمان ہوتے اور توبہ استغفار کر کے بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ

"لو اے بلال! میرے چہرے کو اپنے پاؤں سے روند دو" (من روائع حضارتنا ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی)۔

اللہ اللہ، یہ تواضع اور ندامت و شرمندگی کا احساس اس قوم میں جو غلاموں کو انسان

marfat.com

سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی، کس نے زندہ کیا ——— اگر یہ سوال فضائے نیلگوں میں دل کے درد سے بلند کی جاتے تو بے داغ فضا میں شہادت دیں گی کہ یہ سب کچھ اسلام کے نظام عدل و مساوات کی برکت ہے۔"

احساسِ مسئولیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دورِ خلافت میں اطراف مصر کے ایک قریہ نامی فرتونہ سے ایک حبشی نژاد خاتون نے ۹۹ھ میں امیر المومنین کو خبر بھیجی کہ میرے گھر کی دیواریں بہت نیچی ہیں، لوگ اکثر مرغیاں چوری کرتے جاتے ہیں۔ امیر المومنین نے مصر کے گورنر ایوب بن شرحبیل کو اس کے متعلق لکھا کہ

"امسیح کی اکتادکہ وہ باندی فرتونہ نے مجھے لکھا ہے کہ اس کے گھر کی دیواریں بہت نیچی ہیں، اس طرف سے رات کو چور داخل ہو کر اس کی مرغیاں چرا لیتے ہیں، وہ چاہتی ہے کہ اس دیوار کو مضبوط اور اونچی کر دیا جائے ——— لہٰذا میرا یہ مکتوب پاتے ہی خود ساری تیاری کرو اور خود جا کر اس کی دیوار کا انتظام کرو۔"

گورنر کو جب یہ خط ملا تو خود اس مکان کی تلاش میں نکلے، اور اس کے مکان کی دیواریں مضبوط اور بلند کرائیں۔

اسلامی قانون یہ سلوک صرف مسلمانوں کے ساتھ نہیں کرتا بلکہ حدودِ اسلامیہ میں رہنے والے غیر مسلم بھی اسلام کے نظام عدل و مساوات سے اسی طرح متمتع ہوتے ہیں جس طرح مسلمان۔ چنانچہ شارع اسلام سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمیوں کے بارے میں فرمان ہے۔

وَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا وَ	ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہیں، اور
اَمْوَالُهُمْ كَاَمْوَالِنَا۔	ان کے اموال ہمارے مالوں کی طرح۔

آئیے دیکھئے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار مدینہ سے گزر رہے ہیں،

marfat.com

ایک بوڑھا کمزور یہودی بھیک مانگ رہا ہے، آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ ـــــ اس نے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا کہ میں ایک غریب یہودی ہوں۔ جزیہ کی ادائیگی کے لیے گداگری کر رہا ہوں

آپ نے اس کی بات سن کر فرمایا ـــــ جب تم جوان تھے تو ہم نے تجھ سے جزیہ لیا، اور بوڑھا ہوا تو اس بدحالی میں مبتلا کر دیا ـــــ افسوس! ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا

آپ نے اس کو گھر لا کر کھانا کھلایا اور بیت المال کے خازن کو حکم فرمایا کہ اسے اور اس قسم کے لوگوں کو اتنا وظیفہ دیا جائے، جس سے وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کر سکیں۔

اسلام کے دورِ عروج میں ایسے واقعات قدم قدم پر پیش آتے تھے جن سے انسانی تاریخ ہمیشہ ممتاز و مفتخر رہے گی۔

قانون کی بالادستی

قانونِ اسلام کی نظر میں سب کو مساویانہ حق حاصل ہے، اور جرم و تعزیر کے سلسلہ میں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جاتا۔

دورِ نبوی میں خاندان بنو مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی۔ اسے خدمتِ نبوی میں حاضر کیا گیا۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ کسی طرح سفارش کر کے اس عورت کو چھڑا لیا جائے۔ چنانچہ اُسامہ بن زید کے ذریعہ سفارش کی بات طے ہوئی اور اسامہ نے قریش کے معززین کی طرف سے حضور کی خدمت میں سفارش پیش کی ـــــ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضب ناک ہو گئے، سرکار کو جلال آ گیا ـــــ اور آپ نے اُسامہ پر ناراض ہو کر فرمایا کہ تم حدودُ اللہ کے بارے میں سفارش کر رہے ہو ـــــ؟ اس کے بعد آپ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا:

"تم سے پہلے کی قومیں اسی سبب سے تہ و بالا کر دی گئیں کہ ان میں ان کے اشراف جب چوری کرتے تو چھوڑ دیے جاتے، اور اگر کوئی کمزور جرم کرتا تو اس پر حدِ شرعی جاری کرتے تھے۔ قسم ہے خداوند تعالیٰ کی اگر فاطمہ بنت محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وعترتہ اجمعین) بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔"

خدمت گذار خلیفہ

رات بھیگ چکی ہے، مدینہ طیبہ کی پوری بستی نور کی چاندنی میں نہا رہی

marfat.com

ہے، دن بھر کے تھکے ماندے چرواہے اپنے مویشیوں کو ڈیروں پر چھوڑ کر میٹھی نیند سے رہے ہیں
امن و سلامتی کا زمانہ ہے، شب زندہ دار مقربانِ حق یادِ حق میں ڈوبے ہوئے ہیں
مسلمانوں کا خلیفہ، مؤمنوں کا امیر عمر فاروق اپنے فقیرانہ لباس میں مدینہ کے راستوں سے گزر رہا ہے۔ بستی کے ایک حصّہ میں کچھ آہٹ سی ہوئی، شاید کوئی مسافر خیمہ زن ہے، تھکا ماندہ ہوگا ایسا نہ ہو کہ امن و امان والے شہر میں پہنچ کر تھکا ہارا گہری نیند سو جائے اور کوئی اس کا کچھ چرا لے جائے۔ میں باشندگانِ ریاست کی جان و مال اور حدودِ اسلامیہ کے امن و امان کا ذمہ دار ہوں مجھے اس کے خیمہ کی نگرانی کرنی چاہیے ——— قریب پہنچ کر دیکھا تو خیمہ سے کسی کی درد بھری سسکیاں ابھر رہی ہیں ——— اور خیمہ کے باہر ایک مرد کھڑا تھا ——— آپ نے سلام کر کے پوچھا کون ہو ——— ؟ مسافر نے بتایا: میں ایک دیہات کا رہنے والا ہوں اور امیر المؤمنین کے پاس اپنی کچھ حاجت لے کر آیا ہوں، آپ نے پوچھا، خیمہ میں کس کے رونے کی آواز آ رہی ہے؟ مسافر نے کہا، آپ اپنی راہ لیجئے ہر بات پوچھنے کی نہیں ہوتی ——— آپ نے جب بہت اصرار سے معلوم کیا تو مسافر نے بتایا کہ میری بیوی دردِ زہ کی وجہ سے رو رہی ہے اور افسوس کہ کوئی عورت بھی موجود نہیں جو اس وقت اس کی دستگیری کرے ——— آپ فوراً اپنے دولت کدہ پر لوٹ آئے اور اپنی اہلیہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لے کر کچھ غلہ اور کپڑا وغیرہ ساتھ لیا اور اس مسافر کے خیمے کے پاس پہنچ گئے ——— حضرت ام کلثوم کو خیمہ کے اندر بھیجا اور خود خیمہ کے باہر آگ جلا کر کھانا تیار کرنے لگے اور ساتھ ہی ساتھ مسافر سے باتیں بھی کرتے رہے ——— تھوڑی دیر بعد خیمہ کے اندر سے نومولود کی ننھی آواز گونجی ——— مسافر کو یہ کیا معلوم کہ اس سے خیریت پوچھنے والا، اس کی اہلیہ کی خدمت کے لیے بنت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ اور اپنی اہلیہ کو دایہ کی حیثیت سے پیش کرنے والا اپنی پشت پر غلے اور کپڑے کی گٹھری لاد کر لانے والا، اور لکڑیاں جلا کر یہ کھانا تیار کرنے والا، مسلمانوں کا وہ باجبروت خلیفہ عمر الفاروق بن الخطاب ہے جس کے نام سے قیصر و کسریٰ کے

marfat.com

یوانوں میں زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے ـــــ حضرت ام کلثوم نے بچے کی پیدائش کے بعد خیمہ کی اوٹ سے آواز دی۔

امیر المومنین اپنے رفیق کو بچہ کی ولادت کا مژدہ سنائیے، مسافر نے امیر المومنین کا لفظ سنا اور حیرت و استعجاب کے دریا میں ڈوب گیا، خوفزدہ ہو گیا اور آپ سے اپنے پچھلے رویہ پر معذرت کرنے لگا، آپ نے اسے تسلی دی اور پکا ہوا کھانا زچہ کے لیے حضرت ام کلثوم کے ذریعہ بھیجا اور جب وہ کھا چکی تو مسافر کو نہایت شفقت و مروت سے تھپک تھپک کر کھلایا۔ بہت تھکے ہوئے ہو، رات بھر آرام نہ کر سکے، اور بیوی کی تکلیف سے بہت فکر مند تھے، کھالو، صبح کو میرے پاس آجانا ـــــ صبح کو مسافر دربار فاروقی میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کی حاجت روائی کی، اور نومولود کا وظیفہ مقرر کر کے اسے شاد کام کر دیا۔

لاؤ، دنیا کی تاریخ حکمرانی سے ایسی شاہکار مثالیں، جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں رونما ہوئیں، بہترین بات کہی علامہ شفیق جونپوری نے ے

شفیق امکان ہے سقراط و جالینوس کا لیکن
زمانہ کر نہیں سکتا ابو بکر و عمر پیدا

انسانی ذمہ داریوں کا احساس

یہی لوگ اسلامی نظام کی روح کو سمیٹ کر دنیا میں عدل و مساوات قائم کر گئے، یقیناً ایسا نظام صرف قرآن عظیم والی قوم ہی برپا کر سکتی ہے۔ جو ایمان اور تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو۔ محض بار خلافت کی وجہ سے نہیں بلکہ انسانی ذمہ داریوں کا احساس حضرات شیخین کی حیات مقدس میں اس قدر تھا کہ آپ حضرات خواہش کیا کرتے تھے کہ کاش ہم انسان کی بجائے کچھ اور ہوتے، کیونکہ انسان ہونا اور انسانیت کے فرائض کی ذمہ داریوں کا احساس کرنا بہت عظیم امر ہے۔

احمد نے زوائد الزہد میں ابو عمران الجونی کے حوالے سے بیان کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

marfat.com

"مجھے یہ پسند ہے کہ میں بندۂ مؤمن کے سینے کا ایک بال ہوتا"۔

امام احمد حسن سے روایت کرتے ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"خدا کی قسم میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوتا جس کو کھا لیا جاتا اور پھر کاٹ دیا جاتا"۔

قتادہ کی روایت ہے، حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا:

"کاش میں سبزہ کی طرح ہوتا کہ مجھے چوپائے چر جاتے"۔

حاکم، معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں ——— حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک درخت پر ایک چڑیا چہکتی دیکھی۔ آپ نے سرد آہ بھری، اور فرمایا۔

"تو بڑی خوش نصیب ہے کہ درختوں سے اپنی غذا حاصل کرتی ہے۔ ان کے سائے میں آرام کرتی ہے، اور جہاں چاہتی ہے اڑتی پھرتی ہے (کہ تجھ پر اعمال کے حساب کا خوف نہیں) کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا"۔

اسی طرح احساس ذمہ داری سے سرشار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے۔

"کاش میں پالتو دنبہ ہوتا، اور مجھے کھلا پلا کر خوب فربہ کر دیتے، ان کے احباب ان کے پاس آتے تو مجھے ان کی ضیافت میں ذبح کر ڈالا جاتا، لوگ میرا گوشت بھون کر کھاتے اور میرے گوشت کا قیمہ بناتے، مگر میں انسان نہ ہوتا"۔[۴۳]

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

مصر پر لشکر کشی کے بعد مسلمان جب بہت تیزی کے ساتھ اندرون ملک فتوحات کرتے ہوئے بڑھنے لگے تو مصر کے بادشاہ مقوقس کو فکر ہوئی۔ اور اس نے مصالحت کے لیے سلسلہ جنبانی کی، اور اپنا ایک وفد مسلمانوں کے پاس بھیجا۔ اس کے جواب میں حضرت عمرو بن عاص نے بھی دس افراد پر مشتمل ایک وفد روانہ کیا، اس وفد کے امیر حضرت عبادہ بن صامت تھے۔ آپ

marfat.com

سیاہ فام اور طویل القامت تھے، جب یہ لوگ بادشاہ مصر کے پاس پہنچے اور گفتگو کے لیے امیر وفد عبادہ بن صامت آگے بڑھے تو مقوقس انھیں دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گیا اور کہا انہیں مجھ سے دُور ہی رکھو، اور کسی دوسرے کو گفتگو کے لیے آگے بڑھاؤ ـــــ یہ سن سب ارکان وفد نے یک زبان کہا ـــــ یہ ہم سب کے امیر ہیں، نیز علم و فراست، اور رائے میں ہم سب سے فائق ہم لوگ ان کو ہی گفتگو کا مجاز ٹھہراتے ہیں ـــــ مقوقس نے کہا تم لوگ ایک سیاہ فام کو اپنا سربراہ بنانے پر کیسے رضامند ہو گئے ـــــ ؟ مسلمانوں نے جواب دیا کہ جب یہ لڑائے اور بصیرت علم اور دانائی میں ہم سے افضل ہیں، تو سربراہی تو انہیں کا حق ہے، رہی سیہ فامی تو اسلام کے نزدیک یہ کوئی عیب نہیں ـــــ ناچار بادشاہ مصر نے حضرت عبادہ بن صامت سے گفتگو کی۔

شریعت کورٹ کے آداب

عدل اور مساوات کا دور دورہ محض دور نبوی اور خلفائے راشدین کے زمانہ تک محدود نہیں، ہاں! یہ حقیقت ہے کہ اسلام کا سنہری دور وہی تھا۔ بعد کے زمانے میں حقیقی اسلام کی تابانی مدھم پڑتی گئی تا آنکہ مسلمان غیروں کے خوشہ چیں بن گئے۔ خلفائے راشدین کے بعد کے ادوار میں ایسی کثیر مثالیں موجود ہیں، جب خلفاء و سلاطین اسلامی قانون کے تحت قاضی کی عدالت میں عام شہریوں کی طرح حاضر ہوتے رہے ہیں۔

ہم پہلے آپ کی خدمت میں دورِ فاروقی کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں۔ پھر بعد کے زمانے کی مثالیں دیں گے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ ایک روز آپ کے خلاف کسی نے عدالت فاروقی میں مقدمہ دائر کیا۔ اس وقت آپ اور خلیفۃ المسلمین باہم بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ اس شخص کے شکایت کرتے ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن! کھڑے ہو جایئے اور صفائی دیجئے۔ حضرت علی رضی

اللہ عنہ کھڑے ہو رہے، اپنی صفائی دی اور مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا۔ حضرت عمر نے حضرت علی کے چہرے سے کچھ ناگواری محسوس کی، کچھ دیر کے بعد پوچھا، آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا جواب دہی کے لیے میرا حکم دینا نہیں ناپسند ہوا؟ حضرت علی نے فرمایا —— نہیں، یا امیر المومنین! بلکہ حکم فرماتے وقت آپ نے میرے نام کے بجائے کنیت استعمال کی (واضح رہے کہ اہل عرب کنیت کا استعمال عزت افزائی کے موقع پر کرتے ہیں) اس کو میں نے ناپسند کیا، مبادا مدعی یہ سمجھ بیٹھے کہ امیر المومنین مدعا علیہ کے ساتھ خصوصی برتاؤ کر رہے ہیں —— اور یہ اسلامی اصول عدل و انصاف کے خلاف ہے۔

دورِ عباسی میں محمد بن عمر طلحی مدینہ کے قاضی تھے، اور نمیر مدنی ان کے سیکرٹری، قاضی مدینہ کی عدالت میں مدینہ کے کچھ کمزور مزدوروں نے خلیفہ منصور عباسی کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ قاضی نے سکریٹری سے خلیفہ کے نام عدالت میں حاضر ہونے کا حکم نامہ لکھوایا، دستخط کیا، مہر لگائی اور خلیفہ کے پاس بھیج دیا، نمیر المدنی حکم نامہ لے کر گئے۔ خلیفہ کے حاضر باش ربیع کو دیا تاکہ وہ خلیفہ تک پہنچا دیں، ربیع نے حکم نامہ پہونچایا، اور واپس آکر لوگوں سے کہا۔ امیر المومنین آپ سب لوگوں کو سلام کہتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ مجھے قاضی کے پاس طلب کیا گیا، وہاں جب میں جاؤں تو کوئی آدمی میری تعظیم کے لیے کھڑا نہ ہو، اور نہ مجھے سلام کرنے میں سبقت کرے کیونکہ میں وہاں ایک مدعا علیہ کی حیثیت سے جا رہا ہوں۔

خلیفہ قاضی کی کچہری میں پہنچے تو مدینہ کے معززین کی خاصی تعداد وہاں موجود تھی، نہ کسی نے اٹھ کر تعظیم کی اور نہ ہی سلام کیا، خلیفہ منصور نے خود ہی سلام کیا، اس وقت خلیفہ تہبند اور چادر پہنے ہوئے تھے۔ راستے میں خلیفہ نے ربیع سے کہا، واللہ! اگر محمد بن عمر طلحی احترام میں کھڑے ہوتے تو پھر وہ قاضی نہیں رہ سکتے —— قاضی صاحب مسند سے ٹیک لگائے ہوتے تھے۔ خلیفہ پہنچے تو چادر لپیٹ کر بیٹھ گئے۔ جانبین کے بیانات شروع ہوئے قاضی نے

marfat.com

بیانات سن کر خلیفہ کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔ مگر تو پنچ کر خلیفہ نے قاضی صاحب کو بلوایا، اور خوش ہو کر کہا۔ رب تعالیٰ آپ کے دین و اخلاق کے بدلے آپ کو بہترین جزا دے۔

قاضی شرف الدین محمد بن عبد اللہ الاسکندری اپنے وقت کے مشہور قاضی ہوتے ہیں، ان کی عدالت میں کسی مقدمہ کے گواہ کی حیثیت سے شاہ کامل بادشاہ آیا ـــــ مگر قاضی صاحب نے بادشاہ کی شہادت قبول کرنے سے انکار کر دیا ـــــ بادشاہ نے وجہ دریافت کی، تو آپ نے کہا بھلا میں آپ کی گواہی کیسے قبول کر سکتا ہوں جبکہ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ آپ عجیبہ نامی مغنیہ کا گانا سنتے ہیں، اور وقت رخصت جب وہ آپ کے محل سے برآمد ہوتی ہے، تو اس کے قدم نشہ سے لڑکھڑاتے ہوتے ہیں، اور ایک لونڈی اسے سہارا دے کر لے جاتی ہے ـــــ قاضی صاحب کی بات سن کر بادشاہ اس وقت تو کچھ نہ بولا، مگر وہاں سے یہ ارادہ کر کے لوٹا کہ انھیں عہدۂ قضا سے ہٹا دیا جائے ـــــ ادھر قاضی صاحب کو بھی اپنی حق گوئی کا انجام معلوم تھا۔ اس لیے اس روز کی کچہری برخواست کرنے سے پہلے قاضی صاحب نے ارکانِ عدالت سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں بخوشی آج عہدۂ قضا چھوڑتا ہوں، اور استعفار دیتا ہوں۔"

قاضی شرف الدین کے مستعفی ہونے کی خبر نے پورے شہر کو لرزا کر رکھ دیا، اور مسلمانوں میں انتشار و بے چینی کی کیفیت پیدا کر دی ـــــ بادشاہ اس حالت سے بہت پریشان ہوا، اور مجبوراً خود قاضی صاحب کی خدمت میں باادب حاضر ہوا، اور بہت منت وسماجت کے بعد انھیں دوبارہ مسند قضا سنبھالنے پر رضامند کیا گیا۔

شیخ عز الدین بن عبد السلام دمشق کے قاضی تھے، علم و تقویٰ کے جامع ظاہر و باطن کے امام، اور حق و صداقت کے بے باک منادی دمشق کے سلطان ملک صالح نے اسلامی ریاست کا کچھ حصہ شہر صیدا اور قلعہ شقیف صلیبیوں کے حوالے کر دیے، جس سے ناراض ہو کر آپ نے

marfat.com

دمشق چھوڑنے کا تہیہ کر لیا، اور مصر روانہ ہوتے۔ آپ کے نقل مکانی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی اور دیکھتے دیکھتے ہزاروں لوگوں نے شیخ کے ساتھ مصر جانے پر قمر باندھ لی، لگتا تھا دمشق ویران ہو جائے گا۔ ملک صالح سلطان دمشق نے آپ کی خدمت میں اپنا ایلچی بھیجا۔ جس نے سلطان کی شیخ سے اپنی عقیدت مندی اور محبت کا ذکر کیا، اور دمشق چھوڑنے کے باعث امور سلطنت کی خرابی اور مسلمانوں کے حالات زبوں کا بیان کیا۔ اور کہا کہ آپ دمشق پھر سے لوٹ چلیں —— ادھر شیخ اپنی دینی اور شرعی ذمہ داریوں کے تحت سلطان سے اتنے برہم تھے کہ خطبہ میں اس کا نام لینا بھی ترک کر دیا تھا —— ایلچی نے دوران گفتگو کہا۔ بس آپ دمشق چل چلیں —— اور بادشاہ سے باادب ملیں —— تاکہ سب حالات بدستور ٹھیک ہو جائیں وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔۔۔

قاضی صاحب نے فرمایا:

"تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں سلطان کے ہاتھوں کو بوسہ دوں، حالانکہ میں اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ سلطان میرے ہاتھوں کو بوسہ دے۔"

مذکورہ بالا تمام واقعات عدل و مساوات، حق گوئی و بے باکی اور ہر شے سے مقدم قانون الٰہ کو تسلیم کرنے کے بیّن شواہد ہیں۔ اسلام میں عدل اجتماعی کی بنیادی قدریں نہایت مضبوط اور مستحکم ہیں، جن پر چل کر کوئی بھی ملک، کوئی بھی قوم خود کو انعامات الٰہیہ کا حقدار قرار دے سکتی ہے۔ یہ کسی خاص سرزمین اور خاص افراد کی جاگیر نہیں، بلکہ ایک عام و تام عالمگیر بارش رحمت کے مثل ہے۔ ع

اب اس سے دامن دل کو بھگو لے جس کا جی چاہے

اس نظام میں بلال حبشی داخل ہوتے ہیں، تو وہ بھی سیدنا فاروق اعظم کی زبان میں سیدنا بلال بن رباح پکارے جاتے ہیں —— یہاں حاکمیت محض اللہ جل مجدہٗ کی ہے، باقی سب محکوم ہیں۔ یہاں کسی منصب اور عہدہ کی بلندی اس انسان کو قوانین الٰہیہ کی پابندی سے مستثنیٰ نہیں قرار دیتی، نہ کسی کی کمزوری حق رسی و انصاف یابی میں رکاوٹ بنتی ہے ——

marfat.com

بقول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

"تم میں سے ہر مظلوم میرے نزدیک قوی تر ہے، جب تک کہ میں اس کا حق اس تک نہ پہنچا دوں۔"

کوئی مخالفت عدل و مساوات میں مانع نہیں ہو سکتی

اسلام مساوات اور بھائی چارگی کے اصول کے ساتھ ساتھ اپنے اندر کامل عدل و انصاف رکھتا ہے۔ اور وہی تقویٰ اللہ کی روح ہر جگہ کار فرما ہوتی ہے کہ مسلمان امارت اور سیادتِ ملکی کو ایک خدائی ذمّہ تصور کرتا ہے۔ جس میں ذمہ داریاں اور زیادہ ہو جاتی ہیں، فرائض بڑھ جاتے ہیں اور مسئولیت میں اضافہ ہو جاتا ہے خدائی قانون پیشِ نظر ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا	اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر خوب
قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ	قائم ہو جاؤ، انصاف کے ساتھ گواہی دیتے
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى	ہوئے، اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر
اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ	برانگیختہ نہ کرے کہ انصاف نہ کرو، انصاف
لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ	کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب
خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔	ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

اخلاقی تربیت، اور تہذیب نفس کا یہ پاکیزہ اصول صرف اسلام کے پاس ہے۔ غور کیجئے کہ آج ساری دنیا ہٹ دھرمی، ضد اور عداوت کے اسی نفسانی عفریت کا شکار نہیں ہے کہ اپنا پلہ ہے جیسا بھی ہو نوازا جاتا ہے۔ اور جسے ملکی حد بندیوں، رنگ و نسل اور زبان کے تفاوت سے غیر سمجھ لیا گیا ہے، تمام تر انصاف اور عدل سے محروم کیا جا رہا ہے ـــــ اس مرحلہ پر پہنچ کر قوانین اپنی بھلائی، اپنا فائدہ، اپنی حفاظت اور اپنے محدود نظریات کو لے کر

بڑھتے ہیں۔ انھی وجوہات کے باعث ان میں ہمیشہ تغیر و تبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ بخلاف نظام اسلام کے جو رب العالمین، احکم الحاکمین کا نظام ہے، وہ خود قدیم ہے، صانع کا عکس مصنوع میں ضرور جھلکتا ہے۔ انسان فانی، متغیر اور ناقص ہے، لہٰذا اس کی ان تمام صفتوں کا مظہر اس کا قانون ہے۔ رب تعالیٰ باقی، قدیم اور غیر متبدل ہے۔ اس کی یہ صفات اس کے نظام محکم کی بنیادوں میں ہویدا ہیں۔

امارت متقیوں کے لیے آزمائش ہے

اسلامی قوانین کے تحت فیصلے کرنے کا ذمہ جس پر بھی آیا، وہ شدید آزمائش اور امتحان میں مبتلا کیا گیا۔ اسلامی نظام میں یوں تو ہر فرد سے جماعت تک اور مکان سے حدِ جہان تک عدل کی کارفرمائی ہے۔ اور کوئی انسان اپنے میدان عمل میں عدل سے باہر نہیں جا سکتا مگر دینی ذمہ داروں، اور اسلام کے متقیوں، اور دولت اسلامیہ کے کارپردازوں پر یہ ذمہ داریاں مزید شدت سے عائد ہوتی ہیں۔ اسی لیے ہم اسلام کی تاریخ کے روشن ادوار کا جائزہ لیتے ہیں تو لوگوں کو مناصب اور عہدوں پہ پروانہ وار ٹوٹتا ہوا نہیں پاتے۔ بلکہ قبولیت سے گریزاں، اور اہم ذمہ داری کی جگہوں سے لرزہ بر اندام ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صرف اس لیے قید و بند کی صعوبت میں ڈالے گئے کہ انھوں نے عہدۂ قضا قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کتنا فرق ہے ان دونوں نظریات میں کہ کہیں حکومتی عہدوں اور منصبوں کے حصول کے واسطے سفارشیں کی جاتی ہیں۔ اور ہر ممکن پروپیگنڈہ اور اشتہار کیا جاتا ہے کہ ہمیں فلاں منصب کے لیے انتخاب کرو۔

اور دوسری طرف مسندِ امارت پر متمکن ہونے کے لیے قدم لرز رہے ہیں۔ دل کانپ رہے ہیں اور جب کسی ذمہ داری کو قبول کر لیتے ہیں، تو اسے اپنے لیے وجہ امتحان تصور کرتے ہیں۔

صدیق اکبر کا احساس

آئیے یار غار رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خطبہ کا ایک اقتباس دیکھیے، جو آپ نے خلافت کا بارگراں

marfat.com

سنبھالنے کے بعد دیا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ اپنے مغازی میں اور حاکم عبدالرحمٰن بن عوف سے راوی ہیں،

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"واللہ! مجھے دن رات میں کبھی امارت کا شوق نہیں رہا۔ اور نہ میں نے کبھی اس کی حرص کی نہ ہی میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے ظاہر و باطن میں دعا مانگی، اصل یہ ہے کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں فتنہ نہ برپا ہو جائے، میرے لیے خلافت میں کوئی راحت و سکون نہیں ہے۔ میرے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ رکھ دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ خدا ہی کی مدد سے اس کو انجام تک پہنچانے کی کوشش کروں گا، مجھے اللہ کی طاقت اور قوت پر پورا پورا بھروسہ ہے"

آپ نے اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ

"مسلمانو! تم نے مجھے اپنا امیر بنایا ہے، اگرچہ میں اس قابل نہیں تھا۔ اب اگر میں بھلائی کروں تو میری مدد کرنا، اور اگر مجھ سے برائی سرزد ہو تو میری ملامت کرنا، صدق ایک امانت ہے اور کذب ایک خیانت ہے، تم میں سے جو کمزور ہیں وہ میرے نزدیک اس وقت تک قوی ہیں جب تک میں اس کا حق نہ دلوا دوں، اور جو تم میں قوی ہیں وہ اس وقت تک کمزور ہیں جب تک وہ دوسروں کا حق نہ دے دیں ——— مسلمانو! جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی کروں تم میری اطاعت و پیروی کرنا، اور جب میں اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کروں ———

(العیاذ باللہ) تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں۔"

یقیناً آپ نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور اس دور کے شدید فتنوں کا قلع قمع کر ڈالا۔ ۴۵

marfat.com

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾	اور یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے، اور نہ فساد، اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے

اپنی حیثیت اور حدودِ عمل کا تعیّن

اسلامی نظام کا برپا کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، پہلے اپنی انفرادی زندگی کو تو اسلامی اخلاق و کردار میں ڈھالیے۔ محض قلم فرسائی کی مہارت کا نام "اسلامیت" اور مذہبیت نہیں ہے۔ حسب مراتب رب کائنات نے جس درجہ میں رکھا ہے، اس فرد بشر کو اپنے دائرہ میں پہلے کامل مساوات کا اسلامی نمونہ بننا چاہیے، اگر ہم اس میں ناکام ہیں تو یہ شدید خسارہ ہے، اپنے اعمال کا محاسبہ لازم ہے، ورنہ خدائی گرفت بہت شدید ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾	اور وہی ہے جس نے زمین میں تم کو نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی، بے شک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی، اور بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

بمصداق ع، ہر کسے را بہر کارے ساختند ؎

علم و شعور، تدبر و تعقل، تقویٰ اور طہارت عمل، اخلاص و مروت کی جامع شخصیات ہی دینی انقلاب اور نظام مصطفےٰ کے قیام میں کامیاب ہو سکتی ہیں ــــــ اور مذکورہ بالا صفات کی سطحی توجیہ مراد نہیں، بلکہ مثلاً علم ایسا جو حاوی ہو ادیان و شرائع کے اصول و فروع، مآخذ و مبادی کو، محدثات قدیم و جدید امور دینی و دنیاوی، اور حالات زمانہ کو اور دیگر صفات بھی علیٰ ہٰذا القیاس۔ ایسی عبقری شخصیت تلاش کرنے نکلیے تو محسوس ہوتا ہے کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

الغرض یہ کسی فیلڈ میں اچھلتی گیند نہیں جس پر جو چاہے طبع آزمائی کرے بلکہ جوئے شیر لانے جیسا کام ہے۔ زندگیاں وقف کی جاتی ہیں، خواہشات کا خون کیا جاتا ہے۔ مصائب و آلام کے دلدل میں چھلانگ لگا کر بایں طور کہ بطن دریا سے گزرنے کا حکم ہے اور تاکید یہ ہے کہ

دامن تر مکن ہشیار باش

ایسے اسلامی عدل و مساوات کو برتنے کے لیے صدیقی عزم، فاروقی جذبہ، عثمانی ایثار، اور مرتضوی شجاعت و اتفاق ضروری ہے۔

اسلامی قیادت کے رہنما اصول

احکام الٰہی اور خدائی فرامین صالح قیادت کے ذریعہ نافذ العمل ہوں، تو پھر دنیا میں امن و امان اور سلامتی کا قیام ہو سکتا ہے۔ موجودہ دور کی سیاست کے علی الرغم قیادت، ملکی جغرافیہ کی حفاظت و صیانت سے زیادہ حدود اسلامیہ اور قوانین شرعیہ کے سلسلہ میں حساس ہو۔ اہل ریاست کے دکھ درد کا اسے ضرور خیال ہو، مگر کسی منزل پر روح اسلامیت اور نصوص دینیہ کو مجروح نہ ہونے دے، دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں سیدنا عمر بن عبد العزیز کی عزیمت کا یہ باب سرمایۂ عبرت ہے جو آپ نے مصر کے عامل (گورنر) کو لکھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ اسلامی ریاست کے اندر کوئی بھی غیر مسلم جب اسلام قبول کر لیتا ہے تو معاً وہ ملتِ اسلامیہ کا جزء بن جاتا ہے اور اسے بلا عذر و تامل تمام اسلامی مراعات حاصل ہو جاتی ہیں۔ (بعینہٖ آج کی دنیا میں کسی ملک کی جنسیت (Nationalization) حاصل ہونے کے بعد اس ملک میں اس شخص کو جو مراعات ملتی ہیں) حضرت عمر بن عبد العزیز کا دورِ سعید آیا تو بلادِ اسلامیہ میں اسلام کی جدید فصل بہار آئی۔ انصاف و معدلت کا قرآنی نصاب کچھ اس طرح جاری ہوا

کو ہر خطبہ میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ نتیجتاً بیت المال کی آمدنی جو اہل ذمہ سے جزیہ کے طور پر مل جاتی تھی اس میں کمی واقع ہونے لگی۔ مصر کے گورنر شریح بن حبان نے امیر المومنین کو اس بات کی خبر دی، اور آمدنی کی کمی کا خدشہ پیش کیا۔ اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبد العزیز نواسہ فاروق اعظم نے جو جواب تحریر فرمایا وہ ہر دور کی اسلامی قیادت کے لیے آئینہ دار ہے۔

"....... اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَاعِیًا وَلَمْ یَبْعَثْہُ جَابِیًا فَاِذَا اَتَاکَ کِتَابِیْ ھٰذَا فَاِنْ کَانَ اَھْلُ الذِّمَّۃِ اَسْرَعُوْا فِی الْاِسْلَامِ وَکَسَرُوا الْجِزْیَۃَ فَاطْوِ کِتَابَکَ وَاَقْبِلْ [۲۹]

... حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر مبعوث فرمایا۔ خدا نے انھیں ٹیکس وصول کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے اور ذمی اسلام میں داخل ہو رہے ہوں جس سے آمدنی کم ہو رہی ہو تو اپنے حساب کتاب کا رجسٹر لپیٹو اور فوراً واپس آجاؤ۔"

اسلامی ریاست کا سربراہ کسی مرحلے میں اسلامی قوانین سے بالاتر نہیں ہوتا، بلکہ نفاذ قوانین کا ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے اپنی ذات پر قوانین اسلامی کو اور زیادہ سختی سے برپا کرتا ہے۔ اسے منصوص حقائق میں رد و بدل، اور حلت و حرمت میں ترمیم و تنسیخ کا معاذ اللہ تصور بھی ناروا ہے۔ اسلام اس کلیسائی نظام سے بالکل مختلف ہے۔ جہاں قوانین حالات اور ماحول کی رعایت سے وضع کیے جاتے ہیں۔ یہاں غیر متبدل خطوط وحی الٰہی کے ذریعہ آچکے۔ اب قیامت تک انسان کو اس سے کسب نور کرنا ہے۔ اور ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر قوم اس آفاقی اور ہمہ گیر نظام محکم میں سکون و قرار پا سکتی ہے۔ نہیں بلکہ سچ تر یہ ہے کہ اس کے سوا امن و سلامتی کا کوئی دوسرا ذریعہ ہی نہیں۔

marfat.com

قانون اور انصاف کے سلسلہ میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عاملین کو ایک فرمان جاری کیا اور اعلان فرمایا:

وَلَسْتُ بِقَاضٍ وَلٰكِنِّيْ مُنَفِّذٌ
وَلَسْتُ بِخَيْرٍ مِّنْ اَحَدٍ وَّلٰكِنِّيْ
اَثْقَلُكُمْ حِمْلاً وَّاَحْسَبُ قَالَ
وَلَسْتُ بِمُبْتَدِعٍ وَّلٰكِنِّيْ
مُتَّبِعٌ ۔ ۴۹

فیصلہ کرنے والا میں نہیں ہوں، میں تو صرف نافذ کرنے والا ہوں، میں تم میں سے کسی سے بہتر نہیں ہوں۔ لیکن میرا بازو زیادہ بوجھل ہے۔ میرے خیال میں یہ بھی فرمایا میں دین و شرع میں کسی کمی و بیشی کا حق نہیں رکھتا، بلکہ اتباع ہی میرا ذمہ ہے۔

یہ رہنما اصول ہیں ہر دور کی اسلامی قیادت کے لیے جن سے بے نیاز ہوکر حقیقی اسلامی قوانین کا نفاذ خواب و خیال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ۵۰

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز!
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے!

marfat.com

حوالے

۱ القرآن، یوسف ۱۲/ ۴۰

۲ ״ ، الاحزاب ۳۳/ ۳۶

۳ ״ ، الحجرات ۴۹/ ۱۳

۴ ״ ، الزلزال ۹۹/ ۷، ۸

۵ صحیح مسلم،

۶ صحیح بخاری،

۷ المفردات فی غرائب القرآن، للعلامۃ ابی القاسم الراغب الاصفہانی المتوفی ۵۰۳ھ، مطبعۃ المیمنۃ بمصر، ص ۳۲۷، ص ۳۲۸

۷/۱ القرآن، الرحمٰن ۵۵/ ۷

۷/۲ ״ ، الحدید ۵۷/ ۲۵

۷/۳ احیاء للغزالی، ج ۳ ص ۴۸

۷/۴ حجۃ اللہ البالغۃ، ص ۵۸

۸ کلیات العلوم لابی البقاء مطبوعہ مصر

۹ تعریفات السید الشریف ص ۵۸

۱۰ تفسیر روح المعانی للشیخ شہاب الدین الآلوسی البغدادی (متوفی ۱۲۷۰ھ) ج ۱۴/ ۲۱۷،

۱۱ آیت کریمہ یہ ہے وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ المائدۃ ۵/ ۴۲

۱۲ آیت قرآنیہ یہ ہے فَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا الانعام ۶/ ۱۵۲

۱۳ آیت قرآنیہ یہ ہے وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ البقرہ ۲/ ۱۲۳

۱۴ آیت پاک یہ ہے اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ الانعام ۶/ ۱

۱۵ صحیح البخاری

۱۶ لسان العرب ج ۹ ص ۲۵۲

۱۷ القرآن، النحل ۱۶/ ۹۰

۱۸ تفسیر روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۲۰

marfat.com

۱۹ تفسیر ابن کثیر للعلامۃ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن بشیر الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) مطبوعہ احیاء کتب العربیہ بمصر ج ۲ ص ۵۸۲۔

۲۰ تفسیر کنز الایمان مطبوعہ اشاعت الاسلام دہلی ص ۲۰۲۔

۲۱ القرآن، المائدۃ ۵/۸

۲۲ " ، النساء ۱۳۵/۴

۲۳ " ، المائدۃ ۸/۵

۲۴ " ، النساء ۵۷/۴

۲۵ " ، الانعام ۱۵۳/۶

۲۶ " ، الشوریٰ ۱۵/۴۲

۲۷ " ، ص ۲۶/۳۸

۲۸ " ، البقرہ ۱۴۲/۲

۲۹ " ، النحل ۱۲۶/۶

۳۰ " ، المائدۃ ۴۶/۵

۳۱ الاحکام السلطانیہ للعلامۃ ابی الحسن البصری الماوردی المطبوعہ بمصر ص ۶۸

۳۲ ایضاً

۳۳ صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۱۷۔

۳۴ ترمذی، ابوداؤد، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۱۸

۳۵ بیہقی واحمد بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۱۸

۳۶ القرآن، ن والقلم ۶۸/۴

۳۷ " ، الاحزاب ۲۱/۳۳

۳۸ زاد المعاد ج ۲ ص ۱۸۵

۳۹ تاریخ عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۸۶

۴۰ کتاب المجالسہ روایت احمد بن مروان المالکی / البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۵۳

۴۱ البدایۃ والنہایۃ للعلامۃ ابن الاثیر، ج ۷، ص ۵۳۔

۴۲ البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۱۶

۴۳ تاریخ الخلفاء للعلامۃ جلال الدین السیوطی

۴۴ القرآن، المائدۃ ۸/۵

۴۵ تاریخ الخلفاء۔

۴۶ القرآن، القصص ۸۳/۲۸

۴۷ " ، الانعام ۱۱۶/۶

۴۸ ابن سعد ج ۶ ص ۳۱۰

۴۹ ابن سعد ج ۶، ص ۲۷۱

marfat.com

باب سوم

اسلامی جہاد اور اس کا مقصد

جہاد کا مفہوم جہاد کے معنی انتھک کوشش کے ہیں۔ قرآن وسنت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے لیے اور دین حق کے فروغ کے واسطے کمال درجہ کی جدوجہد کرنا یہ سعی اور کوشش زبان سے، مال سے، وقت اور عمر سے، مسائل ہیں، تکالیف اٹھا کر، جان جوکھم میں ڈال کر اور وقت ضرورت اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر کی جاتی ہے۔ جہاد سے محض حرب وضرب اور جنگ وجدال مراد نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو زبان ودل کے اعمال پر اس کا اطلاق نہ ہوتا ارشاد ربانی ہے:

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ؕ	اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی توصیف میں قرآن ناطق ہے

لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝	لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انھوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انھی کے لیے بھلائیاں ہیں ـــــ اور یہی مراد کو پہنچے۔

ایک مقام پر رب کائنات سچے ایمانداروں کی علامت ذکر فرماتا ہے:

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا	اور وہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، تم سے رخصت نہ مانگیں گے اس سے

marfat.com

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ (القرآن) [۳]

کہ اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور اللہ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو۔

منافقین جو غزوہ تبوک میں جان بوجھ کر شریک نہ ہوئے ان کا ذکر کرتے ہوئے قرآن عزیز ایمان و نفاق کا فرق بیان فرما رہا ہے اور جہاد اسلامی سے جان بچانے والوں کو نار جہنم کی وعید سُنا رہا ہے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ (القرآن) [۴]

پیچھے رہ جانے والے اس پر خوش ہوئے کہ وہ رسول کے پیچھے بیٹھ رہے اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں اور وہ بولے اس گرمی میں نہ نکلو، تم فرماؤ جہنم کی آگ سب سے سخت گرم ہے، کسی طرح انہیں سمجھ نہ ہوتی۔

دیکھیے مذکورہ تینوں آیات میں جان کے ساتھ مال کے ذریعہ بھی جہاد کا ذکر ہوا ہے۔

مشہور حدیث پاک ہے:

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ۔ [۵]

مجاہد وہ ہے جو اللہ کے معاملہ میں اپنے نفس سے جہاد کرے، اور مہاجر وہ ہے جو منہیات الٰہیہ سے دُور و نفور ہو جائے۔

رسول اکرم و اعظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان گرامی زبان زد خاص و عام ہے۔

اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ [۶]

سب سے افضل جہاد وہ کلمۂ حق ہے جو ظالم حکمران کے روبرو کہا جاتے۔

ان تمام آیات و احادیث نے اسلام میں جہاد کا مفہوم واضح کر دیا۔ اور یہ بات متعین ہو گئی کہ محض کفار و مشرکین اور دشمنان اسلام سے جنگ ہی کا نام جہاد نہیں ہے، لفظ جہاد جہد

سے نکلا ہے۔ قتال اور مقاتلت کے وزن پر جہاد اور مجاہدہ اسی جہد سے مصدر ہیں، لغوی معنی سے ہٹ کر اسلام نے اسے یہ مفہوم بخشا ہے کہ حق کی سربلندی اور فروغ و اشاعت کے لیے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے واسطے ہر طرح کی مساعی، کوشش، ایثار و قربانی، جانی و مالی جدوجہد اور خدا کی بخشی ہوئی جملہ صلاحیتوں سے دین و ملت کی بقا اور احیاء کا کام کرنا، انفرادی و اجتماعی تدابیر بروئے کار لانا، اور اسلام دشمن عناصر کی منفی وسیلہ کاریوں کو ناکام بنا دینا، زبان و قلم اور ہر ممکنہ قوت سے اعلاء کلمۃ حق میں حصہ لینا —— اب اتنے وسیع و عظیم مفہوم کو اسلام دشمن تحریکیں اپنی من مانی توجیہ سے صرف "جنگ" تک محدود کریں تو یہ ان کی تنگ نظری ہے۔

جہاد کی بعض مشہور اقسام

یہ بات صحیح ہے کہ کفار و مشرکین سے قتال بھی جہاد ہے مگر جہاد صرف یہی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے کام ہیں جو داخل جہاد ہیں۔ ان میں وقت کی ضرورت کفار و مشرکین سے قتال بھی ہے۔ اور یقیناً اس سے زیادہ کسی مومن کی خوش بختی اور کیا ہوگی کہ سب سے قیمتی سرمایہ "جان" ہتھیلی پر رکھ کر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دے، تلواروں سے کٹ جانے، برچھوں سے چھد جانے، بندوق، پستول، توپ اور بم سے اڑ جانے، سولی پر لٹک جانے، آرے سے چر جانے سے خائف نہ ہو بلکہ اپنے کو پیش کر کے اپنے مقصود حقیقی کو پالے۔

یونہی جہاد بالمال یہ ہے کہ سربلندی حق کے لیے اپنی دولت و ثروت سب کچھ داؤ پر لگا دے۔ مال و خزانہ لٹا کر رضائے حق حاصل کرے۔ علم زمین و فلک کا نور ہے اور جہالت ظلمت و تاریکی ہے، مسلمان پر جہاد بالنفس اور جہاد بالمال کی طرح جہاد بالعلم بھی لازم ہے۔ علم الٰہی روشنی ہے جو عقل و شعور اور دل و دماغ کو روشن کر دیتی ہے۔ اسی لیے جنہیں رب کائنات کی طرف سے علم معرفت نصیب ہے انہیں جہالت و غباوت کے خلاف علم کی شمع کے ذریعہ جہاد ضروری ہے۔ ارشاد رب العالمین ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ ‏ اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر

marfat.com

وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ (القرآن)

اور اچھی نصیحت سے، اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

اسی طرح اپنے اندر بیٹھے ہوئے دشمن اعظم نفس سے جہاد کرنا "جہادِ اکبر" کہلاتا ہے۔ سورۂ عنکبوت کا مطالعہ کر جائیے۔ رب تعالیٰ اس میں اہل ایمان کو حق کی حمایت میں ہر سخت سے سخت مصیبت اور تکلیف برداشت کرنے، اور امتحان و آزمائش کی سنگلاخ وادی سے صبر و شکیب کے ساتھ گزر جانے کی تعلیم فرماتا ہے۔ انبیاء ماسبق جنھوں نے سخت ترین لمحات میں ثابت قدمی اور جرأت و استقلال کی مثالیں قائم فرمائیں، ان کے تذکار فرماتا ہے۔ اور ان کے ساتھ کس طرح نصرت خداوندی ہوئی، اور ان پاک نفوس کے مخالف کس طرح تباہ و برباد، خائب و خاسر اور ہلاک ہوئے اس کو ذکر فرماتا ہے۔ سورۃ کے آغاز میں پانچ آیتوں کے بعد ہی فرماتا ہے۔

مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (القرآن)

جو کوئی اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے کوشش کرتا ہے بے شک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔

اور آخری آیت میں صرف ذات حق کے لیے جہاد اور سعی و کوشش کا ثمرہ کیا عطا فرماتا ہے اسے ملاحظہ کیجیے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (القرآن)

اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی (جہاد کیا) ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے، اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ فِيْنَا قابل غور ہے کہ محض رضائے حق کے لیے جہاد ہدایت کا سبب ہوتا ہے اور ایسے خوش بختوں کو رب تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ ——

marfat.com

حضرت جابر سے روایت ہے کہ سید کونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا جو ابھی ابھی میدان جنگ سے لوٹے تھے۔ تمہارا آنا مبارک، تم جہاد اصغر (غزوہ) سے جہاد اکبر (مجاہدہ نفس) کی طرف آئے ہو۔ بڑا جہاد بندہ کا اپنی ہوائے نفس سے لڑنا ہے[۱] ——— ابن نجار حضرت ابوذر بخاری سے روایت کرتے ہیں ۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بہترین جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرے۔"

سیدنا الشیخ غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

اَلنَّفْسُ کُلُّھَا مُخَالَفَۃٌ مُنَازَعَۃٌ
فَمَنْ اَرَادَ اِصْلَاحَھَا فَلْیُجَاھِدْھَا
حَتّٰی یَاْمَنَ شَرَّھَا کُلُّھَا شَرٌّ فِی
شَرٍّ فَاِذَا جُوْھِدَتْ اَطْمَأَنَّتْ[۱۲]

نفس کی عادت ہی اختلاف و نزاع کرنا ہے تو جو اس کی اصلاح چاہے وہ اسے اس قدر مجاہدے میں ڈالے کہ اس کے شر سے بے خطر ہو جائے ۔ نفس تو شر ہی شر ہے مگر جب مجاہدہ میں پڑتا ہے تو مطمئنہ بن جاتا ہے ۔

جہاد اکبر کی تعریف اور تفاصیل کتب تفسیر و کتب تصوف میں وافر موجود ہیں، یہ سب جہاد کی قسمیں ہیں۔ اور ان کے علاوہ ہر نیکی اور خیر کا کام سر انجام دینے میں جو کوششیں کی جائیں سب داخل جہاد ہیں۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر، عدل و انصاف کا قیام، حق و صداقت کی حمایت، سچائی کی نصرت، مظلوموں کمزوروں اور زیردستوں کی اعانت، اسلام اور مسلمانوں کی خیرخواہی، کفار و دشمنان خدا سے نفرت، مخلوق خدا سے ہمدردی، اور من حیث الانسان تمام بنی نوع آدم کی بہی خواہی اور ہر ایک کے کان تک کلمۂ حق کی صدا رسانی، اگر اسلام کے نظام حیات کے ماتحت زندگی ہو تو یہ سب امور جہاد ہی ہیں۔

مندرجات بالا سے یہ واضح ہو گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی بہت سی اقسام ہیں۔ اگر اسلام کی حمایت و صیانت کے لیے قلب و دماغ کو لگایا جائے تو یہ جہاد بالقلب اور جہاد بالعقل کہا جائیگا۔

---

marfat.com

اور اگر علم و قلم نے یہ خدمات انجام دیں تو اسے جہاد بالعلم اور جہاد بالقلم سے موسوم کریں گے۔ جسم اگر اس مقصود میں لگ جائے تو جہاد بالجسد ہوگا۔ جان اور مال اس مقصود عظیم میں صرف ہوں تو جہاد بالنفس اور جہاد بالمال ہوگا ——— دیگر تمام وسائل و مساعی جان و مال ہی کے تابع ہیں اس لیے قرآن مجید اور احادیث میں اکثر انفس و اموال ہی فرمایا گیا ہے۔

اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ [۱۳] (القرآن)	یہ کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے۔

جہاد کے باب میں قرآن مجید میں ہر جگہ اموال کو انفس پر مقدم کیا گیا ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ جہاد بالمال جہاد بالنفس سے اہم اور افضل ہے۔ بلکہ اس لیے کہ جہاد بالمال زیادہ سہل اور آسان ہے۔ جان بہرحال مال سے قیمتی شے ہے۔ تو اگر کوئی شخص جہاد میں مخلص ہوتا ہے تو اس کی ابتدار جہاد بالمال سے کرتا ہے۔ اگر کوئی مال کی قربانی نہیں دے سکتا تو جان کیا دیگا؟ جان کی قربانی اور جہاد بالنفس سب سے افضل و اعلیٰ جہاد ہے۔ جان کو ہتھیلی پر لے کر اسلامی کاز (cause) کے پوری جدوجہد کرنے کی رہنمائی قرآن سے حاصل کیجیے۔

رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ	یہ اس لیے کہ انہیں جو پیاس یا تکلیف
وَّلَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ	یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور
اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ	جہاں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے
الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ	کافروں کو غیظ آئے اور جو کچھ کسی دشمن
نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ	کا بگاڑتے ہیں، ان سب کے بدلے
صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ	ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتا ہے بے
اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ [۱۴] (القرآن)	شک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اس آیت میں جانی جہاد کی بہت سی قسمیں، بھوک پیاس برداشت کرنا، تھکن اٹھانا، مسافت

طے کرنا، فتح و صلح وغیرہ کا ذکر ہوا ہے۔ یہ تمام کام زندہ رہتے ہوئے انجام دیئے جاتے ہیں یہ عین ممکن ہے کہ انھی میں سے کسی ضرورت کی تکمیل کے دوران جان چلی جائے۔ جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ اس کے لیے طوفانوں سے ٹکرا کر ان کا رُخ موڑا بھی جاتا ہے اور مزاحمتِ حق و باطل میں اہل ایمان کبھی اپنی جان بھی دے دیتا ہے۔

اسلام دشمن عناصر کے سیاسی اور سماجی غلبہ کا ہماری قوم مسلم پر بہت بُرا اثر ہوا جس کا ایک بدیہی نمونہ سامنے ہے کہ ہماری قوم سے جہاد کا جذبہ مفقود ہونے لگا جس قوم کی کامیابی و کامرانی کا سب سے عظیم راز جہاد میں مضمر ہے، اس نے جب اپنی فوز و فلاح کی مفتاح کو گم کر دیا ہے اُسے پھر تباہی و بربادی سے کون بچا سکتا ہے؟ یہ سب اسلام دشمن قوموں کا سمجھا بوجھا پروگرام ہے جس کے تحت پروپیگنڈے اور مفسدانہ تعلیم کے ذریعہ انھوں نے ہماری ملت کے جذبۂ جہاد کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ اگر یہ قوم پھر عَلَم جہاد لے کر کھڑی ہو گئی تو دنیا کی تاریخ بدل جائے گی ؎

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

یہ لطیفہ ممکن ہے آپ نے سنا ہو کہ انسان شیر کو ایک ایسی تصویر دکھا کر اپنی عظمت کا خطبہ پڑھ رہا تھا جس تصویر میں انسان شیر کی پشت پر سوار تھا۔ انسان شیر سے کہہ رہا تھا دیکھا تم نے انسان کتنا بہادر اور ذہین ہے کہ جنگل کے بادشاہ کو اپنا تابعدار بنا لیا۔ شیر نے جواب دیا در اصل اس تصویر کا مصور انسان ہے اس لیے اس نے خود کو شیر پر فائق دکھایا ہے اگر اس کو شیر بناتا تو تصویر اس کے برعکس ہوتی۔

چالاک اور عیار اہل مغرب اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ اسلامی جہاد ان کی اپنی جنگی پالیسیوں سے بالکل مختلف اور الگ ایک تحریک اور انقلاب کا نام ہے، اور اس کے پس پشت

marfat.com

مقصدیت کارفرما ہے اور اب جبکہ ساری دنیا علم کے اُجالے میں آرہی ہے۔ اس کے سامنے انہیں اپنے کالے کرتوت چھپانے کے لیے کچھ تو کرنا چاہیے۔ قزاقی، ڈاکہ زنی جسے ایک مرحلہ میں اہل مغرب بھی جرم اور فتنہ سمجھتے ہیں۔ ساری دنیا کا نقشہ لے کر بیٹھ جائیے۔ ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ کا کون سا خِطّہ باقی ہے جہاں اقتدار کے بجاریوں اور دولت کے حریصوں نے ڈاکے نہ ڈالے ہوں۔ دنیا کے جس حصے میں معدنیات کی کانیں، خام پیداوار کے ذخیرے کی بو محسوس ہوئی۔ تجارت کی منڈیوں کے بہلانے اور نت نئے حیلے بہانوں سے انہی اہلِ مغرب نے ان علاقوں پر دھاوا بول دیا۔ کیا اس بات کو تاریخ عالم جھٹلا سکتی ہے کہ ان بحری اور برّی قزاقوں نے پوری انسانی دنیا کو حصولِ دولت، حصولِ اقتدار جیسے رذیل مقاصد کے تحت روند ڈالا۔ اگر یہ کسی علاقہ کو اپنی شکار گاہ بنانا چاہتے تو کوئی معاہدہ اور رواداری انہیں اس تک پہنچنے سے باز نہ رکھتی۔ بلکہ بعض علاقے تو محض اس جرم میں تہس نہس کر دیے گئے کہ ان کے منصوبہ کی راہ میں واقع ہوتے تھے۔ جماعت مستشرقین نے جس منصوبہ کے تحت اسلامی علوم حاصل کیے، اور مسلمانوں کا ذخیرۂ علمی یورپ کی لائبریریوں میں جمع کیا، ان میں سے یہ بھی اہم مقصد تھا کہ عالم انسانی کی سب سے عظیم انقلابی تحریک "جہاد" کے مآخذ میں من مانے نظریات شامل کیے جائیں۔ مسلمانوں کے کم علم، مذہب ناآشنا طبقہ کو ارتیاب و تشکیک میں مبتلا کیا جائے اور قوم مسلم سے جہاد کی اسپرٹ کو ختم کر دیا جائے۔ اسلامی جہاد کو نامعقول ثابت کیا جائے۔

چنانچہ مستشرقین نے سیرت اور تاریخ اسلام پہ کتابیں لکھیں۔ اور بہت سارے گھناؤنے خیالات کو اسلام کی طرف منسوب کر کے اسے بدنما بنانے کی کوشش کی۔ اسلامی جہاد کو وحشت دبربریت، خلاف امن وسلامتی ثابت کیا، اور یہ تصور دینے کی کوشش کی کہ اسلام کا جہاد گویا زبردستی مسلمان بنانے کی تحریک ہے یا ایسا جذبہ ہے جو مسلمانوں کو ننگی تلوار دے کر غیر مسلموں کی گردن زدنی کے لیے چھوڑ دیتا ہے (العیاذ باللہ) علمائے حق واقف ہیں، کہ اسلام دشمن عناصر نے اتنا بڑا جھوٹ کیوں رچایا؟ اس لیے تاکہ خود مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو سرد کر دیں۔ اور مسلمانوں

marfat.com

نے جب جہاد کو ترک کر دیا تو انہیں ذلت خواری نکبت و شرمساری سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ان تمام ممالک میں جہاں ان مغربیوں کی حکومت رہی اور مسلمانوں سے ان کا سابقہ پڑا۔ ہر جگہ اپنی چالاکی اور فہم و شعور سے کام لے کر انھوں نے مسلمانوں میں باہمی نزاعات کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ نوع بہ نوع فرقوں کو جنم دیا، دلایا۔ اور ہر جگہ کی تاریخ کھنگلنے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کرنے کے لیے کسی نہ کسی تحریک کو بھی ابھارا۔

کفار کے حامی

ہندوستان میں اس کی مثال مرزا غلام احمد قادیانی مرزائی مذہب کے بانی ہیں۔ چلتے چلتے فرقہ اہلحدیث کے قلمکار مولوی محمد حسین کی کتاب "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" سے چند نادر نمونے حاضر خدمت کرتا ہوں۔ کتاب کے سرنامہ ہی پر لکھا ہے:

پنجاب کے نامور ہردلعزیز لیفٹیننٹ گورنر سر چالس آنچیس صاحب بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی وغیرہ وغیرہ نے اپنے نام نامی سے اس کا ڈیڈکیٹ ہونا منظور فرمایا۔" آگے کیا کیا ہوگا خود اندازہ لگا لیجیے کہ میں مختصراً محض اقتباسات پر اکتفا کروں گا۔

"اسلام اور ایمان کا کمال اور مسلمانوں کی نجات جہاد پر موقوف و منحصر نہیں۔ مسلمانوں کو اگر دین سے روک نہ ہو تو صرف عبادت سے ان کی نجات و کمال متصور ہے لہٰذا اقوام غیر کا مسلمانوں کی نسبت یہ گمان کہ جو ان میں پکا اور مذہب کا سچا ہوگا وہ اپنے مخالفین مذہب سے جہاد کرنے کا ضرور ارادہ رکھتا ہوگا۔ محض غلط و بہتان ہے جو مذہب اسلام سے ناواقفی پر مبنی ہے۔"[۵]

موصوف کی پوری کتاب اس محور پر گھومتی ہے کہ جہاد حکومت برطانیہ کے امن پسند دل سے جو ہندوستان میں راج کر رہے ہیں حرام و ناجائز ہے اور موجودہ دور میں دنیا بھر کے مسلمانوں میں شرائط جہاد مفقود ہیں وغیرہ وغیرہ۔

marfat.com

"ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے۔ دارالاسلام ہے، اس پر کسی بادشاہ، عرب کو، خواہ عجم کا مہدی سوڈان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران ہو، خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی وچڑھائی کرنا جائز نہیں۔" [16]

آگے چل کر مجاہدین آزادی ہند کے خلاف انگریزوں کا حق نمک ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے، وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن وحدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کالانعام تھے بعض جو خاص وعلماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین (قرآن وحدیث) سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ، باخبر وسمجھ دار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے۔ اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لیے مفسد لیے پھرتے ہیں۔ انھوں نے خوشی سے دستخط کیے۔ اس کی تفصیل ہم اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۸ میں کر چکے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جو قرآن وحدیث سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے نہیں لڑے۔ اس کی تفصیل بھی آنریبل سید احمد خاں صاحب سی ایس آئی کے رسالہ جو اب رسالہ ڈاکٹر ہنٹر سے اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۸ میں گزر چکی ہے۔" [17]

رسالہ کے آخر میں اپنے آقایان نعمت کو مخاطب کر کے مولوی محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ لکھتے ہیں:

"ہم علمائے مذاہب غیر (عیسائی انگریز) سے جو اسلام کی نسبت ایسے خیالات ظاہر فرما چکے ہیں۔ بکمال ادب واخلاص درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس حصہ رسالہ کو غور وانصاف سے ملاحظہ فرما دیں۔ پھر اگر اس کو حق وراستی پر مبنی پائیں تو اس کی تصدیق وتسلیم سے ہم کو اپنا ممنون بنا دیں، اور اگر اس میں کوئی غلطی پا دیں

تو ہم کو اس پر آگاہ کریں۔" فقط [۱۸]

اسی طرح تو مرزائے قادیان نے بھی کفار کی غلامی کرنے کا حق ادا کر دیا۔ لگے ہاتھوں آنجناب کی کارستانیوں میں سے چند ایک ملاحظہ کریجئے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں؛

گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے ہر ایک طور کی بدگوئی اور بداندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا اس تکفیر اور ایذا کا مخفی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل وجان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکرگزاری کے لیے ہزار ہا اشتہارات شائع کیے گئے۔ اور ایسی کتابیں بلاد عرب وشام وغیرہ تک پہنچائی گئیں۔ یہ باتیں بے ثبوت نہیں، اگر گورنمنٹ توجہ فرمادے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں زور سے کہتا ہوں، اور میں دعوے سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اوّل درجہ کا وفادار اور جانثار یہی نیا فرقہ ہے جس کے اصولوں میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کے لیے خطرناک نہیں۔ [۱۹]

آگے چل کر لکھا ہے:

اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ [۲۰]

مرزائے قادیانی اور محمد حسین جیسے بہت سارے اپنے زرخرید غلاموں کے ذریعہ دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی صفوں میں رخنے ڈال کر، ایک مجاہد قوم کو بزدلی کا سبق سکھایا۔ دوسری طرف فاسد کتابوں اور لٹریچرز کے ذریعہ ہماری تاریخ روشن کو مسخ کر ڈالا۔ مسلمان جو حقیقتاً دنیا

marfat.com

میں بین الاقوامی انقلابی جماعت یعنی لیٹروں کا گروہ، اور جہاد اسلامی جو در اصل انقلابی جد و جہد (Revolutionary struggle) تھی، خون آشام جنگ بنا دیا گیا۔

اسلام دشمن عناصر کا غلط پروپیگنڈہ

یورپ کے غیر اسلامی ماحول اور عیسائی یہودی اشتراک اور ہندو دنیا میں اسلامی جہاد کا تعارف اور تعریف بہت غلط انداز میں توڑ موڑ کر ہوئی ہے۔ مستشرقین کی کاوشوں اور متعصب قلمکاروں کی مساعی کے نتیجہ میں اہل مغرب تو عام طور پر مسلمان قوم کو ایک لیٹری اور خونخوار قوم سمجھ بیٹھے تھے رفتہ رفتہ دنیا کا فاصلہ کم ہونے کے باعث اب ان مزعومات کی خاصی تردید ہو رہی ہے۔

اس بات کا بار بار ہم اعادہ ضروری سمجھتے ہیں اور ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ قرونِ اولیٰ میں اسلام اپنی جس حقیقی شکل میں رائج تھا، بعد کے زمانوں میں اس طرح نہیں رہا۔ مگر اسلام اور عیسائیت اس لحاظ سے اس باب میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں کہ دین عیسوی گیا تو اپنے ہمراہ اپنے خدوخال، نقوش و ہدایات سب سمیٹتا گیا حتیٰ کہ صحیفۂ عیسوی تک قطعاً ظنی تخمینی رہ گیا۔

اور اسلام کا حال یہ ہے کہ نفاذ اسلام کے ذمہ دار افراد خلفاء و سلاطین اگرچہ خلفائے راشدین جیسے نہ رہے مگر اسلامی قوانین کے اصول و فروغ بعینہٖ موجود رہے۔ صفین و جمل کے حادثات کے ساتھ ساتھ کتابت قرآن، تدوین حدیث، تحقیق شرعی اور اجتہاد دینی کے زبردست کام ہوتے رہے۔ اور اسلامیات و ایمانیات کے سارے مآخذ مرتب و مدون ہوتے رہے اور مسلمانوں میں دور اول سے تا ہنوز ایسے علماء اور اہل حق پائے جاتے ہیں جنھوں نے حقیقی اسلام کو سینہ بہ سینہ محفوظ رکھا۔ اور ہم آج بھی اپنے دین اور شریعت کے آئینۂ روشن میں ہر انسانی احتیاج کا حل موجود پا سکتے ہیں۔

سایۂ رحمت

اسلامی جہاد خونریزی و غارت گری کی کوئی منظم اسکیم نہیں ہے بلکہ ساری دنیا کو دنیا کے خالق و مالک کے اقتدار اعلیٰ کے تحت لانے

marfat.com

کی عظیم الشان تحریک اور جدوجہد کا نام ہے۔ غیر اللہ کی بندگی کا قلادہ اتار کر صرف اللہ کی بندگی فرد سے جمعیت تک، خانگی معاملات سے امور سلطنت تک ہر ایک جگہ قوانین الٰہیہ کے نفاذ کا نام ہے۔ دنیا کے تمام غیر خدائی قوانین چونکہ انسانوں کے خود ساختہ ہیں۔ اس لیے ان کے ذریعہ انسان، انسان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ و مامون نہیں رہ سکتا۔ ہر بڑی مچھلی چھوٹی کو نگل جانے کی فکر میں رہتی ہے۔ دنیا میں اقتدار اور حکومت و سلطنت حاصل کر لینے والے جب اللہ کے قوانین کی پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں تو ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ ظلم و عدوان ان کا شیوہ بن جاتا ہے۔ جور و ستم ان کی سرشت ہو جاتی ہے۔ ایسے سارے نظام ہائے ملکی و سماجی کو ختم کر کے محض خدا کا قانون نافذ کرنے کرانے کی کوششوں کو جہاد کہتے ہیں۔

ارشاد رب العالمین ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ	اور ان سے یہاں تک قتال کرو کہ فتنہ
فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ	فساد باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا دین
فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ	غالب ہو جائے پھر اس کے بعد وہ باز آ
إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ [21]	جائیں تو ان کے اوپر زیادتی نہ کرو۔
(القرآن)	ہاں ظالموں پر زیادتی گناہ نہیں۔

نظام اسلام کو نافذ کرنے والی تحریکوں کو دبانا، اور جو لوگ اسلام کے حقیقی بہی خواہ ہیں انہیں کمزور کرنا عظیم فتنہ ہے۔ صالحین کی زندگیوں سے دنیا میں صالحیت کا فروغ ہوتا ہے، اور بدکاریوں کی ترقی سے بدکاریاں پھیلتی ہیں۔ لہٰذا ہر وہ رکاوٹ جو اسلامی نظام اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ میں رکاوٹ بنے وہ فتنہ ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہے۔

اَلْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ [22]	اور فتنہ قتل سے بڑا جرم ہے۔

ان تمام رکاوٹوں کو جو عالم پر رحمت ربانی کی بارش میں رکاوٹ بن رہی ہیں، دور کرنا مسلمانان عالم کا اہم ذمہ ہے۔

marfat.com

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ [۲۳] (القرآن)

اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان لو کہ اللہ خوب سُننے والا جاننے والا ہے۔

جو لوگ رحمتِ خداوندی کے اُمید وار ہیں، ان کی صفات میں جہاد بھی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ [۲۴] (القرآن)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہی لوگ ہیں اللہ کی رحمت کے امید وار اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جہاد کی فرضیت قرآن مجید کی جس آیت سے ثابت ہے، وہ یہ ہے۔

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ [۲۵] (القرآن)

تم پر لڑائی فرض کی گئی اور وہ تم کو بُری لگتی ہے ممکن ہے کہ ایک چیز تمہیں بُری لگے اور تمہارے لیے بہتر ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں بھلی معلوم ہو اور وہ تمہارے لیے نقصان دِہ ہو، یہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

ایمان باللہ، ایمان بالرسول، سزا و جزا، بعثت و قیامت وغیرہ ایمانیات میں کامل ہو کر قرآنی مشعل بردار جب دنیا کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں نکلتا ہے تو کفر و طغیان اس سے لرزہ براندام ہو نے لگتے ہیں۔ ایسے اہلِ ایمان رحمٰن و قرآن کے مطلوب ہیں۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ [۲۶] (القرآن)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو، بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ترمذی کی حدیث میں ہے، رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دست رحمت جماعت پر ہے جو جماعت سے جُدا ہوا جہنم میں گیا

گویا مسلم قوم دنیا میں ہدایت کی شمع لے کر دنیا کو ضلالت و گمراہی سے نکال کر خدائے واحد کے سچے دین، دین اسلام کی رحمت بھری چھاؤں میں لانے والی ہے۔

دعوت حق کے لیے جہاد اب قیامت تک جاری رہے گا، حاکم اسلام چاہے فاسق و فاجر کیوں نہ ہو، جہاد اس کے دَور میں بھی منسوخ نہیں ہو سکتا، خوش دلی سے یا دل پر بار سمجھ کر چاہے جیسے ہو جہاد جاری و ساری رہے گا۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّ	کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل
جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ	سے (خوشی سے یا گرانی سے) اور اللہ کی
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ	راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (القرآن)	تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

انسانی زندگی میں خوف وہراس بہت سے اہم اُمور سے باز رکھتا ہے۔ مگر راہِ حق میں جہاد کرنے والوں کو رب کائنات نے اس راز کا محرم بنا دیا ہے کہ خدا کا خوف رکھنے والا دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتا۔ یہ ایمان کامل کی نشانی ہے۔

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ	تو ان سے نہ ڈرو، اور مجھ سے ڈرو،
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (القرآن)	اگر ایمان رکھتے ہو۔

اور جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنے والوں کی اعانت اور مدد پروردگار عالم کی جانب سے کی جاتی ہے۔ کفار و مشرکین اور اسلام دشمن طاقتیں بظاہر ان کے پاس دنیا کے سارے وسائل موجود ہوتے ہیں مگر چونکہ ان کے ساتھ خالق کل کی مدد شامل حال نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ اہل ایمان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اور کمزور و ناتواں طبقہ اہل اسلام باوجودیکہ مادی وسائل سے خالی ہو سچے ایمان کی قوت کے سبب اس کے ساتھ قادر و قیوم کی مدد ہوتی ہے۔ اس لیے اسے کس کا

marfat.com

خوف اور کس سے ڈر؟۔

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَأَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ (القرآن)[۲۹] یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار ہے اور کفار کا کوئی مددگار نہیں۔

جہاد کیوں؟ جہاد کی لغوی اور شرعی توضیحات کے بعد اب یہ بتانا باقی نہیں رہ جاتا کہ اسلام میں جہاد کیوں ضروری ہے۔ اب اس کے بعد بھی کسی کا یہ سوال کرنا کہ جہاد کی کیا ضرورت ہے، گویا یہ کہا جائے کہ بیماروں کو علاج کی کیا ضرورت ہے، کاشت کی زمینوں کو پانی کی کیا ضرورت ہے، صحت مند انسان کو غذا کی کیا ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔ ....

آج مادی وسائل سے لبریز دنیا شر د فساد کی غلاظت کی جانب بہت تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے، ایمان کی روشنی مدھم پڑ رہی ہے، کفر کی تاریکیاں تیز سے تیز تر ہو رہی ہیں۔ ایسے ماحول میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو خدا کی راہ کون بتائے گا؟ اسلام اور صرف اسلام، اور اس کا ذریعہ ہے جہاد۔

شرم وحیاء کے پاکیزہ الفاظ آج صرف مقدس کتابوں میں باقی رہ گئے ہیں۔ انسان بیحیائی حیاسوزی، ننگے پن اور فحشا و منکر کی دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہے، اسے اس ہلاکت خیزی سے کون بچا سکتا ہے، اسلام اور صرف اسلام، اور اس کا راستہ جہاد ہے۔

دنیا میں کمیونزم، شوشلزم وغیرہ نظامہائے ملکی اسلامی اقدار کو پامال کر رہے ہیں، ملکوں کی تقسیم جغرافیائی لحاظ سے الگ الگ قومیتوں کو جنم دے رہی ہے، اس عالمی عذاب کو ٹالنے کی طاقت اسلام کے سوا کس کے اندر ہے۔ اٹل، غیر مبدل، الہٰی نظام صرف اسلام کے پاس ہے جسے رائج کرنے کی جد وجہد کا نام جہاد ہے اور یہ ذمہ دنیا بھر کے اہل اسلام کا ہے گویا ایک مومن کی نگاہ جس گوشۂ حیات پر پڑتی ہے وہ جہاد کی دعوت بن کر سامنے آتا ہے ___ ضرورت ہے کہ اے اہل حق! ع نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری۔

یہ ہیں وہ لازمی ضرورتیں جو جہاد کو لازم قرار دیتی ہیں۔ اگر دنیا کو شر و فساد کی جانب بڑھتے

marfat.com

دیکھ کر بھی ملت مسلمہ اپنا فرض ادا نہیں کرتی تو گویا اس نے اپنی مسئولیت سے روگردانی کی اپنے ذمہ کو اتار پھینکا، پھر اسے اجتماعی وبال کا سامنا کرنا ہوگا۔ حاکم مطلق کا فیصلہ اٹل ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ (القرآن)

اس فتنے سے بچو جس کا اثر محض ظالموں ہی تک محدود نہیں رہے گا۔

جہاد اس لیے ضروری ہے کہ معمورہ عالم میں عدل و انصاف الٰہی بنیادوں پر قائم ہو، انسانوں کو خالق انسانیت کی مرضی کے مطابق حقوق و مراعات نصیب ہوں۔ جہاد اسلامی نہ ہو تو یہ مقاصد کیونکر حاصل ہو سکتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دنیائے اسلام اپنے اس فریضہ سے غافل ہو اور ساری دنیا فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے۔

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۭ (القرآن)

اگر تم نے یہ نہ کیا تو زمین میں فتنہ و فساد پھیل جائے گا۔

شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ نہر کے بند میں چھوٹا سا سوراخ ہو تو اسے فوراً آسانی سے بند کیا جا سکتا ہے اور اگر اس سے غفلت ہوئی تو ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ بڑھ کر آبادی کی آبادی بہا لے جائے گا۔ ؎

اٹھ کر خورشید کا سامان سفر پیدا کریں\
نفس سوختۂ شام و سحر پیدا کریں

اسلامی جہاد اور عام جنگوں کا فرق

عام انداز میں آج کی دنیا کو یہ باور کرانا آسان نہیں ہے کہ اسلامی جہاد سراپا رحمت و برکت اور فلاح انسانیت کے پیش نظر ہے اور دوسری دنیاوی تمام جنگوں اور لڑائیوں سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

مثلاً۔ ۱۔ اسلامی جہاد (حرب) قوانین الٰہیہ کے نفاذ کی مستحکم اسکیم کا ایک جزء ہے،	۱۔ دوسری جنگوں کا مقصد ملک گیری، حصول دولت اپنی برتری اور تفوق، اور غلام سازی کے

marfat.com

جو بلند ترین نصب العین ہے۔

۲۔ اسلامی جہاد کا نتیجہ، عدل و انصاف کا فروغ، مساوات و اخوت کی ترقی، ہمدردی و رواداری کی بنیادیں مضبوط کرنا اور صالح تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالنا ہے۔

۳۔ اسلامی جہاد کے تمام قوانین احترام انسانیت، شر و فساد کے خاتمہ، احتیاط تقویٰ اور خدا ترسی کی بنیادوں پر خدائی ہدایات کے مطابق مقرر ہیں۔ خاص حالت جہاد میں بھی اسلام نے اہل اسلام پر اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں خدائی اصولوں کے دائرے میں رہ کر قدم اٹھانے کا حکم دیا ہے۔

سوا کچھ نہیں۔

۲۔ دیگر لڑائیوں کے نتائج تباہی و بربادی خونریزی فاتح کے شکنجے میں مفتوح کی زندگیوں کا اجیرن ہونا۔ لوٹ کھسوٹ مفتوح علاقے کی ساری دولت فاتح کی ذاتی ملکیت بن جانا وغیرہ۔

۳۔ دیگر جنگوں کے تمام قوانین محاربین کی من مانی چالوں، غلبہ اور کامیابی کے لیے ہر ممکن ذرائع کے استعمال اور انتقام و اشتعال کی آگ میں کود کر سب کچھ کر گذرنے کے نام ہیں جن کا خمیازہ صدیاں گزرنے تک نسل انسانی اور خطۂ زمین بھگتے رہتے ہیں۔ ویت نام کا علاقہ اس کی زندہ مثال ہے۔

اس پورے حصۂ مضمون میں یہی عنوان ہمارے موضوع سے بلا واسطہ تعلق رکھتا ہے اس لیے ہم اپنے انصاف پسند قارئین کے سامنے ذرا تفصیل سے رکھیں گے۔

جہاد کی احتیاطیں

اسلامی جہاد کن اصولوں کا پابند ہے اس بارے میں سب سے پہلے ہم قرآن و حدیث سے بنیادی احکام پیش کرتے ہیں۔ دشمن کو سزا اتنی ہی دی جائے جتنی زیادتی اس نے کی یا اسے معاف کر دیا جائے تو اور بہتر ہے۔

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ

اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی تھی، اور اگر تم صبر

marfat.com

لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ ۳۲ (القرآن) — کرو، تو بے شک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا ہے۔

محض مخالفت اور عناد کی بنیاد پر عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے ہرگز نہ چھوڑا جائے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى — اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے

اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ — کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ پرہیزگاری

اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ — سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ۳۳ (القرآن) بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

جہاد کفر و نفاق، بے اعتدالی و تعدی، ظلم و بربریت کے خاتمہ کی تحریک ہے۔ مجاہد جس تحریک کو لے کر آگے بڑھتا ہے اس کی خلوص کاری میں کسی انسان کی ذاتی یا قومی مخالفت کا جذبہ نہیں ہوتا۔ اس کی عملی تمثیل میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا واقعہ روشن دلیل ہے۔

جہاد کے دوران ایک شخص آپ کا مقابل ہوا، تھوڑی دیر کی آویزش کے بعد آپ نے اُسے زمین پر گرا دیا، اب تلوار سے اس کا کام تمام کرنے بڑھے تو اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا اس کی اس حرکت کی بجائے اس کے کہ آپ اور غضب ناک ہو کر اسے مار ڈالتے۔ آپ نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا، پوچھا آپ نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا میں نے تجھے دشمن خدا اور رسول سمجھ کر، پچھاڑا تھا اور قتل کرنا چاہتا تھا۔ مگر جب تو نے میرے اوپر تھوکا، تو اب اگر میں تجھے قتل کر دوں تو اس میں میرا ذاتی عناد شامل ہو جائے گا۔ اس وبال سے خود کو بچانے کے لیے میں نے تجھ سے ہاتھ کھینچ لیا۔

ابو داؤد اور ابن ماجہ رباح بن الربیع سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ — ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَرَاٰى — ایک غزوہ میں تھے۔ حضور نے لوگوں کو

marfat.com

النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ انْظُرْ عَلٰى مَا اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ فَجَاءَ فَقَالَ عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيْلٍ فَقَالَ مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ وَعَلَى الْمُقَدَّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ قُلْ لِخَالِدٍ لَا تَقْتُلْ امْرَأَةً وَلَا عَسِيْفًا ۔[۳۴]

کسی چیز پر اکٹھا دیکھا تو ایک شخص کو بھیجا تاکہ دیکھے کہ لوگ کیوں جمع ہیں اس نے آکر بتایا کہ لوگ ایک مقتول عورت کے گرد جمع ہیں تو آپ نے فرمایا یہ جنگ تو نہیں کر رہی تھی۔ خالد بن ولید اس لشکر کے امیر تھے۔ حضور نے انھیں ایک شخص کے ذریعے یہ حکم دیا کہ خالد سے کہہ دو کسی عورت اور مزدور کو نہ قتل کیا جائے۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

وُجِدَتْ امْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةً فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ ۔[۳۵]

غزوات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی میں ایک عورت پائی گئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے ممانعت کا حکم فرمایا۔

اسی طرح ابوداؤد میں حضرت انس کی مروی حدیث کا ایک حصہ یہ بھی ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيْرًا وَلَا امْرَأَةً ۔[۳۶]

اور بہت بوڑھے کو قتل نہ کرو اور نہ بچے کو اور نہ عورت کو۔

حضرت بریدہ سے مسلم میں روایت ہے، فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيْرًا قَالَ لَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا ۔[۳۷]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو امیر لشکر بناتے تو اس سے فرماتے کہ بچے کو نہ قتل کرے۔

نیل الاوطار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ:

marfat.com

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَلَا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ۔

بے شک نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ قتل کرو، بچوں کو اور گوشہ نشین اصحاب صومعہ کو۔

ابوداؤد و ترمذی عصام مزنی سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ:

بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِیَّۃٍ فَقَالَ اِذَا رَاَیْتُمْ مَسْجِدًا اَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوْا اَحَدًا [38]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مرتبہ ایک سریہ میں بھیجا تو فرمایا جہاں کوئی مسجد دیکھو یا موذن کی آواز سنو وہاں کسی کو نہ مارو۔

عین حالت جنگ میں ان باتوں کا لحاظ کون کر سکتا ہے؟ سوائے اس کے جو انسانیت کا سچا بہی خواہ، بنی نوع آدم کا اخلاص مند، اور اہل عالم کی فلاح و بہبود کا مبلغ ہو، ان ہی تمام آیات و احادیث کی بنیادوں پر اسلامی جہاد کے قوانین کی دیواریں استوار کریں۔ اسلام ایسا مستحکم اور مضبوط نظام ہے جو کسی کو بھی حد سے تجاوز کرنے کی کبھی اجازت نہیں دیتا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ [39]

حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔

دشمنان اسلام سے عین معرکہ کی حالت میں بھی وہ آوازہ مجاہدین کے کانوں میں گونجتا رہتا ہے، جو حضور نے فتح مکہ کے موقع پر بلند فرمایا تھا۔

۱۔ صرف اسی سے مقابلہ کیا جائے جو خود جنگ کی نیت سے آئے۔

۲۔ حرم میں خونریزی سے باز رہا جائے (اگرچہ اس روز خدا نے اپنے رسول کے لیے وہاں جہاد کی حلت عطا فرمادی تھی)۔

۳۔ جو شخص کعبے کی حدود میں داخل ہو جائے وہ ہماری پناہ میں ہے۔

۴۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ پناہ میں ہے۔

marfat.com

۵۔ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ پناہ میں ہے۔

۶۔ جو بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۷۔ جو ہتھیار پھینک دے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۸۔ زخمی اور قیدی قتل نہ کیے جائیں (محض چند اشتہاری مجرم ایسے تھے جو ان قوانین سے مستثنیٰ تھے)۔

عام معرکہ کارزار کے دوران یہ قوانین بھی ملحوظ رکھے جاتے تھے۔

۹۔ بدعہدی اور خیانت نہ ہو۔

۱۰۔ لاشوں کو مثلہ نہ کیا جائے۔

۱۱۔ پھلدار درختوں کو کاٹ کر یا جلا کر برباد نہ کیا جائے،

۱۲۔ آبادی کے غیر محاربین کو نہ چھیڑا جائے۔

خطبہ فتح فتح مکہ کے روز محسن انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خطبہ فتح ارشاد فرمایا تھا، جو اسلامی جہاد کی بنیادی مقصدیت کو اجاگر کرتا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ	اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہ
لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ	ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے
وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اَلَا كُلُّ	اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اور اپنے
مَاثَرَةٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ يُدْعٰى	بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا
فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ اِلَّا	چھوڑ دیا، خبردار! ہر قسم کا مطالبہ خواہ وہ
سِدَانَةَ الْبَيْتِ وَسِقَايَةَ	خون کا ہو یا مال کا، میرے پاؤں کے
الْحَاجِّ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنَّ	نیچے ہے (یعنی منسوخ ہوا) البتہ بیت
اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ	اللہ کی تولیت، اور دربانی اور حاجیوں

marfat.com

الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْاٰبَاءِ النَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔

(الحدیث)

کو پانی پلانے کے مناصب مستثنیٰ ہیں اے گروہ قریش! آج کے دن اللہ نے تم سے جاہلیت کا غرور چھین لیا ــــ اور آباؤ اجداد پر بڑائی ختم کر دی ۔کل بنی نوع انسان آدم کی نسل سے ہیں اور آدم کی تخلیق مٹی سے تھی۔

اس کے بعد حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

(القرآن)

لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

دور نبوی میں جہاد اور اس کی برکات

ساری دنیا کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنانے کا نظام برپا کرنے والے رسول رحمت حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل غزوات جو فرمائے اور صحابہ کرام کی جماعت کو ساتھ لے کر جہاد اسلامی کے لیے قائدانہ نکلے ،ان کی تعداد ۲۷ ہے۔ان کے علاوہ جن مہمات میں حضور نے کسی کو سپہ سالار بنا کر روانہ فرمایا ان کو سرایا کہتے ہیں ان کی تعداد تقریباً ۶۰ ہے ذیل میں ہم ایک نقشہ پیش کرتے ہیں ،جن سے معلوم ہوگا کہ کون سا غزوہ کہاں ،کب ،کتنی تعداد مجاہدین کے ساتھ ،کس کے مقابلہ میں ہوا۔؟

marfat.com

نمبر شمار	نام غزوہ	تعداد مجاہدین	تاریخ و سن ہجری	تاریخ و سنہ عیسوی	بمقابلہ
۱	ابواء	۷۰	صفر ۲ھ	اگست ۶۲۳ء	انسداد قافلہ قریش
۲	بواط	۲۰۰	ربیع الآخر ۲ھ	اکتوبر ۶۲۳ء	انسداد قافلہ قریش
۳	سفوان	۷۰	ربیع الآخر ۲ھ	اکتوبر ۶۲۳ء	تعاقب کرز بن جابر ڈاکو
۴	ذوالعشیرہ	۱۵۰	جمادی الاولیٰ/۲ھ	نومبر ۶۲۳ء	برائے معاہدہ قبائل ینبوع
۵	بدر الکبریٰ	۳۱۳	۱۲،۱۷ رمضان/۲ھ	۸،۱۳ مارچ ۶۲۴ء	کفار قریش ایک ہزار
۶	بنو قینقاع		۱۵ شوال ۲ھ	۱۰ اپریل ۶۲۴ء	قبائل یہود
۷	السویق	۲۰۰	۵ ذوالحجہ ۲ھ	۲۹ مئی ۶۲۴ء	تعاقب صخر بن حرب اموی
۸	بنو سلیم، ذی امر	۲۰۰	محرم ۳ھ	جون ۶۲۴ء	قبیلہ بنو سلیم یا غطفان
۹	غطفان، انمار	۴۵۰ سوار	جمادی الاولیٰ/۴ھ	اکتوبر، نومبر ۶۲۵ء	بنو ثعلبہ بنو محارب
۱۰	احد	۵۶۰	۱۵ شوال ۳ھ	۲۳ مارچ ۶۲۵ء	مدینہ سے تین میل دور کفار عرب
۱۱	حمراء الاسد	۵۴۰	۷ شوال ۳ھ	جون ۶۲۵ء	احد کے دوسرے دن تعاقب
۱۲	بنو نضیر		ربیع الاول ۴ھ		یہود کا تعاقب
۱۳	بدر اخریٰ	۱۵۱۰	ذوالقعدہ ۴ھ	اپریل ۶۲۶ء	انسداد قبیلہ کفار قریش
۱۴	دومۃ الجندل	۱۰۰۰	۲۵ ربیع الاول ۵ھ	۲۴ اگست ۶۲۶ء	مختلف قبائل کفار عرب
۱۵	مریسیع		۲ شعبان ۵ھ	۲۸ دسمبر ۶۲۶ء	انسداد بنو مصطلق
۱۶	خندق (احزاب)	۳۰۰۰	۸ ذوالقعدہ/۵ھ	۳۱ مارچ ۶۲۷ء	کفار قریش و قبائل یہود
۱۷	بنو قریظہ		ذوالحجہ ۵ھ		یہودی قبیلہ بنو قریظہ
۱۸	بنی لحیان	۲۰۰ سوار	۱ ربیع الاول/۶ھ	جولائی ۶۲۷ء	اہل رجیع قاتلین مبلغین اسلام

marfat.com

۱۹	ذی قرد (غابہ)	۵۰۰	ربیع الثانی سنہ ۶ھ		ڈاکوؤں کے خلاف
۲۰	حدیبیہ	۱۴۰۰	ار ذوالقعدہ/۶ھ	اگست سنہ ۶۲۸ء	قریش مکہ مانعین عمرہ
۲۱	خیبر	۱۴۲۰	محرم سنہ ۷ھ	ستمبر ۶۲۸ء	قبائل یہود
۲۲	وادی القریٰ	۳۸۲	محرم سنہ ۷ھ		یہودی قبائل
۲۳	ذات الرقاع	۴۰۰	۱۰ر محرم سنہ ۷ھ		مختلف قبائل
۲۴	فتح مکہ	۱۰۰۰۰	۱۰ر رمضان سنہ ۸ھ	ار جنوری سنہ ۶۳۰ء	قریش
۲۵	حنین	۱۲۰۰۰	ار شوال سنہ ۸ھ	جنوری فروری ۶۳۰ء	مختلف قبائل
۲۶	طائف	۱۲۰۰۰	شوال سنہ ۸ھ	فروری سنہ ۶۳۰ء	مختلف قبائل
۲۷	تبوک	۳۰۰۰۰	رجب سنہ ۹ھ	نومبر سنہ ۶۳۰ء	قیصر روم کی افواج

یہ تمام غزوات وسرایا سنہ ۲ھ ر ۶۲۴ء سے سنہ ۹ھ ر ۶۳۱ء تک آٹھ سال کے اندر ہوئے۔ جن میں کل ۹۱۸ آدمیوں کی جانیں گئیں۔ کفار ومشرکین کے ۶،۵۶۵ آدمی جنگی قیدی بنائے گئے۔ ان میں سے ۶،۳۴۷ قیدیوں کو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد فرمایا۔ یہ ہے جہاد اسلامی کے اوّلین دَور کا خاکہ جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے آفتاب کی طرح روشن ہے، دنیا میں اسلامی انقلاب رونما کرنے کے لیے اس انقلاب کے بانی کے دم سے دنیا کو جو فوائد نصیب ہوتے اور انسانیت جن اقدار سے مالامال ہوئی وہ بھی پیشِ نظر ہے۔

ترقی یافتہ دنیا کے کارنامے

اور اس کے برخلاف دنیا میں اسلامی جہاد کو غارت گری لٹیرا پن اور دہشت گردی کا نام دینے والوں کے کارناموں کا بھی ایک سرسری جائزہ لیتے چلیے تاکہ آپنے کو مہذب اور اہل تہذیب کو غیر مہذب گردانے والوں کی وحشت ودرندگی اور محض اپنے حصول اقتدار، حصول دولت اور بے بنیاد پاسداری

marfat.com

کی بنیاد پر دنیا کو خون و آہن کے الاؤ میں دھکیلنے والے لوگوں نے آہیں آنسو، خاک، خون، ویرانے الاؤ، ہلاکت و بربادی کے سوا دنیا کو کیا دیا؟ ابھی واضح ہو جائے ہم یہاں اب مختصراً پہلی جنگ عظیم کے جانی نقصانات اور دوسری جنگ عظیم کی ہلاکت خیزیوں کی لسٹ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ان اعداد و شمار میں قیدی اور زخمی انسانوں کا حساب نہیں ہے۔ جس زمانے میں یہ فہرست شائع کی گئی تھی اس کے بعد بھی بعض مقامات پر جنگ جاری رہی۔

	نام ملک	تعداد لفظوں میں	تعداد مقتولین و ہلوکین ہندسوں میں
جنگ عظیم اول	روس	ستره لاکھ	۱۷۰۰۰۰۰
	جرمنی	سوله لاکھ	۱۶۰۰۰۰۰
	فرانس	تیره لاکھ ستر ہزار	۱۳۷۰۰۰۰
	اٹلی	چار لاکھ ساٹھ ہزار	۴۶۰۰۰۰
	آسٹریا	آٹھ لاکھ	۸۰۰۰۰۰
	برطانیہ	سات لاکھ	۷۰۰۰۰۰
	ٹرکی	۲ لاکھ پچاس ہزار	۲۵۰۰۰۰
	بلجیم	ایک لاکھ دو ہزار	۱۰۲۰۰۰
	بلغاریہ	ایک لاکھ	۱۰۰۰۰۰
	رومانیہ	ایک لاکھ	۱۰۰۰۰۰
	سربیا مانٹینگری	ایک لاکھ	۱۰۰۰۰۰
	امریکہ	پچاس ہزار	۵۰۰۰۰
	میزان	تہتر لاکھ بتیس ہزار	۷۳۳۲۰۰۰

marfat.com

نام ملک	تعداد لفظوں میں	تعداد مقتولین ومہلوکین ہندسوں میں
روس	دو کروڑ دس لاکھ	۲۱۰۰۰۰۰۰
جرمنی	سولہ لاکھ	۱۶۰۰۰۰۰
پولینڈ	نو لاکھ	۹۰۰۰۰۰
چین	تیس لاکھ	۳۰۰۰۰۰۰
جاپان	ستائیس / پچاس لاکھ	۲۷۰۰۰۰۰ / ۵۰
آسٹریا	سات لاکھ	۷۰۰۰۰۰
رومانیہ	سات لاکھ	۷۰۰۰۰۰
فن لینڈ	ایک لاکھ تراسی ہزار	۱۸۳۰۰۰
چیکوسلویکیہ	ساٹھ ہزار	۶۰۰۰۰
سلاویکیہ	تیس لاکھ پچاس ہزار	۳۰۵۰۰۰۰
امریکہ	دس لاکھ ستر ہزار	۱۰۷۰۰۰۰
برطانیہ	چودہ لاکھ تیس ہزار	۱۴۳۰۰۰۰
فرانس	دس لاکھ	۱۰۰۰۰۰۰
اٹلی	گیارہ لاکھ	۱۱۰۰۰۰۰
یوگوسلاویہ	سولہ لاکھ پچاسی ہزار	۱۶۸۵۰۰۰
ہنگری	چھ لاکھ	۶۰۰۰۰۰
ہالینڈ	دو لاکھ پچھتر ہزار	۲۷۵۰۰۰
بلجیم	ساٹھ ہزار	۶۰۰۰۰
فلپائن	تیس ہزار	۳۰۰۰۰
میزان	چار کروڑ چونتیس لاکھ تینتالیس ہزار گیارہ	۴،۳۴،۴۳۰۱۱

marfat.com

مقتولین و مہلوکین کی اس لسٹ کو دیکھ کر ان جنگوں کے سورماؤں کو انسانیت کے کس خانے میں فٹ کیا جاتے اور جن قوموں کے یہ کارنامے ہیں کیا ان کا منہ ہے اسلامی جہاد کی پاکیزہ مہم پر انگشت نمائی کرنے کا؟ جن لوگوں نے اپنے مقاصد رذیلہ کے تحت دنیا کی آبادی کو بیک وقت آگ کے الاؤ میں جھونک دیا۔ جنگ کے آتش فشاں پر کھڑا کر دیا وہ آئیں اور اب سے اسلام کے حقیقی پُر امن، انسانیت نواز اصولوں پر سر تسلیم خم کریں۔

اس کے ساتھ ہم غیر اسلامی مذہبی دورِ اقتدار کی کچھ جنگی کارستانیوں کا بھی جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ جس میں بد عہدی، اخلاق باختگی، عیسائی معبدوں کا مسمار عام بات تھی۔

چند دیگر جنگی نمونے

عیسائیوں کی تاریخ اقتدار میں یہ بات نہایت عام تھی کہ رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقے اور دیگر ٹولیاں صدیوں تک ایک دوسرے کی خونریزی کرتی رہیں۔ ان میں ہر ایک فرقہ دوسرے کو قتل و غارت گری کا اسی طرح نشانہ بناتا جس طرح ایک دشمن قوم کو بنایا جاتا ہے۔

اسی طرح شاہ روما نے جب یہود پر دسترس پائی تو یہودیوں کے سارے عبادت خانوں کو زمین کے برابر کرا دیا۔ حتیٰ کہ یہ کھیل یروشلم میں بہت بڑے پیمانے پر کھیلا گیا۔

یونہی ایرانیوں نے پرویز کے زمانے میں ایشیائے کوچک پر قبضہ کر کے وہاں کے گرجاؤں کو مسمار کرا دیا تھا۔ اسی طرح ٹھیک دس سال کے بعد عیسائیوں نے جب پھر غلبہ پایا تو پارسی عبادت گاہوں کے نام و نشان تک مٹا ڈالے، اور انسانی آبادیوں کو بھیڑ بکریوں یا کھیت کی فصلوں کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

٭ قرونِ وسطیٰ میں جب صلیبی جنگوں کا طویل سلسلہ مسلمانوں پر مسلط کیا گیا تو مسلمان اپنی تعلیمات جہادِ اسلامی کی رعایت میں اپنے عہد کی پابندی کرتے رہے اور صلیبیوں کا یہ حال تھا کہ مسلسل غداری کے ذریعہ خونریزی اور ہلاکت پھیلاتے رہے۔ مسلمان انسانی جانوں کی حفاظت و صیانت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اور صلیبی متواتر خونریزی کر کے مظلوموں کے گھٹنوں گھٹنوں تک

میں جشنِ فتح کا رقص کرتے رہے۔

بد عہدی کی مثال

مثال کے طور پر صلیبی بہادر اپنے دوسرے حملے میں جب معرۃ النعمان پہنچے اور معرہ کے مسلم باشندوں نے بحالتِ مجبوری ہتھیار ڈال دینے کا ارادہ کیا تو صلیبی قائدین افواج سے معاہدۂ امن کیا کہ ہم لوگ اس شرط پر ہتھیار ڈالتے ہیں کہ معرہ والوں کی جان و مال عزت و آبرو پر کوئی حرف نہ آئے گا۔ صلیبی رہنماؤں نے اسے منظور کیا اور جب مسیحی افواج آبادی میں داخل ہوئیں تو کیا ہوا؟ خود اس فوج میں شامل انگریزوں کا بیان ہے کہ اہل معرہ کا بے تحاشا قتل عام شروع ہوا، مکانات جلائے گئے، مردوں میں جو لوگ صحت مند و جوان تھے انھیں تو مارا ہی، بچے، بوڑھے، عورتیں سب پر ایک طرف سے ظلم و ستم کی آگ برسائی گئی، اس طرح ایک لاکھ انسانوں کو قتل کر ڈالا گیا۔

اس آبادی کو قبرستان میں تبدیل کرنے کے بعد صلیبی سورما بیت المقدس پر حملہ آور ہوئے۔ اہل قدس کو اپنی عسکری طاقت کا حال معلوم تھا۔ اس لیے ان لوگوں نے مصالحت کی پیشکش کی۔ عیسائی سپہ سالار نے اہل قدس کی جان و مال کی حفاظت کا عہد کیا۔ اس معاہدے کی تکمیل کے بعد صلیبی امیر فوج کو شہر میں داخلہ کی اجازت مل گئی۔ صلح کے معاہدے کی علامت کے طور پر مسجد اقصیٰ پر ایک سفید علم لہرا دیا گیا۔

مگر صد افسوس! انبیاء و رسل کی یہ مقدس سرزمین، اس کے بعد صلیبی درندوں کے ہاتھوں کس طرح انسانی لہو سے رنگین کی گئی، شہر بیت المقدس اور حرم مسجد قدس مسلمانوں کا مذبح بنایا گیا۔ ستر ہزار انسان جن میں صلحاء علماء زہاد اور اہل کمال تھے۔ مسجد اقصیٰ کے اندر ان سب کو شہید کر دیا گیا۔ شہر کی سڑکیں گلی کوچے لاشوں سے پٹ گئے۔ انسانی اعضاء راستوں میں چیتھڑوں کی طرح بکھیر دیے گئے۔ بعد ازاں مسیحی سپاہی مسجد قدس میں گھٹنوں تک خون میں چل کر جشن فتح میں رقص کناں ہوتے۔

نصرانی بہادروں نے شہر کو پاک کرنے کے لیے وہاں کے باشندوں کا قتل عام کرنا

marfat.com

بھی ضروری سمجھا اور مجبور و نہتے شہریوں کے خون سے ان کی کامیابی و کامرانی کا آخری باب لکھا گیا۔

تصویر کا دوسرا رُخ

اور اسی بیت المقدس کو جب اسلامی سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس ظلم عظیم کے صرف نوّے سال بعد فتح کیا تو باوجود اس کے کہ مظلوم مسلمانوں کی تاریخ کہنہ نہیں ہوئی تھی۔ مقتولین و مذبوحین کے خون کی سُرخی بیت المقدس کے درودیوار پر موجود تھی، مسجد قدس کے صحن میں تڑپتی ہوئی علماء و فضلاء کی لاشوں کے مناظر تر و تازہ تھے۔ سلطان نے اسلامی اخلاق، اور انسانی قدر و منزلت اور اصول جہاد کے عین مطابق اس شہر کے باشندوں پر کوئی ناروا اقدام نہیں کیا —— مغرب سے آکر تقریبًا ایک لاکھ نصرانی وہاں آباد ہو گئے تھے، ان کو ہر قسم کی آزادی دی، اور اعلان کیا کہ جو کہیں اور منتقل ہونا چاہے اسے پوری اجازت ہے۔ مسکین اور غریب لوگوں سے کوئی مطالبہ کیے بغیر چلے جانے کی آسانیاں فراہم کیں، اور حفاظت کے ساتھ ان کی منزل تک پہنچانے کا انتظام کیا۔ انتظامی امور کے لیے صرف ان میں سے دولت مندوں سے نہایت معمولی رقم وصول کی۔ منتقلی کی تیاریوں کے لیے چالیس روز کا وقت ملا جس میں پوری تیاری کے بعد ۸۴ ہزار انسان عکا وغیرہ دوسرے مقامات پر چلے گئے۔ فدیہ کی رقم نہایت معمولی تھی اس کے باوجود جو لوگ ادا نہ کر سکے ان کی طرف سے سلطان کے بھائی نے اس قسم کے دو ہزار انسانوں کا فدیہ اپنے ہاتھوں سے ادا کیا۔ عیسائی ہیڈ آف مارک نے جانے کا ارادہ کیا تو اپنی کثیر دولت و زر و جواہر اور سامان کے ساتھ سلطان نے محافظ دستے کے ہمراہ اسے اس کی منزل تک پہنچوایا۔ اس وقت تمام عالم نصرانیت مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا اور ہلال و صلیب کی آویزش پورے شباب پر تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے معاہدے کی پوری پابندی کرتے ہوئے عیسائیوں کو عکہ، صور اور صیدا کی عیسائی آبادیوں تک جہاں وہ لوگ جانا چاہتے تھے۔ اپنی محافظ فوج کی نگرانی میں امن و امان سے روانہ کر دیا۔

marfat.com

اسی انخلاء کے زمانے میں کچھ نصرانی عورتیں سلطان کے پاس درخواست لائیں کہ ہمارے گھر کے مرد جنگ میں مارے جا چکے ہیں، اور کچھ فوجی قیدی ہیں ہمارا نگران کوئی نہیں ہے جن کے ساتھ ہم سفر کر سکیں۔ ان کی دکھ بھری داستانیں سن کر سلطان آبدیدہ ہو گیا ان کے شوہروں، بھائیوں اور بیٹوں میں جو قید میں تھے انہیں رہا کر دیا اور بہت ساز و مال دے کر انہیں رخصت کیا۔

اس موقع پر جو نصرانی وہاں سے ترک وطن کر کے انطاکیہ گئے۔ ان کے ساتھ ان کے ہم مذہبوں نے یہ سلوک کیا کہ شہر میں داخل تک نہ ہونے دیا۔ کچھ طرابلس کی طرف کوچ کرنے والوں کو لاطینی طرابلسیوں نے مار بھگایا اور ان کا مال و متاع جو مسلمانوں کے پاس سے وہ لے کر گئے تھے وہ بھی چھین لیا۔ اسی طرح جب سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کیا تو مفتوحین کے ساتھ اسلامی اخلاق کا فیاضانہ سلوک کیا۔ جسے تاریخ اسلام کے مرتبین کے ساتھ ساتھ خود غیر مسلم مؤرخین نے بھی سراہا ہے۔ سلطان جب ایا صوفیہ کے گرجا میں آیا تو اس نے سہمے ہوتے پادریوں اور پناہ گزینوں کو دیکھا اور ان سب کو پناہ دی اور یقین دلایا کہ ان کے ہر دکھ درد کا مداوا کیا جائے گا۔ چنانچہ غرض وہ مسیحیوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور اپنے اپنے گھروں کو لوٹے۔ کسی مسلمان سپاہی نے امن کے بعد ان میں سے کسی کا بال بیکا نہ کیا۔ مسیحیوں کو اپنے مذہبی رسوم و رواج کی ادائیگی کی کامل آزادی تھی۔ وہ لوگ اپنا پیٹر آف یارک خود منتخب کرتے تھے بیزنطینیوں کے زمانے میں جس طرح اس انتخاب کے موقع پر تقریب میں حکمران شریک ہوتے تھے۔ سلطان نے خود بڑی شان و شوکت سے اس تقریب کا انعقاد کیا، اور اسے شاہی انعامات سے نوازا۔ اور اختیارات دیے کہ تمام مذہبی امور کے فیصلے وہ کرے اپنے ان حقوق و امتیازات کو استعمال کرے جو پہلے کے تمام پیٹر آف یارک کرتے تھے۔ بادشاہ نے اس موقع پر پیٹر کو ایک مرصع گھوڑا دیا اور اپنے مخصوص باڈی گارڈز کا ایک دستہ خدمت پر متعین کیا۔

marfat.com

یہ بات فراموش نہ کی جائے کہ سلطان محمد فاتح، ایک فاتح کی حیثیت سے قسطنطنیہ میں داخل ہوا تھا۔ اس سے کسی کا سابقہ معاہدہ نہیں تھا جس کی پابندی لازم ہوتی۔ مگر دراصل اسلامی نظام میں انسانی قدر و قیمت جس اہمیت کی حامل ہے وہ لوگ اس کے قدردان تھے، اس لیے ہر حال میں رواداری، فیاضی، اخلاق اور جود و نوال کی چادر دراز رکھتے تھے۔

سلطان کے اس سلوک ہی کی بنیاد پر قسطنطنیہ کے غیر مسلم خود کو بازنطینی دور کے بہ لحاظ زیادہ مامون و محفوظ سمجھتے تھے۔ اور اسلامی ریاست کو گہوارۂ امن و سلامتی پاتے تھے۔

اور وہی قسطنطنیہ جب ۱۲۰۴ء میں مسیحیوں کے قبضہ میں آیا تو ان لوگوں نے خود اپنے مذہب آرتھوڈکس فرقے کے مسیحیوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ انسنٹ سوئم پاپائے روم کا بیان سنیئے جسے ہم مشہور عرب مفکر ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔

"مسیح کے ماننے والوں اور ان کے دین کے حامیوں کا فرض تو یہ تھا کہ وہ اپنی تلواروں کا رخ مسیحیت کے بڑے دشمن (اسلام) کی طرف پھیرتے، لیکن افسوس کہ انھوں نے خود مسیحیوں کا خون بہایا، جس کا بہانا ان کے لیے مذہباً حرام تھا مگر انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی، اور خون کے دریا بہاتے اور نہ دین کا کوئی احترام کیا، نہ عورت اور مرد کا کوئی امتیاز باقی رکھا اور نہ عمروں (بوڑھے جوان بچوں) کا کوئی لحاظ رکھا۔ دن دھاڑے زنا کاریاں کیں۔ راہب عورتیں بچوں والی مائیں اور دوشیزائیں ان کی ہوس ناکیوں کے سامنے بے بس تھیں۔ اور اس لشکر کے جنسی درندوں نے انھیں بھنبھوڑا، ان لوگوں نے بادشاہ اور دوسرے امراء کی دولت لوٹنے ہی پر قناعت نہیں کی، بلکہ کلیساؤں کی زمینوں اور جائیدادوں کو بھی خوب لوٹا۔ انھوں نے کلیساؤں کی بھی بے حرمتی کی، ان کی مقدس تصاویر

صلیبوں اور متبرک آثار تک کو لوٹ لیا " ۴۱

مشہور مؤرخ شارل ڈیل لکھتے ہیں۔

"یہ مدہوش لشکر کنیسہ ایا صوفیہ میں داخل ہوا، مقدس کتابوں کو ضائع کر دیا، شہدا کی تصاویر کو اپنے پاؤں سے روندا، ایک بدکردار عورت وہاں پیٹریارک کی کرسی پر بیٹھی، اور اونچی آواز سے گانے لگی۔ شہرت علم دین کے نشانات مٹا دیے گئے اور سونے چاندی سے بنے ہوئے مجسموں کو توڑا گیا، تاکہ ان سے سکے ڈھالے جائیں۔" ۴۲

جن راہبوں نے ان دردناک مناظر کو اپنی آنکھوں سے خود دیکھا وہ بیان کرتے ہیں کہ ،

درحقیقت حضرت محمد کے پیروکاروں نے اس شہر کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو خود مسیح کے نام لیواؤں نے کیا۔" ۴۳

ان تمثیلات کو اب مزید طول نہ دیتے ہوئے میں اولین فتح بیت المقدس کے موقع پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اہل قدس کو عطا کردہ "پروانۂ امن" نقل کر کے موضوع کو سمیٹتا ہوں۔

مذکورہ بالا تمام مسیحی اور غیر اسلامی طاقتوں کی طاغوتیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے علاوہ بھی دنیا کے نقشہ پر قوت و حرب کے اعتماد پر ابھرنے والے فتنوں کو پرکھیے، تو امن و سلامتی کا واحد اور وحید قانون صرف اسلام میں ملے گا جس نے انسانی جان و مال عزت و آبرو کو مقدس گردانا ہے اور اسلام کے سچے پیروؤں نے اپنے زریں دور میں ان پر عمل کیا ہے۔

اہل قدس کو پروانۂ امن

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المقدس جب پہلی بار اسلامی پرچم تلے آیا، اس وقت آپ نے مہر خلافت کے ساتھ ایک "امان نامہ" بیت المقدس والوں کو عطا فرمایا تھا اس کی چند دفعات یہاں طبری کے حوالے سے نقل کی جاتی ہیں۔ جن سے اسلام کا غیر مسلم انسانوں کے بارے میں رواداری کا منظر یہ واضح ہوگا، باوجود اس کے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

marfat.com

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ۔ کے مظہر اتم، مگر جب عدل و مساوات کا ترازو ہاتھ میں پکڑتے ہیں تو خلافتِ راشدہ کا ایسا نورانی دور سامنے آتا ہے کہ کہا جا سکتا ہے رسول اکرم سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو قوانین خداوندی لے کر مبعوث ہوئے ان کی عملی توجیہ کا بہت عظیم حصہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں تکمیل پذیر ہوا۔ ان کی ایک مثال فتح بیت المقدس بھی ہے۔ آپ کے عہد نامہ میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ	اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔
ھٰذَا مَا اَعْطٰی عَبْدُ اللّٰہِ عُمَرُ	یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے عمر
اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَھْلَ اِیْلِیَا	امیر المؤمنین نے ایلیا (بیت المقدس) والوں
مِنَ الْاَمَانِ اَعْطَاھُمْ اَمَانًا	کو عطا کی۔ یہ امان ان کی جان و مال اور ان
لِاَنْفُسِہِمْ وَاَمْوَالِھِمْ وَلِکَنَائِسِھِمْ	کے کنیسوں اور صلیبوں کے لیے ہے ان کے
وَصُلْبَانِہِمْ وَسَقِیْمِھَا وَبَرِیْئِھَا	بیمار اور تندرست ان کی ساری ملت کے
وَسَائِرِ مِلَّتِھَا اَنَّہٗ لَا تُسْکَنُ	لیے ہے۔ ان کی عبادت گاہوں میں سکونت
کَنَائِسُہُمْ وَلَا تُھْدَمُ وَلَا یُنْتَقَصُ	اختیار کی جائے گی، اور نہ ہی ان کو مسمار
مِنْھَا وَلَا مِنْ حَیِّزِھَا وَلَا مِنْ	کیا جائے گا۔ ان کے کنیسوں ان کے ملحقات
صَلِیْبِہِمْ وَلَا مِنْ شَیْءٍ مِّنْ	ان کی صلیبوں اور ان کی جائیدادوں میں
اَمْوَالِھِمْ وَلَا یُکْرَھُوْنَ عَلٰی	کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔ دین کے بارے
دِیْنِھِمْ وَلَا یُضَارُّ اَحَدٌ	میں ان پر جبر و اکراہ نہیں کیا جائے گا،
مِنْھُمْ ؕ ۲۳	اور نہ ہی ان میں کسی کو آزار پہنچایا جائے گا۔

بیت المقدس تشریف آوری کے وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عیسائی رہنما بطریرک کے ہمراہ وہاں کے مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔ اور روایت میں ہے کہ جب وہ کنیسۃ القیامۃ" میں تھے تو نماز کا وقت آپہنچا۔ بطریک نے گزارش کی کہ کنیسہ ہی میں نماز پڑھ لیں۔ مگر

marfat.com

امیر المؤمنین نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا اگر آج میں یہاں نماز پڑھوں تو ممکن ہے آئندہ دور میں مسلمان میری سجدہ گاہ کے خیال سے دعوی کر دیں کہ اسے اسلامی معبد بنا دیا جائے۔ اللہ اکبر، قربان جائیے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی بصیرت ایمانی اور ملکۂ عدل پر، غیر مسلم اہل ذمہ کا انہیں اتنا خیال و پاس تھا۔ آپ کے دور خلافت میں مسلمانوں ہی کی طرح غیر مسلم معذورین کو لازمی اخراجات کے لیے وظیفہ ملتا تھا۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ بعض عیسائی جذامیوں کا آپ نے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ اس مد میں انھیں خوراک اور نقدی سرکاری خزانے سے دی جاتی تھی۔ ۴۵

تاریخ اسلام کے زریں دور میں یہ اور اس قسم کے سارے معاہدے اور انسانیت نواز پروانے امن در اصل اسلام کے عالمی امن عامہ کے سب سے موثر محرک اور قائد ہونے کی علامت ہیں۔ خلفائے راشدین کے دور کی تمام تر اسلامی فتوحات اور صالح امراء و سلاطین کی مہمیں در اصل دنیا کو امن کی طرف لے جانے والی اسلامی اسپرٹ کی تحریکیں ہیں۔ اب آئیے غور کریں کہ دنیا کے عام جنگی معاہدات میں اور اسلامی معاہدات میں کتنا بین فرق ہے کہ اسلام صرف وقتی معرکہ جیتنے کے نظریہ کو مدنظر نہیں رکھتا بلکہ قلوب انسانی کو اس کشمکش میں بھی اپنے رب سے راست رہنے کو اولیت دیتا ہے۔

عہد و معاہدے کی اہمیت اسلام میں

انسان کے اخلاقی کمالات اور خوبیوں میں سے ایفائے عہد بھی ایک اعلیٰ وصف ہے اسلام میں اسے بھی نقطۂ عروج نصیب ہوا۔ عام زندگی کے معمولات سے بہت بلند ہو کر جنگ و جدال کے کٹھن لمحات میں بھی عہد و پیمان کی رعایت ایمان و اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ ایک نہایت وسیع موضوع ہے جسے یہاں کما حقہٗ بیان کرنا مقصود نہیں محض اشارہ کرنا ہے۔ عہد و پیمان ہی کی ایک قسم کفار و مشرکین اور متحارب قوموں اور ملتوں سے معاہدہ بھی ہے۔ جن لوگوں سے اہل ایمان کا کوئی معاہدہ ہو جاتا ہے انھیں معاہد کہتے ہیں ——— سورۂ توبہ میں ان کے بارے میں ہے:

marfat.com

اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (القرآن)

مگر وہ مشرکین جن سے تمہارا معاہدہ تھا پھر انھوں نے تمہارے عہد میں کوئی کمی نہیں کی، اور تمہارے مقابل کسی کو مدد نہ دی تو ان کا عہد ٹھہری ہوئی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

معاہدے کی پابندی کی تعلیم اسی سورہ میں آگے چل کر پھر دی جا رہی ہے۔ باوجود اس کے کہ اللہ عالم الغیب والشہادۃ کو کفار و مشرکین کی عہد شکنی اور غدر کی عادتوں کا علم ہے۔ آیت کا تیور ملاحظہ کیجیے۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (القرآن)

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے پاس کوئی عہد کیونکر ہوگا؟ مگر وہ جن سے تمہارا معاہدہ مسجد حرام کے پاس ہوا تو جب تک وہ تمہارے لیے عہد پر قائم رہیں تم ان کے لیے قائم رہو، بے شک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں۔

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (القرآن)

بھلا کیونکر (عہد نبھائیں) ان کا حال تو یہ ہے کہ تم پر قابو پائیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔ اپنے منہ سے تمہیں راضی کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں انکار ہے، اور ان میں اکثر بے حکم ہیں۔

دنیا کے تمام اسلام دشمن عناصر کے مسلمانوں کے ساتھ معاہدوں میں جھانک کر دیکھیے

marfat.com

تو فرمانِ حق یُرْضُوْنَکُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۔ کی جھلک ضرور نظر آئے گی ،
زمانۂ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہود کا قبیلہ بنو قریظہ کا جو حضور سے معاہدہ کر چکا تھا کہ
نہ ہم آپ سے لڑیں گے اور نہ آپ کے خلاف کسی کی مدد کریں گے مگر ان لوگوں نے اپنا عہد توڑ
دیا اور کفار مکہ جب حضور پہ اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تو انہوں نے ہتھیاروں سے ان کی
مدد کی ۔ بعد میں پھر انہوں نے آکر حضور کی خدمت میں معذرت کی کہ ہم سے بھول ہو گئی قصور
معاف فرما دیں ۔ اس طرح دوبارہ معاہدہ ہوا ۔ ان لوگوں نے دوبارہ پھر عہد شکنی کی تو رب تعالیٰ
نے ان کو شَرَّ الدَّوَابِّ (انفال ۸ : ۵۵) فرمایا ۔ کیونکہ عہد کو توڑنا ہر عقلمند سلیم الطبع انسان کے
لیے باعث شرم ہے ۔ عہد شکنی کرنے والا ہر ایک کی نظر میں بے اعتبار ہو جاتا ہے ۔ عہد شکنی
انسانیت کے لیے ننگ و عار ہے ، اسی لیے عہد شکن کو شر الدواب فرمایا ۔ جس قوم کی بدعہدی ،
وعدہ شکنی مشہور ہو مسلمانوں کو ان سے معاہدہ کرتے وقت تاکید کی گئی ہے کہ

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً	اور اگر تم کسی قوم سے دغا کا اندیشہ کرو
فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ	تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو ،
اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَاۗىِٕنِيْنَ	برابری پر بے شک دغا والے اللہ کو
(القرآن)	پسند نہیں ۔

مسلمان خداوند قدوس کی جانب سے اپنے سپرد کیے ہوئے عہد کی پابندی پر مجبور
ہے ، اسی میں رب کائنات کی رضا و خوشنودی ہے ۔ عہد و پیمان اور قول و قرار کو پس پشت
ڈال کر روگردانی کرنا اسلام میں نہایت قبیح اور بدتر ہے ۔ ارشاد رب العالمین ہے ۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا	اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو
عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ	اور قسمیں مضبوط کر کے نہ توڑو اور تم اللہ
تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ	کو اپنے اوپر ضامن کر چکے ہو ، بیشک
كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ	اللہ تمہارے کام جانتا ہے ۔

marfat.com

سورۃ بنی اسرائیل میں صراحتہً حکم ہے۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ	اور عہد پورا کرو، بے شک عہد سے سوال
كَانَ مَسْئُوْلًا ۵۱ھ (القرآن)	ہوتا ہے۔

معاہد اسلامی قانون میں اسلامی ریاست کے سربراہوں سے جو لوگ جنگ کے بعد یا پہلے کسی قسم کا معاہدہ کرلیں اور شرائط طے کر کے اطاعت پر راضی ہو جائیں انھیں معاہد کہا جاتا ہے۔ اب ان کے ساتھ اسلامی ریاست اور مسلمانوں کا ہر رویہ شرائط صلح کے ماتحت ہوگا۔ دنیا کی متمدن کہلانے والی قومیں وقت ضرورت کسی سے کوئی بھی معاہدہ کر لیتی ہیں اور پھر اندرونی طور پر اپنے پنجے مضبوط کرنے کے بعد عہد و پیمان کو رد ند کر من مانی کرنے لگتی ہیں۔ یہ اسلامی اصولوں کے لحاظ سے قومی و ملی بددیانتی اور خیانت کا قبیح ترین نمونہ ہے۔ اسلام اہل ایمان کو جن سے وہ معاہدہ کر لیتے ہیں چاہے ان کے حالات کتنے بھی دگرگوں ہو جائیں۔ طاقت و قوت کے لحاظ سے فزوں تر یا فروتر ہو جائیں، اپنے معاہدہ کی پابندی کا سختی سے پابند رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔ آیات قرآنیہ آپ نے تلاوت فرمائیں

آئیے اب اس سلسلہ میں رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات زیب نظر کیجیے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا فَتَظْهَرُوْنَ	تم اگر کسی قوم سے قتال کرو اور اس پر
عَلَيْهِمْ فَيَتَّقُوْنَكُمْ بِاَمْوَالِهِمْ	غالب آجاؤ اور وہ قوم اپنی اور اپنی اولاد
دُوْنَ اَنْفُسِهِمْ وَاَبْنَائِهِمْ (وَفِي	کی جان بچانے کے لیے تم کو خراج ادا
رِوَايَةٍ) فَيُصَالِحُوْنَكُمْ عَلٰى صُلْحٍ	کرنا منظور کرلے (ایک دوسری روایت
فَلَا تُصِيْبُوْا مِنْهُمْ فَوْقَ ذٰلِكَ	میں ہے) تم سے مصالحت کرلے تو
فَاِنَّهٗ لَا يَصْلُحُ لَكُمْ ۵۲ھ	بعد میں مقررہ خراج سے کچھ بھی زیادہ نہ
(الحدیث)	لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے ناروا ہوگا۔

marfat.com

ارشاد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوْ	خبردار! جو کسی معاہد پر ظلم کرے گا اس
اِنْتَقَصَهٗ اَوْ كَلَّفَهٗ فَوْقَ	کے حقوق میں کمی کرے گا یا اس کی طاقت
طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا	سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا یا اس سے
بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ فَاَنَا	کوئی شے اس کی رضا کے بغیر لے گا اس
حَجِيْجُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	کے خلاف قیامت کے روز میں خود استغاثہ
ـــــــ (الحدیث)	کروں گا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اعظم و اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ	جس شخص نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ
رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا	جنت کی خوشبو نہیں پا سکے گا، باوجودیکہ
لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ	جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت
عَامًا (الحدیث)	سے سونگھی جاتی ہے۔

معاہدہ کے بعد غدر کرنے والے کی سرزنش کے لیے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ	بے شک عہد شکن کے لیے قیامت کے
يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هٰذِهٖ	روز نشان کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائیگا
غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ	اس نے فلاں بن فلاں سے غدر کیا۔

ابو داؤد کی روایت میں ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِيْ غَيْرِ كُنْهِهٖ	جس نے کسی معاہد کو بلا جرم قتل کیا اس
حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (الحدیث)	پر جنت حرام ہے۔

marfat.com

ان احادیث پاک سے یہ قانونی دفعات مرتب ہوئیں کہ معاہدین کے ساتھ صلح کرتے وقت جو عہد نامہ طے ہو جائے اس کی رُو سے ان کے معاملات کا فیصلہ ہوگا۔ ان شرائط میں کوئی ردوبدل اور کمی بیشی اپنی جانب سے قطعاً جائز نہیں ہے۔ خراج کی مقررہ رقم میں اضافہ کا ریاست اسلامی کو کوئی حق نہیں ہے۔ مال واسباب اور جائداد جوان کی ملکیت ہیں ان پر قبضہ کا کسی کو اختیار نہیں ان کی جان ومال، عزت وآبرو بعد صلح اسلامی ریاست کی طرح امان میں رہیں گی۔ اگر شرائط صلح اس کی حمایت کرتی ہیں۔

عقل عیار ذرا غور کرے

عین حالت جنگ میں معاہدہ کے لیے ہمارا کوئی بدترین دشمن صلح کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے اور صلح ہو جاتی ہے تو اس کے لیے ساری سرحدیں کھلی ہوئی ہیں۔ بے اعتدالیوں اور فسخ معاہدہ کے سارے دروازے اس کی مرضی پر منحصر ہیں۔ مگر اسلامی قانون اور نظام مصطفےٰ کے پیروکاروں کے لیے ہر حال میں وفائے عہد لازمی وضروری ہے تاوقتیکہ اس کی جانب سے فسخ معاہدہ طشت از بام نہ ہو جائے۔ کھلم کھلا معاہدے کی خلاف ورزی کے ثبوت کے بغیر، اس کی جان اور مال مکان جائداد سب کچھ ریاست اسلامیہ کی نگرانی میں بالکل آزاد ہیں۔ بلکہ اگر کسی نے اس پر ناجائز دباؤ ڈالا اس کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی شئے لے لی تو رسول آخر زماں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز قیامت اس شخص کے خلاف معاہد کی جانب سے مستغیث ہوں گے۔

- معاہد کی جان کا اتنا احترام ہے کہ اس کو بلاوجہ قتل کر دینے والا خوشبوئے جنت سے محروم ہوگا۔
- معاہد سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دینے والے کے خلاف میدانِ حشر میں علم کھڑا کیا جائے گا۔
- بلاسبب معاہد کو مار ڈالنے والے مجرم پر جنت حرام ہے۔

یہ ہے اسلامی قانون جو دنیا کے نقشے پر سبز پرچم نصب کرنے سے زیادہ دلوں کی

marfat.com

ریاست پر الٰہی قوانین کی مہریں لگانے پر زور دیتا ہے اور خدا کی زمین پر خدا کی مخلوق میں خدائی اصولوں کے پابند انسانوں کے ذریعہ امن و سلامتی کا نفاذ کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ دیکھو ــــــ آقائے کائنات خود اپنی امت کے ان سربراہوں کے خلاف قیامت میں استغاثے کا اعلان کر رہے ہیں۔ جنہوں نے اسلامی ریاست کی بھاری ذمہ داریاں تو اٹھالیں مگر ایک انسان کو جسے اسلام کے نام پر عہد کا پابند کیا گیا تھا اس کے عہد کو نہ نبھا سکے۔ امن عالم اور انسانی مساوات وعدل کی تاریخ میں کیا اس محکم قانون کے ہم پلہ کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ آیئے ذرا اس دریچے سے تاریخ اسلام کا ایک نظارہ کرتے چلئے۔

ہماری روشن تاریخ رسول رحمت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دور رحمت ہے اور اس خیر القرون میں ایک مسلمان ایک معاہد کو قتل کر دیتا ہے۔ چنانچہ عدل و انصاف کے پیکر، اخوت و مساوات کے داعی حقیقی، محسن انسانیت، پیامبر امن صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ذمی کے بدلے اس مسلمان کو قتل کرنے کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے۔

اَنَا اَحَقُّ مَنْ وَفٰى بِذِمَّتِهٖ [۵۸] (الحدیث)	اس کے ذمہ کی ادائیگی کا سب سے زیادہ حق مجھے ہے

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ گرامی ہے۔ حیرہ کے رہنے والے ایک ذمی کو قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے جو مسلمان تھا قتل کر دیا۔ آپ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، آپ نے مسلمان قاتل کو پکڑ کر مقتول کے وارثوں کے حوالے کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ان ذمیوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ [۵۹]

حضرت علی کا فیصلہ مولائے کائنات سیدنا علی المرتضےٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے دورِ گرامی میں ایک مسلمان ایک ذمی کے قتل کے جرم میں پیش کیا گیا۔ مقدمہ کا ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد آپ نے قصاص کے لیے اسے قتل کرنے کا فیصلہ صادر

marfat.com

فرمادیا ——— مقتول ذمی کے وارثوں نے امیر المومنین سے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے مقتول کا خون معاف کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کے قتل سے ہمارا مقتول واپس تو نہیں آجائے گا۔

امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شبہہ گذرا کہ شاید قاتل کے حامیوں نے ذمیوں کو خوفزدہ کرکے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے جلال مرتضوی کے ساتھ اس شبہہ کا اظہار کیا مگر حقیقتاً ایسا نہیں تھا بلکہ قاتل سے مقتول کے وارثین نے خون بہا قبول کر لیا تھا۔ ہر طرح اطمینان کر لینے کے بعد آپ نے قاتل کو آزاد کیا۔ اور ارشاد فرمایا۔

مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا فَدَمُهُ كَدَمِنَا وَدِيَتُهُ كَدِيَتِنَا[۶۰]	جو ہمارا ذمی ہو اس کا خون ہمارے خون کی طرح اور اس کی دیت ہماری دیت کے مثل ہے۔

اس واقعہ کے سلسلہ میں درمختار میں جو روایت ہے، اس میں سیدنا علی مرتضیٰ کا یہ فرمان منقول ہے۔

اِنَّمَا قَبِلُوْا عَقْدَ الذِّمَّةِ لِتَكُوْنَ اَمْوَالُهُمْ كَاَمْوَالِنَا وَدِمَاءُهُمْ كَدِمَائِنَا۔[۶۱] (الحدیث)	انھوں نے اسی لیے عقد ذمہ قبول کیا ہے کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح، اور ان کے خون ہمارے خون کے مثل ہو جائیں۔

جس طرح کسی مسلمان کو خطاءً قتل کر دینے کے جرم میں دیت لازم آتی ہے ——— ذمی کو بلا ارادہ قتل کرنے پر بھی فقہائے اسلام نے وہی دیت بیان فرمائی ہے۔

سیدنا عمر بن عبد العزیز اور اہل ذمہ

سیدنا عمر بن عبد العزیز کے پاس سمرقند کا ایک وفد شکایت لے کر آیا کہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار جو اس علاقہ میں مقرر ہیں (قتیبہ) انھوں نے ہمارا شہر ہم سے خالی کرا کے وہاں مسلمانوں کو آباد کر دیا ہے۔ امیر المومنین نے سمرقند کے اسلامی گورنر کو فوراً حکم بھیجا کہ قتیبہ

اور سمرقندی ذمی باشندوں کے معاملات کی تحقیق کے لیے فوراً وہاں ایک مخصوص عدالت بٹھائی جائے۔ فاضل قضاۃ (حضرات جج) اگر فیصلہ کریں کہ مسلمانوں کو وہاں سے نکل جانا چاہیے۔ تو شہر خالی کر دیا جائے ——— چنانچہ سمرقند کے عامل نے حضرت جمیع بن الحاضر الباجی کی سربراہی میں اسلامی قضاۃ کا ایک پینل مقرر کیا جنہوں نے مسلمانوں کو شہر خالی کرنے کا فیصلہ سُنایا۔

اہل سمرقند یہ ماجرا دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ انسانی بہبود کے ایسے قوانین کا سرمایہ مسلمانوں کے پاس ہے اور اس کی پابندی خلیفہ، عامل، اور سربراہ فوج سب بلاحیل وحجت کرتے ہیں۔ ایسے نظام امن کو رحمت سمجھ کر انھوں نے مسلمانوں سے اپنے درمیان رہنے کی درخواست کی ——— یہ ہے اسلامی اصول ریاست میں دیانت وصداقت۔

دمشق، حمص اور شام کے بعض علاقوں میں جانبازانِ اسلام، حق وانصاف کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ اسی دوران خبر ملتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہرقل ایک عظیم الشان ٹڈی دل لشکر لے کر بڑھ رہا ہے اور اس وقت کے عالم اسلامی میں پھیلی ہوئی مسلمانوں کی تمام عسکری قوت بھی ہرقل کی فوجی طاقت کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اس دور کا سب سے بڑا عسکری دیو مسلمانوں کو نیست ونابود کر کے ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کی نیت سے بڑھ رہا تھا۔ اس اطلاع کے ملتے ہی تمام علاقوں میں پھیلے ہوئے مسلم جرنیلوں کو جمع ہو کر اس محاذ پر پہنچنے کا حکم دے دیا گیا۔

حضرت خالد بن ولید نے حمص والوں کو یہ خبر سنائی، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے دمشق کے بعض علاقوں میں یہ اطلاع دی اور ان سے کہا:

"اے اہل ذمہ! ہم نے آپ حضرات سے جو خراج وصول کیا تھا وہ اس لیے تھا کہ ہم آپ لوگوں کی جان اور مال کی حفاظت کریں، بیرونی حملوں سے پناہ دیں،

marfat.com

مگر افسوس کہ ہم اس ذمہ کو پورا نہیں کر سکتے۔ اس لیے آپ لوگوں نے جو رقمیں ہمیں دی ہیں، ہم سب واپس کرتے ہیں۔"

غیر مسلم رعایا یہ خبر سن کر بلک اٹھی، اس لیے کہ انھیں اپنے ہم مذہب رومی حکمرانوں کے ظلم وستم کا قدیم تجربہ تھا۔ انھوں نے اپنے ان محسنوں کو آنسوؤں اور التجاؤں کے ساتھ فتح وکامرانی کی خواہشات کے ساتھ رخصت کیا اور کہا، یقیناً اے مسلمانو! آج دنیا میں عدل وانسانیت کا بھرم تم ہی سے قائم ہے۔ ہم تہ دل سے اس بات کے آرزومند ہیں کہ ہمارے راعی اور حکمران بن کر پھر جلد تم واپس آؤ۔

marfat.com

حوالے

۱ القرآن ، الحج ۲۲/۸،

۲ " ، التوبہ ۹/۸۸

۳ " ، التوبہ ۹/۴۴

۴ " ، التوبہ ۹/۸۱

۵ جامع ترمذی ، بحوالہ شرح السنۃ للامام بغوی ، الجامع الصغیر للسیوطی و ابن ماجہ و مسند امام احمد ۔ کتاب الایمان ج ا ص ۳۹

۶ جامع ترمذی بحوالہ کنز العمال کتاب الایمان ج ا ص ۳۹ ۔

۷ الجہاد والمجاہدہ استفراغ الوسع فی مدافعۃ العدو (یعنی دشمن سے بچاؤ کے لیے اپنی امکانی قوت و طاقت صرف کرنا)۔

۸ القرآن ، النحل ۱۶/۱۲۵

۹ " ، العنکبوت ۲۹/۶

۱۰ " ، العنکبوت ۲۹/۶۹

۱۱ کنز العمال ج ۲ ص ۲۸۵

۱۲ الفتح الربانی ، خطبات الشیخ السید محمد عبد القادر الجیلانی ، الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ (ولادت ۴۷۱ھ وفات ۵۶۱ھ) المجلس الاول ص ۱۰ ۔

۱۳ القرآن ، المائدہ ۵/۴۴

۱۴ " ، التوبہ ۹/۱۲۰

۱۵ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۹ ، مطبوعہ وکٹوریہ پریس ۔

۱۶ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۲۵ -

۱۷ " " ص ۴۹

۱۸ " " ص ۴۲

۱۹ شہادۃ القرآن طبع ششم پنجاب پریس سیالکوٹ بعنوان گورنمنٹ کی توجہ کے لائق " ص ۱۳ .

۲۰ شہادۃ القرآن طبع ششم پنجاب پریس سیالکوٹ بعنوان " گورنمنٹ کی توجہ کے لائق " ص ۱۷

۲۱ القرآن ، البقرہ ۲/۱۹۳

marfat.com

۲۲ القرآن ، البقرہ ۲/ ۲۱۷
۲۳ " ، " ۲/ ۲۴۴
۲۴ " ، " ۲/ ۲۱۸
۲۵ " ، " ۲/ ۲۱۶
۲۶ " ، آل عمران ۳/ ۱۱۰
۲۷ " ، التوبہ ۹/ ۴۱
۲۸ " ، آل عمران ۳/ ۱۷۵
۲۹ " ، محمد ۴۷/ ۱۱
۳۰ " ، الانفال ۸/ ۲۵
۳۱ " ، " ۸/ ۷۳
۳۲ " ، النحل ۱۶/ ۱۲۶
۳۳ " ، المائدہ ۵/ ۸
۳۴ ابو داؤد ج ۲ ص ۶ ، سنن ابن ماجہ ص ۵۲۱ ۔
۳۵ صحیح بخاری ص ۴۲۳ صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۴
۳۶ ابو داؤد ج ا ص ۳۵۱
۳۷ صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲
۳۸ جامع ترمذی ص ۲۰۰ ابو داؤد ص ۳۵۳
۳۹ القرآن ، البقرہ ۲/ ۱۹۰
۴۰ " ، الحجرات ۴۹/ ۱۳

سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۸۴ ، صحیح بخاری کتاب المغازی ، باب منزل النبی یوم الفتح ۔
۴۱ من روائع حضارتنا ، دکتور مصطفی السباعی
۴۲ " "
۴۳ " "
۴۴ الطبری ج ا ص ۲۴۵ ، والدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ مطبوعہ دہلی ص ۳۶۰
۴۵ بلاذری ص ۱۲۹
۴۶ القرآن ، التوبہ ۹/ ۴
۴۷ " ، التوبہ ۹/ ۷،
۴۸ بدترین جانور (الانفال ۸/ ۵۵)
۴۹ القرآن ، الانفال ۸/ ۵۵
۵۰ " ، النحل ۱۶/ ۹۱
۵۱ " ، بنی اسرائیل ۱۷/ ۳۴
۵۲ ابو داؤد کتاب الجہاد ج ۲ ص ۲
۵۳ " " "
۵۴ صحیح البخاری ص ۴۴۸
۵۵ " " ص ۲۵۲/ مسلم ج ۲ ص ۸۳ ۔
۵۶ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴

marfat.com

۵۷ يُؤْخَذُ مِنْهُمْ مَا صُولِحُوا عَلَيْهِ وَيُوفَى لَهُمْ وَلَا يُزَادُ عَلَيْهِمْ۔

(ان سے وہی لیا جائے گا جس پر ان سے صلح ہوئی ہے ان کے حق میں صلح کی شرطیں پوری کی جائیں گی۔ ان میں کچھ اضافہ نہیں کیا جائے گا)

کتاب الخراج الامام ابی یوسف ص ۳۵

۵۸ عنایہ شرح ہدایہ ج ۸ ص ۲۵۶ دار قطنی نے یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ذریعہ نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں

انا اکرم من وفی بذمتہ۔

۵۹ والدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ مطبوعہ دہلی ص ۳۶۰۔

۶۰ الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ مطبوعہ دہلی ص ۳۵۹

۶۱ درر مختار ج ۳ ص ۲۰۳

۶۲ در مختار، ج ۳ ص ۲۰۳

marfat.com

باب چہارم

اسلامی سزائیں امن عالم کی ضامن ہیں

خدا بیزار تہذیب کی تاریکی اور قانون فطرت کا اجالا

منکرات و معاصی، اور ظلم و عدوان میں تمام ادوارِ ماضی کو مات کر دینے والی آج کی بزعم خود ترقی پذیر دنیا کو اسلامی قوانین سزا اور حدود کی حکمتیں بآسانی سمجھ میں آجانا چاہیے۔ عزت و عفت، عصمت و پاکدامنی کے جیب و گریباں تار تار ہیں حدودِ شہر سے گھر تک شرافت و پاکیزگی کے لیے کہیں پناہ میسر نہیں۔ انسان ہے کہ نفسانی خواہشات کی غلامی میں تمرد و سرکشی کی ساری حدوں کو پھلانگتا جا رہا ہے۔ مگر یہ تو ایسی پیاس ہے جس کے لیے ہر جام نشاط مزید بیقراری کا سامان پیدا ہوتا ہے اور خواہشاتِ فاسدہ اپنی مطلوبہ ایک منزل پا لینے کے بعد دوسری اس سے گھناؤنی اور رسوا کن منزل کے لیے صدائے العطش بلند کرتی جاتی ہے۔

انفس و آفاق کے اس کارخانے میں اسلام کے نظام محکم اور اس کی تعلیمات و حکمت بکف اُصول و قوانین تک رسائی آج کچھ دشوار نہیں رہی۔ تاریکیاں جتنی گھنی اور مہیب ہوتی جاتی ہیں۔ روشنی کا وجود اتنا ہی واضح ہوتا جاتا ہے۔ اسلام دنیا کو جو نظام امن و سلامتی عطا کرتا ہے اس کے نتائج و عواقب محض اس محدود دنیا تک سمٹ کر نہیں رہتے بلکہ آخرت کی وسیع ترین زندگی اس کا اصل نشانہ ہے، پاکیزگی اور عفت و عصمت کا جو مزاج دنیا کو اسلام کے ذریعے عطا ہوتا ہے وہ اُفروی سرفرازی کی ضمانت کے ساتھ ساتھ دنیاوی ماحول میں سکون و طمانت کا اُجالا بھی بخشتا ہے۔ انفرادی زندگی سے اجتماعی دنیا تک روشنی کا ایک متوازنہ

marfat.com

سلسلہ ہے جو نظامِ اسلامی سے برپا ہوتا ہے۔ اسلامی قوانین سزا، جنھیں شرعی اصطلاح میں حدود کہتے ہیں۔ وہ بھی ان ہی رحمت و رافت سے لبریز ساغروں میں سے ہے۔ جو خالق کائنات نے اپنی افضل ترین مخلوق "انسان" کو کمالات انسانی تک رسائی حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹوں کے انسداد کے لیے مرحمت کیے ہیں۔ یقیناً انسانی جان نہایت قیمتی متاع ہے مگر جس نے اپنی ہی جیسی کسی جان کو ضائع کر دیا ہے تو اس کا کفارہ اپنی جان سے چکا کر اپنے کردار و اعمال کا دامن اس داغ سے صاف کرے۔ بظاہر وہ اپنی جان دے کر بہت خسارے کا کام کر رہا ہے مگر جانِ آفریں کا ارشاد برحق ہے۔

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝[۱] — اور تمہارے لیے قصاص (خون کا بدلہ لینے) میں زندگی ہے اے عقلمندو! کہ تم کہیں بچو۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِقَامَۃُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنْ مَّطَرِ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً فِیْ بِلَادِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ۔[۲] — اللہ کی حدود میں سے ایک حد قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک حد کا زمین میں قائم کرنا اہل زمین کے لیے چالیس روز کی بارش سے بہتر ہے۔[۳]

بندگان خدا پر خدائی قوانین کا نفاذ اس عدل و یکسانیت سے ہو کر کسی کی رو رعایت نہ کی جائے بلکہ ہر حال میں بالادستی قانون کو حاصل ہو۔

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَقِیْمُوْا حُدُوْدَ اللّٰہِ فِی الْقَرِیْبِ — حدود قائم کرو چاہے قریبی ہوں یا

وَالْبَعِيْدُ وَلَا تَاْخُذُكُمْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ

دُور کے، اور حدود قائم کرنے میں کسی کی ملامت اور رُعب کا خیال دامن گیر نہ ہو۔

کیا ایڈز خدائی عذاب نہیں ہے؟

آج ایڈز (Aids) نے دنیا میں تباہی مچا رکھی ہے امریکہ اور یورپ میں اس مہلک بیماری نے ہلچل برپا کر دی ہے۔ معالجین، اطباء، ڈاکٹر سب اس مہلک مرض کی تحقیق و تفتیش میں شب و روز منہمک ہیں۔ انسانی خون کے باریک اجزاء میں نہایت سرعت سے تباہ کن، قاتل مادہ کا حل ہو جانا اور رفتہ رفتہ اس مرض کے مریضوں کا دم توڑ دینا کیا اس خدا بیزار سائنسی دنیا کے منہ پر قدرت کا طمانچہ نہیں ہے؟

اپنے کل پرزوں پر اتراتی ہوئی خدائی اصولوں کو پامال کرنے والی ہر قوت کو ہر زمانے میں ایسی ہی رسوا کن ذلیل شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میدانِ جنگ تبدیل ہو جاتا ہے ابتلاء و عذاب کے پیمانے بدل جاتے ہیں، مگر انجام ایک ہی ہوتا ہے کہ خدا اور اس کے قانون کا غلبہ عیاں ہوتا ہے، اور منکرینِ خدا اور ان کے سارے فرعونی، ہامانی اور نمرودی منصوبے تارِ عنکبوت کی طرح بکھر جاتے ہیں۔

آج کا ٹیلی ویژن یہ خبر نشر کرتا ہے۔

چند ننھے بچے اپنے جسمانی امراض کے علاج کے لیے ہاسپٹل میں داخل کیے گئے خون کی ضرورت پیش آئی۔ معالجین نے ان کے جسم میں ان کے گروپ کا خون انجکشن کے ذریعہ چڑھایا۔ چند روز بعد معلوم ہوا کہ چڑھائے جانے والے خون میں ایڈز کے مہلک اجزاء موجود تھے، جو بچوں کے اندر پہنچ گئے۔ اب ان بچوں کی زندگیاں ایک نہایت مہلک مرض کے شکنجے میں ہیں۔

یقیناً یہ ایک ایسا مرض ہے جسے آزادی کے نام پر آوارگی بدکش یورپ اور ترقی یافتہ

marfat.com

کہی جانے والی دنیا نے اپنی ردائے تہذیب بنا کر اوڑھ رکھا ہے۔ اسی طرح ایڈز کے مریضوں کے جسم سے نکالا ہوا خون کچھ بچوں کے جسم میں داخل کیا گیا، اور ناکردہ گناہ کی سزا کے طور پر اس مرض کے اثرات ان بچوں میں منتقل ہو گئے۔

اب ان بچوں کو انہی کے ہم رنگ، ہم خیال، ہم وطن اسکول اپنی کلاسوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔

آپ کہیں گے یہ ان احتیاطی تدابیر میں سے ایک ہو گی۔ جن سے اس مہلک بیماری کی روک تھام کی جاتی ہے۔ مگر پوری ملکی اور تہذیبی مشنری کو فواحش اور آوارگی کی راہ پر لگا کر اس کے عواقب و نتائج کے طور پر ابھرنے والی غلیظ بدبو سے ناک بند کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ کسی جرم کی روک تھام کے لیے اس کی بنیادوں کو ختم کیا جاتا ہے۔ کانٹوں کی کاشت کا کاروبار کرنے والے گل بوٹوں کی امید نہیں رکھا کرتے۔ اسی کو مشرقی مفکرین کہتے ہیں کہ

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج! ✕ تا ثریا می رود دیوار کج!

بہت سے ممالک جہاں ایڈز کی بیماری کا سراغ نہیں ہے انھوں نے امریکہ اور یورپین ممالک کے مسافروں پر اس مرض سے محفوظ ہونے کا ڈاکٹری سرٹیفکیٹ اپنے ملکوں میں داخلہ کے لیے لازم قرار دے دیا ہے۔ یہ ہے فواحش میں ڈوبی ہوئی دنیا کے لوگوں کا خیر مقدم۔

خدا بیزار ذہنیت کا شاخسانہ

محض ظاہری فوائد کو مدِ نظر رکھ کر کسی شے کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ کرنا صحیح نہیں۔ بلکہ اس کی معنویت اور پوشیدہ نتیجہ خیزی کو بھی بہر حال مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ ہالینڈ میں ایک شخص نے مجھ سے کہا۔

> آپ کو معلوم ہے کہ یورپ میں بہت سے لوگ بن بیاہے رہتے ہیں۔ تو ان کی نفسانی خواہش کی تکمیل کے لیے کچھ ایسی عورتوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو انھی کی طرح محض نفسانی تکمیل حاجات کی تجارت کرتی ہوں، لہٰذا یہ عورتیں جو

عصمت فروشی کا پیشہ اختیار کیے ہوئے ہیں سوشل ورکرز کے زمرے میں ہیں۔

اب اندازہ لگائیے آپ اس معیار فکر کا جس نے انسانی نظام حیات کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ یہ بات چند سال پہلے کی ہے اس وقت میں نے انہیں ان کے مناسب حال جواب دے کر فہمائش کی تھی وہ جناب اگر ایڈز کی مہلک بیماری دریافت ہونے کے بعد میرے پاس آتے تو میں ان سے دریافت کرتا کہ مغربی فحبہ خانے اس مہلک بیماری کی ہلاکت خیزیوں کے خوف سے کیوں سنسان ہو رہے ہیں اور حفظان صحت کے ادارے موت کا سایہ سر پر منڈلاتا دیکھ کر اپنی آزادی پر بندشیں کیوں بٹھا رہے ہیں۔ وہ انسانی خدمت گذاری اور سوشل سروسز کہاں رفو چکر ہو گئیں؟ اگر بلفظ آزادی خدائی قوانین سے برگشتہ ہو تو ہر زانی یہ دعوے کریگا کہ اس فعل کے ذریعہ نفسیاتی ہیجان سے نجات ملتی ہے۔ شہوت کے بار سے سبکدوشی کے بعد اطمینان ملتا ہے۔ اضطرابی کھنچاؤ ختم ہو جاتا ہے، اور طبیعت کو سکون ملتا ہے اس لیے یہ اچھا کام ہے۔ چوری کرنے والا اسے ہاتھ کی صفائی، دن دھاڑے آنکھوں میں دھول جھونکنا ایک تعجب خیز کمال شمار کرائے گا۔ اور معمولی سی محنت کے بعد کثیر مال و دولت جمع ہو جانے کے فوائد گنائے گا۔ نشہ باز اور شرابی مستی کے سرور و نشاط اور اس عالم میں بے فکری کے فضائل گنا کر منشیات کو بہترین متاع عالم منوائے گا قاتل اور ڈاکو جرم جوئی کے رجحانات پر روشنی ڈالے گا۔ اور ان کاموں کو مہماتی زندگی کا ایک شعبہ قرار دیگا۔ الغرض پھر کوئی عیب، عیب نہیں اور کوئی جرم، جرم نہیں رہ پائے گا۔ ہنر بن جائے گا۔ مگر یہ تمام مفسدات، ملحدانہ مادی، خدا بیزار ماحول کی اپج ہیں، عقیدۂ توحید، حیات بعد ممات اور جرم کی پاداش میں عذاب آخرت کا ان کے پاس کوئی تصور ہی نہیں۔

پابندی نفس پر شاق ہے

مشقت اور پابندی نفس پر بار ہے۔ اور حصولِ لذات کے لیے سخت سے سخت مہم کا سر کر لینا نفس کا خاصہ ہے۔ بہت سے حقائق جن پر دنیا کا اتفاق ہے ان پر عمل نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہرگز

marfat.com

نہیں کہ وہ حقائق کی کمزوری ہے۔ صحت و تندرستی کے ماہرین اطبار نے بہترین ایسی احتیاطیں بتائی ہیں جو جسمانی قویٰ اور اعضائے بدنی کے لیے مفید ہیں مگران میں سے کیا ہر طریقہ اور ہر اصول پر عمل ہو پاتا ہے، اور جن پر عمل نہیں ہوتا تو کیا وہ غلط ہیں —— ہرگز نہیں۔ اسلامی قوانین من کل الوجوہ جب دنیا میں نافذ رہے، یقیناً وہ زمانہ صفحۂ گیتی کے لیے باعثِ صد افتخار زمانہ تھا۔ دورِ صدیقی میں نظام اسلامی کے حسنات کی مثال لیجئے کہ کئی کئی ماہ کا زمانہ گذر جاتا تھا اور نزاع و اختلاف کا کوئی مقدمہ دائرہ نہیں ہوتا تھا۔ اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق خطۂ ارضی پر اتنا امن قائم ہو چکا تھا کہ یکہ و تنہا عورت حیرہ سے چل کر خانۂ خدا کا طواف کرکے واپس چلی جاتی ہے اور اسے کوئی چھیڑنے والا نہیں ملتا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۶۰)۔

گویا اسلامی اصولوں کے ہمہ جہتی نفاذ کا زمانہ امن و سلامتی کے قیام کا بہترین زمانہ تھا۔ کوئی یہ طعنے نہ سنائے کہ یہ تو محض تصوراتی نظام ہے۔ عمل کے میدان میں اس نے کب اپنے جوہر دکھائے؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمہ میں احکام شرعیہ کی مصلحت کا انکار کرنے والوں کی تمثیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جو ان مصلحتوں کو نہ سمجھ سکے اس کی واقفیت اس سوئی کی نمی سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے جسے دریا میں غوطہ دیا گیا ہو، بہرحال اعمال کا اثر نیتوں پہ ہے اور ان نفسانی حالتوں پر موقوف ہے جن سے اعمال سرزد ہوتے ہیں جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ اعمال کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے۔

اور خدائے تعالیٰ نے فرمایا:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا خدا کی نزدیکی نہیں کرتے قربانیوں کے

marfat.com

وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ (القرآن) گوشت نہ خون لیکن تمہاری پرہیز گاری اس تک رسائی پاتی ہے

اور نماز خدا کی یاد اور اس کے حضور عاجزی کرنے کے لیے مشروع ہوئی ہے۔ ارشاد ہے۔
اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (القرآن) میری یاد کرنے کو نماز پڑھ۔
اور نماز سے یہ بھی مقصود ہے کہ اس کے طفیل آخرت میں دیدار خدا نصیب آئے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم اپنے پروردگار کو ایسے دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو، تمہیں اس کے دیدار میں کچھ شک وشبہ نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر تم سے اس کا اہتمام ہو سکے کہ صبح وشام کوئی شے تمہیں نماز سے باز نہ رکھے تو نماز پڑھا کرو۔

پھر اجمالی طور پر روزہ، حج، زکوٰۃ، قصاص وحدود اور معاملات کی مصلحتوں پر روشنی ڈالنے کے بعد اسی مقدمہ میں آگے چل کر بندوں کے لیے رب تعالیٰ کی جانب سے احکام شرعیہ کے تقرر کی دل لگتی ہوئی مثالیں تحریر فرماتے ہیں۔

خدائی احکام کی مثالیں

کسی آقا کا غلام مبتلائے مرض ہو جائے علالت کے سبب نقل و حرکت دشوار ہو جائے۔ آقا از راہِ نوازش غلام کے علاج ومعالجہ دیکھ بھال اور تیمار داری کے لیے کسی آدمی کو مقرر کر دے۔ ایسی صورت میں بیمار غلام اگر مقررہ شخص کی دوائیں استعمال نہ کرے۔ اس کی ہدایات وخدمات کو قبول نہ کرے تو گویا وہ اپنے آقا کی نافرمانی کر رہا ہے اس کی مہربانیوں کو ٹھکرا رہا ہے۔ اس کا ایک نقصان تو یہ ہے کہ وہ اپنی بیماری کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے گا، دوسری پریشانی اگر زندہ بچ رہا تو یہ ہوگی کہ آقا کی نگاہوں سے گر جائے گا۔ اگر غلام نے آقا کے مقرر کردہ طبیب وتیمار دار کی دواؤں کو استعمال کیا۔ اس کے مشورں اور خدمات کو قبول کیا اور تشکر وامتنان کا اظہار کیا تو علاج معالجہ کے ذریعہ اس کی بیماری صحت وتندرستی میں تبدیل ہو سکتی ہے اور آقا خوش ہوگا تو اپنی نوازشات سے مزید نوازے گا۔

marfat.com

۲۔ احکام الٰہیہ پر سر تسلیم خم کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے (رفاقت کشوں کی) بستی میں ایک شخص نے ایک مکان تعمیر کیا۔ اس میں انواع واقسام کے کھانے تیار کرائے اور لوگوں میں منادی کرائی۔ اور لوگوں کو اپنے گھر میں بلوایا۔ اب ان بلوانے والوں کی بات مان کر جو اس گھر میں آیا اس نے اپنی بھوک مٹائی اور شکم سیر ہو کر لذیذ کھانے کھاتے اور جنھوں نے بلانے والوں کی باتیں سُنی اَن سُنی کر دیں وہ نہ گھر میں آئے اور نہ کھانے سے انہیں کچھ حصہ ملا۔

۳۔ ارشاد نبوی ہے میرا اور میرے ساتھ آتے ہوئے خدائی احکام کا حال ایسا ہے جیسے کسی قوم کے پاس جا کر کہا۔ میں نے اپنی آنکھ سے لشکر دیکھا ہے۔ تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ اپنا بچاؤ کر لو۔ جنھوں نے بات مانی اور شروع رات میں سامان سفر کر کے چل دیے وہ محفوظ رہے اور جس نے اسے سچا نہ جانا وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ وقت صبح لشکر نے اس پر حملہ کر کے تہس نہس کر دیا۔ ۵ے۔

حد کی تعریف

حدود، حد کی جمع ہے اَلْحَدُّ لُغَۃً ھُوَ الْمَنْعُ یعنی از روئے لغت اس کے معنیٰ روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔ اسی لیے بواب کو حداد بھی کہتے ہیں حَدَّ الرَّجُلَ عَنِ الْاَمْرِ۔ آدمی کو اس معاملہ سے روک دیا گیا حَدَّدْتُ زَیْدًا عَنِ الشَّرِّ۔ میں نے زید کو شر سے روک دیا۔ اَلْحَدُّ رکاوٹ ھٰذَا اَمْرٌ حدد۔ یہ ممنوع امر ہے الحدید۔ لوہا، فولاد، چونکہ وہ بھی بہت سی چیزوں سے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ تیز دھار کو بھی حدید کہتے ہیں۔

اصطلاح شرع میں حد ان سزاؤں کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جرائم کی روک تھام کے لیے مقرر ہیں۔ ۵ے

انسانی زندگی قوانین وضوابط میں بندھی ہوتی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ لاقانونیت کے دعویدار انسان بھی اپنے لحاظ سے کسی نہ کسی اسلوب حیات کو زندگی گذارنے کے لیے اپناتے ہیں۔ ان کے لیے وہی قانون ہیں۔ چوروں، اچکوں، اوباشوں اور مدنیت

marfat.com

بیزار انسانوں کے اپنے لیے قوانین ہیں۔ دین و مذہب سے متنفر اور محض مادی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر زندگی کے خطوط متعین کرنے والوں کے اپنے قوانین ہیں۔ کم لوگ ہیں جو اپنے لیے خود قوانین اختراع کرتے ہیں۔ فطری لحاظ سے انسان مدنیت پسند ہے۔ اور خالق و مالک نے اس کی سرشت ہی ایسی بنائی ہے اس لحاظ سے دنیا کی اکثریت دوسروں کے لاگو کیے ہوئے، قوانین ہی کی (جبراً اضطراراً) پابند ہے۔ یہاں تک غور کر لینے کے بعد اس حقیقت کا ادراک کچھ دشوار نہیں رہ جاتا کہ انسان کے خود ساختہ مذکورہ سارے قوانین حیات کے مقابلے میں کائنات اور انسان کے خالق و مالک نے جو قوانین عطا فرماتے ہیں ان کی کیا اہمیت ہے؟ بلا تمثیل

اس ننھے بچے کی فطرت پر غور کیجیے جو آگ کے سرخ انگارے کو خوبصورت کھلونا سمجھ کر اسے پا لینے کے لیے ہمکتا ہے، مچلتا ہے اور بیقراری سے رو پڑتا ہے اور ماں باپ جو انگارے کی سوزش اور مضرات سے واقف ہیں بچے کے رونے بلکنے اور خواہش کرنے کا خیال نہیں کرتے، بلکہ ہر حال میں بچے کو انگارے سے دور رکھتے ہیں۔

انسان فہم و ادراک کی اعلیٰ منزلیں طے کر لینے کے باوجود الٰہی ہدایات وحی و رسالت کے مرکز انوار سے برگشتہ رہ کر زندگی کے تمام معاملات میں اسی نادان بچے کے مانند ہے، جو ناقص عقل کی بنیاد پر سرخ سرخ انگارے کو خوبصورت کھلونا سمجھ کر اس پر لپکتا ہے۔ حدود اسلام کے بلیغ رموز و اسرار کے سلسلہ میں علم کلام کے ماہرین علمائے اسلام نے اپنے وقیع رشحات قلم چھوڑے ہیں۔ میں اپنی بساط علمی کے محدود ہاتھوں کے ذریعے اس باب کو انہیں مؤقر بن کے باغ علوم کی خوشہ چینی سے آراستہ کروں گا۔ شریعت اسلامیہ کے مقاصد و مصالح کو علمائے اصول فقہ نے تین خانوں میں تقسیم کیا ہے۔ ——— مقاصد اساسیہ، مقاصد معاشیہ اور مقاصد کمالیہ،

اوّل:۔ وہ اعمال و تصرفات ہیں۔ دین، نفس، عقل، نسب و نسل، مال اور احترام نفس کی

marfat.com

حفاظت و صیانت جن پر موقوف ہے۔ صالح انسانی اور اسلامی معاشرہ کے لیے یہ تمام اُمور لابدی و لازمی ہیں۔ زندگی کے تمام شعبوں اور فرد تا جمعیت و ریاست کی تنظیم میں ان امور کو ریڑھ کی ہڈی کا مقام حاصل ہے۔ مقاصد ضروریہ کا حصول انسداد جرائم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کی بآسانی تفہیم کے لیے ایک سرسری نقشہ نذر ناظرین ہے۔

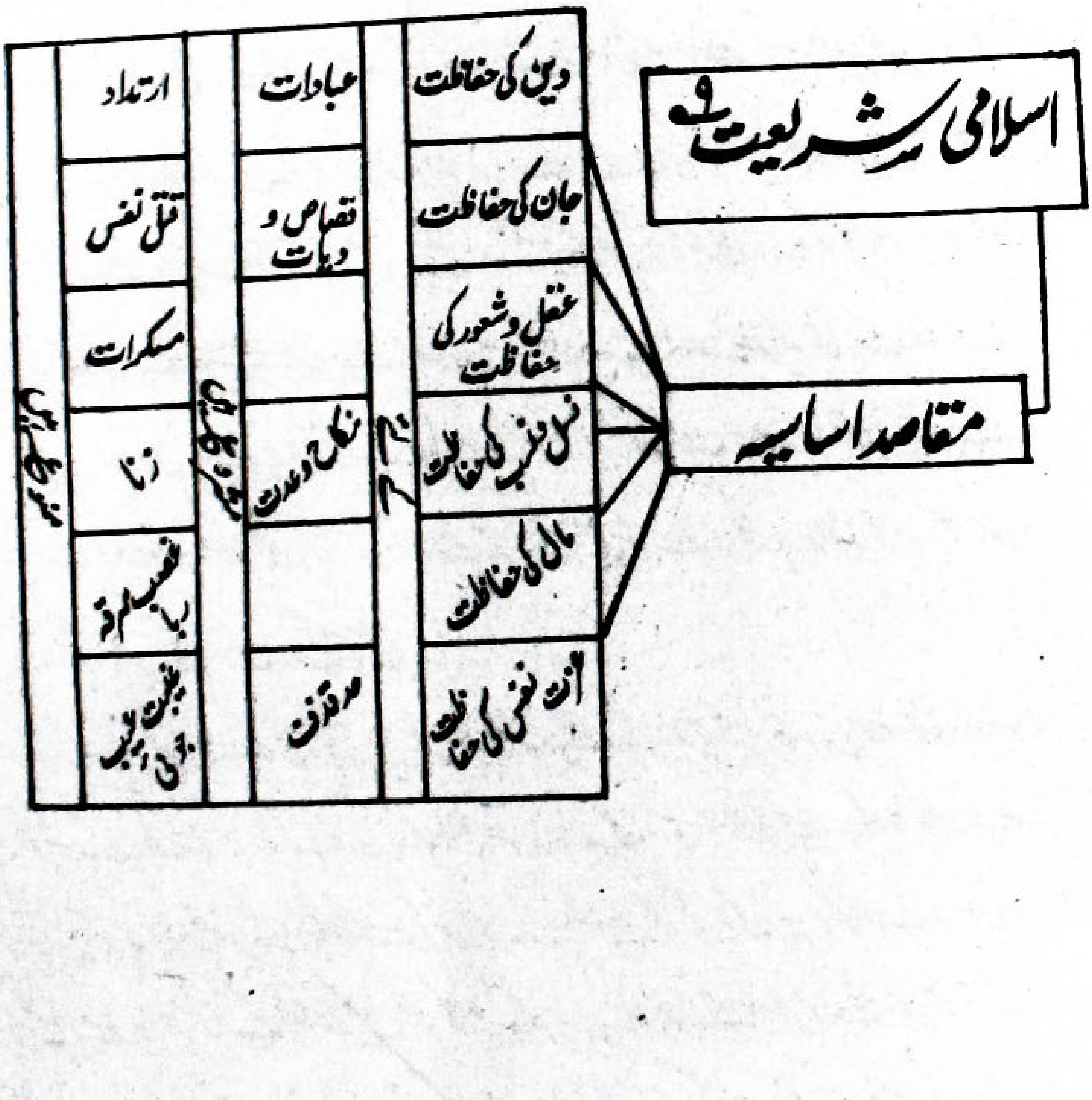

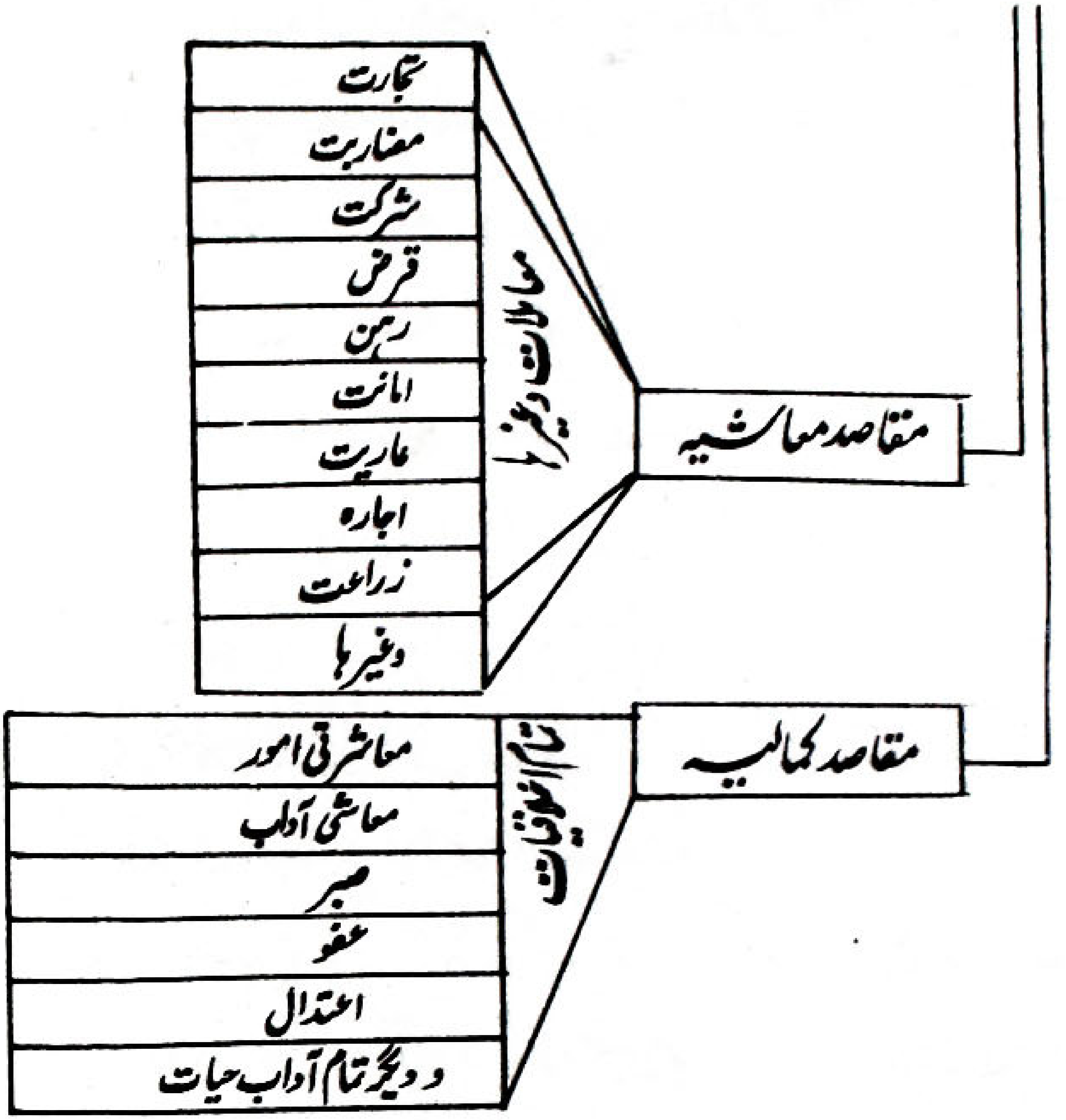

حجۃ اللہ البالغہ

قوانین شرع تمام بنی نوع انسان کے لیے ہیں اور انسانوں میں مزاج اور طبیعت کا اختلاف ماحول سے اثر پذیری اور خواہشات کا وجود لازمی ہے اس لیے صالح معاشرہ کی تدوین کے لیے مفسدات کے تمام سوراخوں کو مضبوطی سے بند کرنا ضروری تھا۔ پروردگارِ عالم نے شریعت اسلامیہ سے اس ضرورت کی تکمیل فرما دی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ حجۃ اللہ البالغہ میں (جو احکام شرعیہ کے مصالح اور حکمتوں پر مشتمل ایک عظیم الشان کتاب ہے) حدود کی حکمتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اور اس باب میں انسانی فطرت میں مجرمانہ عناصر کی نشاندہی کرتے ہوئے جو کچھ تحریر فرماتے ہیں ہم اس کا خلاصہ حاضرِ خدمت کرتے ہیں۔

بعض معاصی میں خدائے تعالیٰ نے حد مقرر فرمائی ہے۔ وہ ایسے معاصی ہیں جن میں فساد

marfat.com

کی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک تو فساد ملکی اور لوگوں کی سماجی زندگی میں خلل اندازی کچھ انسانوں میں ایسے فاسد داعیے موجود ہوتے ہیں جو جرائم پر اکساتے رہتے ہیں۔

جرم ان کی فطرتوں میں رچ بس جاتے ہیں۔ ان معاصی اور جرائم سے باز رہنا خود ان کے بس میں نہیں ہوتا۔ ایسے مجرمین کے جرائم کی زد میں آنے والے مظلومین اپنا دفاع کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ انسانوں کے درمیان اکثر ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں اور عادی مجرمین کو محض خوف آخرت کی تلقین کافی نہیں ہوتی بلکہ ایسے معاصی اور جرائم پر ملامت اور رنج پہنچا کر ہی مجرمین کو باز رکھنا قرین مصلحت ہے تاکہ مجرمین گناہوں سے باز رہیں۔ جس طرح زنا دہ عورتوں کے حسن وجمال کی جانب رغبت وحرص بے جا ہے جو اس جرم کے مجرمین کے لیے نہایت درجہ رسواکن امر ہے۔ اور کسی ایک عورت کے ساتھ ایک سے زائد آدمیوں کا جمع ہونا جبلت انسانی کے خلاف اور کشت وخون قتل وفساد کا پیش خیمہ ہے اور زنا اکثر زانی اور زانیہ کی رضامندی سے ہوتا ہے اور کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے کچھ لوگ اس پر مطلع ہو پاتے ہیں۔ پھر آگاہی اور دشوار ترین ثبوت کی فراہمی کے باوجود اس بدترین اور تباہ کن جرم کے لیے سخت سزا مشروع نہ ہوتی تو یہ بڑی ناانصافی ہوتی اور مفاسد کا دروازہ کھلا رہتا۔ اسی طرح چوری کا جرم انسان کسب صالح نہیں کر پاتا تو چوری کی طرف مائل ہوتا ہے اور کچھ لوگوں میں چوری کی عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ چوری لوگوں سے چھپا کر ہوتی ہے بخلاف غصب کے .....

یونہی رہزنی جس میں مظلوم اپنی جان ومال بچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور رہزنی بلاد المسلمین میں (جہاں اسلامی قوانین کا نفاذ ہو) نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ اپنی حکومت اور قوت کی وجہ سے اس کی مدافعت کر سکتے ہیں۔ تو ایسے افعال کی سزا زیادہ مقرر کرنی چاہیے، اسی طرح شراب نوشی کی سزا اس میں بھی زیادہ حرص ہوتی ہے

marfat.com

اور اس کے باعث ملک میں فساد اور زوالِ عقول ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی سزا کے ذریعہ معاش و معاد کی اصلاح ہوتی ہے۔ اسی طرح قذف (زنا کی تہمت لگانا) جسے تہمت لگائی جاتی ہے وہ تکلیف اور رنج میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اس الزام کو دُور کرنے کے سلسلہ میں اگر وہ الزام تراش کو قتل کر دے تو خود قتل کیا جائے۔ اور اسے کسی اور طرح مار ڈالے تو اس کے عوض خود مارا جائے لہٰذا وہ متہم کے ڈالے ہوتے رنج کو از خود دفع نہیں کر سکتا۔ اس لیے ایسے جرم کے لیے کوئی زبردست سزا ہونی چاہیے ..... کسی کو قتل کر دینا بھی نہایت سنگین جرم ہے یونہی کسی کا کوئی عضو کاٹ لینا یہ بھی دردناک اذیت ہے اور اس کی خلقی جسمانی صلاحیتوں کا برباد کر دینا ہے گویا اس کے معاش کے حصول کی صلاحیت کو مفلوج کرنا ہوا۔ ایسے ناک کان کاٹ لینا وغیرہ (ایسے جرائم کے لیے بھی یقیناً خاطر خواہ سزا ضروری ہے۔) ؎

شاہ صاحب نے تشریح کی ہے کہ قبولیت احکام کے لحاظ سے انسان دو انداز کے ہیں ایک وہ جو قوت بہیمیہ میں منہمک ہوں انھیں ایذا دے کر ہی برائیوں سے باز رکھا جا سکتا ہے۔ وہ بیلوں اور اونٹوں کے مانند ہو جاتے ہیں اور وہ نفس جو حب جاہ کا شکار رہتے ہیں انھیں جسمانی تکالیف سے زیادہ عار دلانے والی چیزیں مؤثر ہوتی ہیں جیسے جلاوطنی، شہادت قبول نہ کرنا، طمانچہ وغیرہ مار دینا ——— حدود میں بوجہ مصلحت دونوں اقسام جمع کی گئیں۔

شہوانیت کے مفسدات

حدود شرعیہ کا مطالعہ کرتے ہوئے حد زنا اس کی حکمتوں اور مصلحتوں پر کچھ لکھنے سے پہلے آئیے اس فطری داعیے کو سمجھتے چلیں۔ جس کی بے اعتدالی انسان کو حیوانوں سے بدتر بنا دیتی ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ اور دیگر حکمائے اسلام تصریح فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے انسان میں شہوتِ جماع دو فائدوں کے لیے رکھی ہے ——— ایک یہ کہ اس کے ذریعہ

حیاتِ اخروی میں جنت کے لذائذ کا اندازہ کیا جا سکے جو اس لطف اندوزی سے بدرجہا اعلیٰ و ارفع ہے ——— دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ نسل انسانی کا فروغ ہو اور انسان اپنے حقیقی رہنماؤں انبیاء و رسل کی تعلیمات و سنن کے مطابق نکاح کے ذریعہ قوت شہوانیہ کا معتدلاً استعمال کریں۔ اس سلسلہ میں یہ ہرگز نہ بھولنا چاہیے کہ انسانی دنیا میں جتنے انبیاء و رسل تشریف لائے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک نکاح سب کی تعلیمات کا اہم جزو رہا ہے۔ ۱۱

قوتِ شہوانیہ کے باب میں انسانی دنیا افراط و تفریط کا شکار ہوئی ہے۔ افراط جیسے مزدک وغیرہ جنسی آزادی کے محرکین اور وہ لوگ جن کی عقلیں مغلوب ہو جائیں اور وہ دین و دنیا کا ہر کام چھوڑ کر بندۂ شہوت بن جاتے ہیں۔ اور مغربی واشتراکی نیز امریکن شہوانی ماحول ساز، تفریط جیسے پولس کی مسیحیت، بودھ مت اور دیگر عورت بیزار فاسد قوانین جن پر سنجیدہ دنیا میں کبھی عملدر آمد نہ ہو سکا۔ راہ اعتدال محض حقیقی تعلیماتِ انبیاء و مرسلین اور وحی الٰہی پر عمل کرنے والوں کے پاس ہے جو بشکل کامل اسلام میں موجود ہے۔ انسان کی اس خواہش کو اگر قید و بند سے بالکل آزاد کر دیا جائے تو دنیا حیوانات کا بھٹ اور فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے۔ شہوت کے غلاموں کی مثال اس انسان جیسی ہے جو مہلک جانوروں میں جا پھنسے۔ یہ خدا غافل ہو تو جانور اسے اپنا شکار بنا لیں۔ شہوتِ فرج میں غلو کرنے والا نت نئی بیماریوں اور جسمانی آزار میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور انسان کی سب سے بڑی شکست یہ ہے کہ وہ اپنی سب سے قیمتی چیز عقل پر مفاسد کو غالب کر دے۔ سمجھنے بوجھنے اچھا برا معلوم کرنے کی صلاحیتوں کو جلا ڈالے اور یہ صفت عادی مجرمین میں عام طور پر دریافت کی گئی ہے۔ اس نفس کے سرکش گھوڑے کو احکام شرعیہ، اور قوانین اسلامیہ کی لگام سے ہی سدھایا جا سکتا ہے تا کہ فلاح دارین کے کاموں پر متوجہ ہے اور اگر اس سے خواہش نفسانی کی آتش کو ایندھن ملتا رہا تو ایک دن وہ آئے گا جب یہ شرافت انسانی کی ساری پونجی جلا کر خاک کر ڈالے گی۔ لہٰذا ــــ

marfat.com

سرچشمہ باید گرفتن بہ میل ٭ چوں پُر شد نشاید گزشتن بہ میل

اسی شہوت فرج (جس کی تکمیل مرد عورت کے ذریعہ، اور عورت مرد کے ذریعہ کرتی ہے) کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حکیم فطرت، رسول رحمت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَمَا مِنْ صَبَاحٍ اِلَّا وَ مَلَكَانِ	ہر صبح دو فرشتے پکارتے ہیں کہ مردوں
يُنَادِيَانِ وَيْلٌ لِّلرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ وَوَيْلٌ	کے لیے عورتیں تباہ کن ہیں اور عورتوں
لِّلنِّسَآءِ مِنَ الرِّجَالِ [۱۲] (الحدیث)	کے لیے مرد۔

وہ جنسی میلان جو عقل کو مفلوج کر دیتا ہے۔ محض ایمان باللہ کی تسخیر اسے لگام دے سکتی ہے لہٰذا ہر انسان کو اس سخت امتحانی مرحلہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ایک مقام پر صرف مردوں کو اسی ضرار نفس سے بچنے کی تاکید بایں طور فرماتا ہے۔

مَا تَرَكْتُ بَعْدِیْ فِتْنَةً اَضَرَّ	اپنے بعد میں نے مردوں کے حق میں عورتوں
عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ [۱۳]	سے زیادہ نقصان رساں کوئی فتنہ نہیں
(الحدیث)	چھوڑا۔

نفسانی خواہشات کے اس دلدل سے بحسن و خوبی اپنا کاروانِ حیات گزار لے جانے والے ہی خدا کی عنایتوں کے حقدار ہوتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اس میں فرمایا:

اِنَّ الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَّ	دنیا میٹھی اور سرسبز شے ہے اور اللہ
اِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا	تمہیں اس کا جانشین بنا کر دیکھتا ہے تم
فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا	کیا کرتے ہو پس تم دنیا کی رنگینیوں سے
الدُّنْيَا وَ اتَّقُوا النِّسَآءَ (الحدیث)	بچو اور عورتوں کے فتنے سے بچو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ابلیس

اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر سیدنا کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کسی مجلس میں

marfat.com

تشریف فرماتے کہ ابلیس لعین مجلس میں گھس آیا۔ سر پر رنگا رنگ کلاہ بھی تھی۔ قریب پہنچا تو سلام عرض کیا اور ٹوپی اتار کر رکھ لی۔ آپ نے دریافت فرمایا تو کون ہے؟ کہنے لگا میں ابلیس ہوں۔ فرمایا خدا تجھے غارت کرے یہاں کیوں آیا؟ بولا آپ کا خدا کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے سوچا سلام کرتا چلوں۔ فرمایا یہ تیرے سر پر کیا چیز تھی؟ کہنے لگا ٹوپی ہے اس سے میں انسانوں کے دل اچک لیتا ہوں۔

تو کن باتوں سے انسان پر غلبہ پاتا ہے۔

اس کے تکبر اور غرور کے ذریعہ میں دل میں گھر کر لیتا ہوں۔ وہ گناہوں کو فراموش کر کے اپنے اعمال کو اہم سمجھنے لگتا ہے پھر وہ میرے قابو میں آجاتا ہے اور تین باتیں میں آپ کو ڈرنے والی بتاتا ہوں ـــــــ (۱) اجنبی عورت سے تنہائی، اس وقت میں اپنے کارندوں کو نہیں لگاتا ہوں بلکہ خود موجود رہتا ہوں اور اسے فتنہ میں مبتلا کرتا ہوں ـــــــ (۲) اللہ سے کیے ہوتے عہد کی تکمیل ـــــــ (۳) زکوٰۃ و صدقے کے مال کو تقسیم کر دینا، کیونکہ انسان جب کچھ مال فی سبیل اللہ نکالتا ہے تو میں وہاں بھی پہنچتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ وہ ارادۂ خیر کو پورا نہ کر پاتے ـــــــ پھر ابلیس مجلس موسوی سے چلا گیا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ افسوس حضرت موسیٰ کو انسانی ابتلاء کے راز معلوم ہو گئے۔ ۱۵

گویا نفس اور شیطان کے ہتھکنڈوں میں سے مضبوط ترین جنسی رجحان کی غلط کاریاں ہیں۔ انسان اگر پورے طور پر تقویٰ اللہ کے حصار میں نہ ہو تو اس سے نجات آسان نہیں۔ اور خدائی پابندیوں کو اپنا کر یہ قوت و جذبہ اگر سدھا لیا گیا تو بیش بہا کامرانیوں اور فتحمندیوں کا پیش خیمہ ہے۔

حجۃ الاسلام کا تجزیہ امام غزالی فرماتے ہیں، شرمگاہ کی شہوت تمام انسانی شہوات پر غالب ہے اور ہیجان کے وقت سب سے زیادہ عقل کی نافرمان ہے۔ اس کے علاوہ اس کے نتائج ایسے بھیانک ہیں، جن سے شرم آتی ہے اور اظہار سے خوف لگتا ہے۔ آپ نے تصریح فرمائی کہ زنا اور نظر بد سے بچنے والوں میں کئی قسم کے لوگ

marfat.com

ہوتے ہیں۔

(۱) اپنی عاجزی کے سبب۔ (۲) کسی خوف کے باعث

(۳) اپنے جسم کی نگہداشت کے خیال سے۔ (۴) حیاء و شرم کی بنیاد پر

ان وجوہ سے بچنے والے کو کوئی خاص ثواب نہیں ملتا، بلکہ ان میں ایک حفظ نفس کو دوسرے پر ترجیح دینا ہے۔ ہاں ان موانع میں بھی ایک فائدہ بہرحال ہے کہ آدمی گناہ سے محفوظ رہتا ہے چاہے جس سبب سے ہو۔

شہوانیت سے اجتناب کی نتیجہ خیز بنیاد

اعلیٰ ترین درجۂ ثواب یہ ہے کہ باوجود قدرت اور عدم موانع کے محض خوف خدا کے باعث زنا نہ کرے۔ خاص طور سے اس وقت جبکہ شہوت صادق بھی پائی جا رہی ہو۔ یہ درجہ صدیقین کا ہے اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ فَكَتَمَ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ۔ (الحدیث)

جو عاشق ہوا اور پارسا اور عشق کو چھپایا پھر مر گیا وہ شہید ہے۔

اور ارشاد فرمایا؛

سات آدمیوں کو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن عرش کے سائے میں جگہ دے گا۔ اور اس دن سوا عرش الٰہی کے کہیں سایہ نہ ہو گا۔ ان میں ایک شخص وہ بھی ہو گا جس کو کوئی حسین و جمیل حسب و نسب والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ جواب میں کہے۔

اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ہ (القرآن)

بے شک میں دونوں عالم کے رب سے ڈرتا ہوں

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ زلیخا کے ساتھ، آپ کی قدرت اور اس کی رغبت کے باوجود مشہور ہے، اس پر خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْ

اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا

marfat.com

لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ[۱۶] (القرآن)

اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا ہم نے یونہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں۔ بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

تحفظات

معاشرہ کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے کے لیے، اور اسے شر و فساد، بے حیائی و بدکرداری سے محفوظ کرنے کے لیے اسلام نے جو فطری قوانین عطا فرمائے ہیں قبول صداقت اور دیانتداری کی نگاہ سے اب اس کی کمل ہدایات کے دس نکات جو اس موضوع سے متعلق ہیں زیب نظر فرمائیں۔

(۱) پاکیزہ قانون کا پاکیزہ گمان

خدائی قانون کی نگاہ میں اسلامی معاشرہ کا ہر مومن فرد بے جرم سمجھا جاتا ہے جب تک کہ اس کے مجرم ہونے کا شرعی ثبوت نہ مل جائے جیسا کہ اس آیت سے متبادر ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ	جب تم نے اسے (اتک کی بات) سنا
الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ	تھا کیوں نہ ہوا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان
بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ	عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا
اِفْكٌ مُّبِيْنٌ[۱۷] (القرآن)	اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر بدگمانی ناجائز ہے اور جب کسی نیک شخص پر تہمت لگائی جائے تو بلا ثبوت مسلمان کو اس کی تصدیق کرنا ناروا ہے۔[۱۸]

(۲) استیذان

لوگ ایک دوسرے کے مکانات میں بے تکلف نہ گھس جایا کریں بلکہ اجازت لے کر جایا کریں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا	مومنو! اپنے گھروں کے سوا، دوسرے

marfat.com

بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۱۹ (القرآن)

گھروں میں اہل خانہ سے اجازت لیے اور سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

دوسرے مقام پر ارشاد پاک ہے:

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۲۰ (القرآن)

اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو اسی طرح اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے اگلے (یعنی بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے ہیں۔

صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اجازت تین بار حاصل کرنی چاہیے اگر اجازت مل جائے تو اندر جاؤ، ورنہ واپس ہو جاؤ۔"

قبیلہ بنو عامر کا ایک آدمی خدمت رسول میں حاضر ہونا چاہتا تھا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ پاک میں تھے۔ اس نے پوچھا میں آجاؤں؟ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا۔ اس شخص کے پاس جاؤ اور گھر میں داخل ہونے کی اجازت کس طرح لینی چاہیے اسے بتا دو۔ اس سے کہو کہ یوں کہے۔ السلام علیکم، کیا میں اندر آجاؤں۔ اس بات کو شخص مذکور نے سُنا اور کہا السلام علیکم، کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تو وہ گھر میں داخل ہوا۔[۲۱]

بے جھجک دوسروں کے گھروں میں آنا جانا شرافت اور حیاء داری کے خلاف ہے۔ اور بہت سی برائیوں کا پیش خیمہ بھی، اس لیے قانونِ فطرت، اسلام نے اس کا مکمل نصاب بیان فرمایا ہے۔

(۳) حفاظت نگاہ

نگاہوں کی حفاظت دراصل اپنی عزت و آبرو اور پرہیزگاری کے مترادف ہے۔ بے باک ماحول کا ایک ترجمان آنکھوں کے بارے میں کہتا ہے:

marfat.com

ہوتا ہے رازِ عشق و محبت انہیں سے فاش ✖ آنکھیں زباں نہیں ہیں مگر بے زباں نہیں

آنکھیں انسان کی استواری کا پہلا زینہ ہیں اور جو جنسی میلان قدرت کی طرف سے مرد و عورت کے مابین رکھا گیا ہے اس کی ابتدا، کا بہت بڑا ذریعہ آنکھیں ہیں۔ آزاد بے باک اور آوارہ آنکھیں فکر و دل کو انتشار کے پر ہیجان جنگل میں پہنچا کر بے سکون اور اہل طمانیت کو نت نئی آفات میں مبتلا کرتی ہیں۔ اس کا نہایت باریک تجزیہ اسلام نے کیا ہے۔ قرآن مجید میں علاج کا اجمالی ذکر موجود ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ	مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ
اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ	نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ	کریں۔ یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے۔
بِمَا يَصْنَعُوْنَ [۲۲] (القرآن)	بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

مسلم شریف میں جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اجنبی عورت پر نگاہ پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ نگاہ پھیر لو۔

بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا۔ اے علی کسی اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو نظر پھیر لو۔ دوسری نگاہ اس پر نہ ڈالو۔ پہلی نگاہ تو معاف ہے لیکن دوسری نگاہ پر مواخذہ ہے۔ ایمان و حیا کے نازک شیشے عورتوں ہی کے طرح مردوں کے بھی ہیں۔ بد نگاہی اور آوارہ نظری جس طرح مردوں کے لیے ممنوع ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی سخت مضر ہے۔ نگاہیں نیچی رکھنے کی تاکید محض مردوں کو ہی نہیں ہے بلکہ عورتوں کو بھی ایسی ہی تاکید ہے۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ	اور مومنہ عورتوں سے فرما دیجیے کہ اپنی
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ	نگاہیں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت
فُرُوْجَهُنَّ [۲۳] (القرآن)	کریں۔

marfat.com

چونکہ عورتیں نازک مزاج اور نرم خو ہوتی ہیں، اور ان پر ماحول کی پراگندگی کا اثر جلد ہوتا ہے اس لیے اسلام نے بالخصوص پردہ میں رہنے اور اجنبی لوگوں سے نگاہیں چار کرنے سے منع کیا ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور میمونہ حضور کی خدمت میں تھیں حضور کے ایک نابینا صحابی ابن ام مکتوم کسی ضرورت سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو پردہ میں جانے کا حکم فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا ابن ام مکتوم نابینا نہیں ہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟۔ اور ان کو نہیں دیکھتیں؟ ۲۴

اس حقیقت سے مجال انکار نہیں کہ نگاہ شہوت کی قاصد ہوتی ہے اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ اور شہوت سے محفوظ رہنا ہے۔ نگاہ کی آزادی دروازۂ دل سے دربان و نگہبان کا ہٹا دینا ہے۔ نظر بھٹکتی ہے تو اس کے نتیجے میں خیالات و افکار میں فتنہ اور آفت کی لہر دوڑتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ غلط کاری کی راہ پر ذہن کام کرنے لگتا ہے۔ جذبۂ شہوانی کو فکر کا سہارا ملتا ہے تو نئی نئی شیطانی اسکیمیں ابھرتی ہیں جن پر عمل کرنے والا تباہی کے دہانے تک جا پہنچتا ہے۔ انہی مضمرات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مَّسْمُوْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ۔ (الحدیث)	نظر، ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔

مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر کی ایک طویل حدیث پاک کا یہ حصہ اعضائے انسانی کے غلط استعمال کو ان اعضاء کے شدید جرائم میں شمار کر کے حفظانِ عفت وعصمت کی روشن تعلیم پیش کر رہا ہے۔

اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظْرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَ	آنکھوں کا زنا دیکھنا، کانوں کا زنا سننا، زبان کا زنا بات کرنا، ہاتھ کا زنا پکڑنا،

marfat.com

اَلْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوِىْ وَيَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ اَوْ يُكَذِّبُهٗ (الحدیث)[۲۵] پیر کا زنا چلنا، اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے پھر شرمگاہ اس کو سچ یا جھوٹ کرتی ہے۔

(۴) پردہ عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھر میں سر اور سینہ ڈھانک کر رکھیں۔ اسی طرح غیر محرم مردوں اور محرم رشتہ داروں کے درمیان فرق قائم کیا گیا۔ اور ازواج النبی (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالےٰ عنہن) کے ذریعہ اور وسیلہ سے دنیا بھر کی مومن عورتوں کو تعلیم دی گئی کہ صرف یہ مخصوص اہل رشتہ ہی گھروں میں آجا سکتے ہیں۔ سورۂ نور میں ہے:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝[۲۶] (القرآن)

اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔ اور دوپٹے اپنے گریبانوں میں ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر، یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ، یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے، یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جن کو عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں، اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار، اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو، سب کے سب اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

سورۂ احزاب میں ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَاۗىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۔[۵۵] (القرآن)

اور ان پر مضائقہ نہیں کہ (پردہ نہ کریں) ان کے باپ اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنے دین کی عورتوں اور اپنی کنیزوں میں، اور اللہ سے ڈرتی رہو۔ بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔

خلقی لحاظ سے جو لوگ اہل قرابت ہیں نصوص قرآنیہ نے گھروں میں انہی کی آمد و رفت کی اجازت مرحمت فرمائی اور مرد و عورت کے عام اختلاط کو اسلام نے کتنا مضر اور مخرب اخلاق شمار کیا ہے اس بات کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ باقاعدہ اہل رشتہ میں کون کون بے محابا گھر میں آسکتا ہے، اور گھر کی خواتین کن کے سامنے ہو سکتی ہیں۔ اس کی باقاعدہ فہرست عطا فرمائی۔ یہ اس معاشرۂ اسلامی کی تعمیر کے اصولوں میں ایک ہے، جہاں امن و سلامتی جگمگاتی ہے۔

(۵) دافع فتن انداز کلام

ازواج مطہرات کو اور ان کے وسیلہ سے سب اہل ایمان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں میں وقار کی زندگی گزاریں، بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ گھومیں، اور غیر مردوں سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہو تو بات دبی دبی زبان سے اور نرم لہجے میں نہ کریں۔ بلکہ سادے اور کھردرے سپاٹ طریقہ پر کریں تاکہ کوئی نرم و نازک اور ملائم انداز گفتگو سے ذہن میں نامناسب خیالات نہ لا سکے۔ دور جاہلیت، یعنی قبل اسلام کی طرح زیب و زینت کر کے اتراتی پھرنا اور اپنے حسن و جمال کی نمائش اسلامی نظریۂ عفت کے خلاف ہے۔ یہ تمام عادات عزت مآب خواتین کے لیے نازیبا ہیں۔ ارشاد رب العلمین ہوتا ہے۔

يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ

اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں، اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ

marfat.com

وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى ۳۳ (القرآن)

کرے۔ ہاں اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو، جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت رسول میں عرض پیش کی۔ یا رسول اللہ! آپ کی ازواج مطہرات (امہات المؤمنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہن) کے پاس ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ کاش آپ انہیں پردہ کا حکم فرماتے اس کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو گھروں میں بے اجازت داخل ہونے سے روک دیا گیا،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ ۵۳ (القرآن)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔

آیت پاک کی شان نزول خاص ہے۔ مگر حکم سب اہل ایمان گھروں کے لیے عام ہے۔

(۶)۔ آدابِ تعلق

مردوں کا عورتوں سے بالکل مقاطعہ نہیں کر دیا گیا کہ کاروبار حیات معطل ہو کر رہ جائے۔ بلکہ ضروری استفادہ کی راہ معقول اور پاکیزہ طور پر کھول دی گئی۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۵۳ (القرآن)

اور جب تم ان سے برتنے کی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔

گھریلو معاشرت میں خانگی ملازموں اور نابالغ لڑکوں بچوں کے لیے بھی طہارت قلب و نظر کا درس دیتے ہوئے یہ طریقہ بتایا گیا کہ اوقات خلوت میں کسی مرد یا عورت کے کمرے میں اچانک نہ داخل ہو جایا کریں۔ حتیٰ کہ اولاد بھی ماں باپ کے کمرے میں اجازت

marfat.com

لے کر داخل ہو۔ ۳۱ ؎

تفسیر خزائن العرفان میں ہے غیر کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہو اور اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ، الحمد للہ، یا اللہ اکبر کہے۔ یا کھنکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو کہ کوئی آنا چاہتا ہے یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت دی ہے غیر کے گھر سے مراد وہ گھر ہے جس میں غیر سکونت رکھتا ہو، خواہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ:۔ اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر گھر میں ماں ہو، جب بھی اجازت طلب کرے۔ (مؤطا امام مالک) ۳۲ ؎

نقاب و چادر پوشی

عورتیں اپنی ضرورت سے اگر گھر سے باہر قدم رکھیں تو اسی طرح ان کی زیب و زینت پردہ میں رہے نگاہیں جھکی ہوئی ہوں، زیوروں کی جھنکار اور عطریات و خوشبوؤں کی پھوار چھوڑتے ہوئے نکلنا نہ صرف اسلامی نظامِ عفت کے خلاف ہے بلکہ سماج اور معاشرہ کو تباہ کن راستوں پر لے جانے کے مترادف ہے۔ معاشرۂ اسلامی میں عورتوں کو تاکید کی گئی کہ گھروں کے اندر رہتے ہوئے بھی ......

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۳۳؎ (القرآن)

اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔

اسلامی تعلیم عفت یہ ہے کہ جن اعضائے بدن کا دیکھنا جائز نہیں ان پر نظر نہ ڈالی جائے، مرد کا بدن زیر ناف سے گھٹنے کے نیچے تک عورت ہے۔ اس کا دیکھنا جائز نہیں۔ اور عورتوں میں سے اپنے محارم اور غیر کی باندی کا بھی یہی حکم ہے مگر اتنا اور ہے کہ ان کے پیٹ اور پیٹھ کا دیکھنا بھی جائز نہیں اور حرّہ اجنبیہ کے تمام بدن کا دیکھنا ممنوع ہے ....

مسئلہ:۔ امرد لڑکے کی طرف بھی شہوت سے دیکھنا حرام ہے (مدارک و احمدی) ۳۴ ؎

marfat.com

اور عورتیں جب گھروں سے باہر نکلیں تو چادروں سے اپنے آپ کو اچھی طرح ڈھانک کر نکلیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ـــــ ۳۵ (القرآن)

اے نبی! اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔

(۸) سو کوڑے دنیا کو گہوارۂ امن و سلامتی بنانے کے لیے انسانی جذبات کو شیطانی کھلونا بننے سے روکتے ہوئے اسلام نے زنا اور اس کے داعیات کو نہایت مستحسن طور پر پابند سلاسل کیا ہے۔ تاکہ صالح معاشرت پروان چڑھ سکے اور ہر خاندان اپنے محدود دائرہ ہی میں نمونۂ جنت بن سکے۔ انسانی بدکاری کی غلیظ ترین لعنت کا نام زنا ہے۔ اسلام نے اس کی روک تھام کے لیے قانونی، اخلاقی اور معاشرتی تدابیر مہیا فرمائی ہیں۔

سورۂ نساء میں اسے بھیانک معاشرتی جرم قرار دیا گیا۔ (النساء، آیات ۱۵۔۱۶) فقرۂ الفک کے بعد سورۂ نور کا نزول ہوا۔ اور غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے مقرر کر دی گئی۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد، تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔

(۹) بہتان کی سزا جو شخص کسی دوسرے پر زنا کا الزام لگائے اور ثبوت میں چار عادل گواہ نہ پیش کر سکے اس کے لیے اسّی کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی اور انھیں ہمیشہ کے لیے مردود الشہادۃ قرار دے دیا گیا۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۴۵

اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں اور پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انھیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو۔

(۱۰) ترغیب نکاح اسی طرح اثباتی اقدامات میں عورتوں اور مردوں کی مجرد زندگی کو معیوب

marfat.com

قرار دیا گیا۔ نکاح کی ترغیبات دی گئیں۔ نکاح کو آسان سے آسان کرنے کی تاکید کی گئی۔ رشتوں کے تعین میں رسم و رواج کی زنجیروں کو کاٹ دیا گیا حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں کے نکاح کی ترغیب دی گئی اور بتایا گیا کہ نکاح معاشی اور اقتصادی پریشانیوں کا خاتمہ بھی کرتا ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ	نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح
مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ	کے ہوں اور اپنے لائق بندوں اور
يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ	کنیزوں کا، اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں
مِنْ فَضْلِهٖ [۳۸] (القرآن)	غنی کر دے گا۔

صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریاں اٹھانے کی سکت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نگاہ کو نیچا رکھتا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو نکاح کی ذمہ داریاں اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ شہوت کا زور کم کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً روزہ رکھا کرے اس حدیث پاک میں فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ --- (وہ نگاہ کو نیچا رکھتا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے ——— قابل توجہ ہے۔ شادی بیاہ کرنے کے عام معیار دولت حسن اور حسب و نسب تھے۔ اسلام نے ان سب فولادی دیواروں کو مسمار کر کے تقویٰ اللہ کو اصلی معیار قرار دیا۔

وَلَاَمَةٌ سَوْدَآءُ ذَاتُ دِيْنٍ اَفْضَلُ۔	سیاہ رنگ کی باندی جو دیندار ہو بہتر ہے

معاشرتی امن کے قرآنی دائرے

حدود اسلام پر کچھ عرض کرنے سے پہلے ہم نے اپنی ملی تہذیب کی بنیادوں تک قارئین کو پہنچانے کی کوشش کی ہے تاکہ دنیا میں رائج ملکوں کے کلچر اور کچھ مخصوص قومی عادات و اطوار کی طرح مسلمانوں کو بھی چند فرسودہ روایات کی لکیروں کا فقیر نہ سمجھ لیا جائے بلکہ یہ باور کیا جائے کہ اسلام ایک آفاقی اور ہمہ گیر خدائی نظام کا نام ہے جو دنیا کو مساویانہ انسانی حقوق اور پرامن طریقہ زندگی سے بہرہ ور

marfat.com

کرتا ہے۔ افہام وتفہیم اور تعلیم وتربیت کے راستوں سے مفسدات کے تمام دروازے بند کرنا، شر وفتن کی چنگاریوں کو ابتداً ہی نیست ونابود کرنا اور انسانی تخلیق کے مقاصد تک پہنچانے کے لیے انسان کو بالکل آمادہ وتیار کرنا، محض اپنی ذات کے مفادات یا صرف خاندان فیملی کی بھلائی یا طبقہ وملک کی حد تک نہیں بلکہ ساری انسانی برادری کو حقیقی بہبود تک پہنچانا اسلام کے اوّلین مقاصد میں سے ہے۔

اسلامی سزاؤں کو غیر مہذب اور وحشیانہ کہنے والے خود اپنے قوانین میں اپنے نقطۂ نظر سے جنہیں مجرم شمار کرتے ہیں ـــــــ ان کو جس قسم کی بھیانک اور شرافت سوز سزائیں دیتے ہیں ان پر غور کریں۔ اسے سامنے رکھ کر ہم موضوع کا رُخ دوسری طرف نہیں پھیرنا چاہتے۔ البتہ اتنا ضرور عرض کریں گے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کے زرّیں دَور (دورِ نبوت سے خلافت راشدہ تک) کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی حدود کے نفاذ کی برکت سے ہی جرائم کی تعداد صفر ہو کر رہ گئی تھی۔ اور لوگوں میں خوفِ خدا، خوفِ آخرت اور یوم حساب کی جوابدہی کا اتنا شدید احساس زندہ ہو گیا تھا کہ مفاسد نے دم توڑ دیا تھا۔

اور یہی نہیں آج جب کہ اسلامی قوانین پر مِن کُلِّ الوجوہ عمل پوری دنیا میں کسی ایک خطہ پر بھی نہیں ہے، صرف الٰہی ترغیب وترہیب کے تحت مسلمان قوم کے افراد زنا، فحاشی، شراب نوشی، خود کشی جیسے جرائم میں ہر قوم سے کم مبتلا ہوتے ہیں تو اس سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس نظام اسلامی کے محض اخلاقی اسباق میں اتنا زور اور کشش ہے۔ جب اپنے پورے لوازمات کے ساتھ نظام روئے زمین پر نافذ ہو تو کیا دنیا جنت نشان نہ بن جائے گی۔

عبرت ناک سزا محافظ قانون ہے

یہ مثال قریب الفہم ہے کہ ریل گاڑی پر سفر کرنے والوں کے لیے ٹکٹ خرید کر سفر کرنے کی شرط رکھی گئی۔ اب اگر بے ٹکٹ سفر کرنے والوں کے لیے جرمانہ یا سزا مقرر نہ ہو

marfat.com

بلکہ ٹکٹ والے مسافروں ہی کی طرح ریلوے کا عملہ ان کے ساتھ بھی خدمت گزارانہ برتاؤ کرنے لگے تو چند روز میں ریلوے نظام کا دیوالیہ نکل جائے۔

آج کی یورپین جمہوریتیں اور دنیا کے متعدد ممالک فریب تمدن میں مبتلا ہو کر کچھ ایسی ہی راہ پر چل رہے ہیں۔ ایک طرف ماحول کے بگاڑ کے سارے سامان خود فراہم کرتے ہیں، ہوا و ہوس کی ساری کھڑکیاں خود کھولتے ہیں فحاشی و عریانیت کی نشر و اشاعت ہی کلچر کا دوسرا نام پڑتا جارہا ہے۔ دوسری طرف معاشرتی جرائم کی تعداد میں بھیانک اضافوں پر اظہار تعجب کرتے ہیں۔

موجودہ دور کی ناآسودگی انسانی قوانین کی دین ہے

انسانی قانون کسی حال میں الٰہی قانون کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اور الٰہی قوانین کے حسنات و برکات کو کسی انسانی قانون کے ذریعہ حاصل بھی نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ دنیا میں برپا دو قوانین انسانی کا جائزہ لیجئے۔ سرمایہ دار اور اشتراکی ممالک کے بارے میں دو ٹوک کہا جا سکتا ہے کہ ادھر فرد کی تقدیس حد غلو کو پہنچی ہوئی ہے ادھر اشتراکیوں کو ریاست و اجتماع کا جنون کھلتے جارہا ہے۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ سرمایہ کی برابر تقسیم ہی انسان کے جملہ مصائب کا علاج ہے۔ چنانچہ مارکس اور اس کے پیرووں نے یہ گمان کیا تھا کہ پرولتاریوں کے برسر اقتدار آجانے کے بعد اختلاف و تصادم ہی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ان لوگوں کے نزدیک اخلاقی جرائم کا شمار جرم کی فہرست میں ہوتا ہی نہیں، تاوقتیکہ کوئی ایسی صورتحال پیدا نہ ہو کہ وہ سیاست و اجتماع اور حکومتی معاملات میں رخنہ انداز ہو۔

مگر حقیقی صورتحال کیا ہے دنیا پر روشن ہے۔ اسی طرح متحدہ امریکہ اور مغربی یورپ جن نظاموں کو اپنائے ہوئے ہیں ان کا رجحان اخلاقیات کے بارے میں یہی تو ہے کہ اس کا تعلق فرد اور اجتماع سے ہے، لہٰذا حکومتی قوانین اس میں دخل اندازی نہیں کرتے۔ ہر آدمی ہر کام میں آزاد ہے جب تک وہ جبر و تشدد اور دھوکہ دہی میں مبتلا نہ ہو اسے حکومت

marfat.com

کی نظر میں معززشہری ہی سمجھا جاتا ہے۔ جرائم اور مہلکات کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ نفسیاتی الجھنیں اور اعصابی عوارض کے نیچے پھیلتے جارہے ہیں اور نام نہاد آزادی کی فضا میں پرواز چڑھ کر انسان ممنوعہ کاموں میں تیز سے تیز تر ہوتا جارہا ہے۔ اب ان ملکوں کی انسانیت کا حال یہ ہے کہ اس کی نفسانی پیاس کے سامنے سمندر بھی گھونٹ دو گھونٹ دکھائی دیتے ہیں۔ جرم کی بہتات نے معاشرے کو ناآسودگی کی وبا میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس گہرائی تک اتر جانے کے بعد بھی ان ملکوں کے ارباب فکر و دانش زیادہ سے زیادہ جرم کی قیمت نقد ترازو پر تول پاتے ہیں جسے وہ انسداد جرائم کے شعبوں پر خرچ کرتے ہیں۔ مگر رفتہ رفتہ ترقی کرکے بیحیائی اور اخلاق باختگی انسانی معاشرہ کو جس بھیانک تباہی کے دہانے تک لارہی ہے یہ لوگ اس کے انسداد کا موثر علاج تاہنوز دریافت نہ کر سکے۔ انصاف و دیانت کے خلاف ہوگا، اگر اس بات کا برملا اعتراف نہ کیا جائے کہ ان ممالک میں معذورین کے لیے آسائش حیات کے وسائل بہت عمدہ ہیں۔ اندھے، لنگڑے، لولے، اپاہج اور بے سہارا معذورین جس سہولت کی زندگی یہاں گزارتے ہیں اور ان کے علاج معالجہ، خورد و نوش، رہائش، خدمت گزاری، تفریحات کے جو انتظامات ان ممالک نے کیے ہیں وہ سب کے سب قابل ستائش اور لائق تعریف ہیں۔ اور مذہبی نقطہ نظر سے دیکھیے تو تہذیبی آوارگی میں تا بغرق ڈوبا ہوا معاشرہ شاید اس انسانی مجبور طبقہ کی خدمات کے صلہ ہی میں زندگی کی فراوانیوں سے بہرہ ور ہے۔ بہر حال بات معاشرہ اور تہذیب کی چل رہی تھی۔ کوئی بھی معاشرہ افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے۔ اور افراد کے عادات و اطوار ہی معاشرہ کے حسن و قبح کو جنم دیتے ہیں ——— اور اخلاق کی تراش خراش میں صرف سیاسی عوامل کہاں تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تو اریخ ماضی سے موجودہ دور تک کے تمام نظاموں کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ بات اسی مرحلہ پر آجائے گی۔ اخلاق و عادات کو مہذب بنانے میں سب سے قوی شے وحی و رسالت کی رہنمائی ثابت ہوتی ہے۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلاۃ

marfat.com

والتسلیمات کی ہدایات ہی نے انسانی سماج کی زلف برہم میں شانہ فرما کر اسے سلجھایا۔ اور اسلام چونکہ خاتم الادیان، اور الٰہی ہدایات کا تکملہ ہے۔ اس لیے اسی قوانین میں ہمہ گیری اور کاملیت کا ہونا لازمی تھا۔ جیسا کہ ہے۔

آئیے اب عفت و عصمت اور آبرومندی کی قدر و قیمت پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے اس قلعۂ شامخ میں نقب زنی کرنے والوں کی خبر گیری تک جائزہ لیا جائے۔

اسلام میں آبرو جان سے زیادہ قیمتی ہے

انسانی جان کی اہمیت ہر مذہب و ملت میں موجود ہے اور اسلام میں انسانی جان کے قتل میں قصاص کی سزا مقرر ہے، مگر ناموس انسانی کو داغ دار کرنے کا جرم، عفت و عصمت کی چاک دامنی کا مجرم قاتلوں اور لٹیروں سے زیادہ قابل مذمت ہے۔ جان کے بدلے مالی فدیہ یعنی دیت لے کر قاتل کی جان بخشی کر سکتے ہیں۔ بخلاف اس کے زانی اور زانیہ کے سلسلہ میں طرفین کی مصالحت کی بنیاد پر بھی اس جرم کی تلافی کا کوئی راستہ نہیں۔ عصمت اور پاک دامنی کے نظیف پردوں کو چاک کرنے والے محض شخصی ہلاکت خیزیوں تک محدود نہیں رہتے۔ بلکہ یہ ایک ایسا متعدی جرم ہے جس کے ناپاک چھینٹے معاشرت اور سماج کا ناسور بن جاتے ہیں ـــــــــ معلوم ہوا کہ اسلام ناموس و عصمت انسانی کو زندگی سے زیادہ وقعت دیتا ہے اور زنا کے مجرم کو خدائی مجرم قرار دے کر اس پر اسلامی حد جاری کرنا، سربراہان خلافت اسلامیہ کے فرائض منصبی میں سے ایک اہم فرض ہے۔

اسلام اپنے پیروؤں کا معاشرہ گھر کی چار دیواری سے حدود ریاست کی کیاری تک پاکیزہ و نظیف، بے عیب اور پر مسرت دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس نے عزت و ناموس کے لٹیروں کے لیے قرار واقعی سزائیں مقرر فرمائیں۔

ارشاد رب العالمین ہے:

marfat.com

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَّسَاۗءَ سَبِيْلًا ۲۸ (القرآن)

اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ۔

سورۃ نساء میں ہے۔

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَاۗئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىھُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۔ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِھَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْھُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔ ۳۱ (القرآن)

اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں سے چار مردوں کی گواہی لو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انھیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہوجائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

جو مفسرین اس آیت میں الفاحشۃ سے مراد زنا لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حبس کا حکم حدود نازل ہونے سے قبل تھا۔ حدود کے ساتھ منسوخ کیا گیا (خازن، جلالین، احمدی)۔ حسن کا قول ہے کہ زنا کی سزا پہلے ایذا مقرر کی گئی، پھر حبس پھر کوڑے مارنا یا سنگسار کرنا۔ ابن بحر کا قول ہے کہ پہلی آیت والّتی یاتین الخ ان عورتوں کے باب میں ہے جو عورتوں کے ساتھ بطور مساحقت بدکاری کرتی ہیں اور دوسری آیت والّذان الخ۔ لواطت کرنے والوں کے بارے میں ہے اور زانی اور زانیہ کا حکم سورۃ نور میں بیان کیا گیا ہے۔ اس تقدیر پر یہ آیتیں غیر منسوخ ہیں اور ان میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دلیل ظاہر ہے جو وہ فرماتے ہیں کہ لواطت میں تعزیر ہے حد نہیں۔ ۳۸

تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت ہے۔

گھروں کے اندر دائمی نظر بندی کی سزا عارضی تھی اور آیت کا سیاق بتا رہا ہے کہ آئندہ کوئی دوسری تجویز ہونے والی تھی۔ چنانچہ کچھ روز بعد سورۃ نور کی آیات کے ذریعہ دوسری سزا تجویز ہوئی یعنی زانی مرد اور زانیہ عورت کے لیے سو سو تازیانے اور سنت رسول نے اس کی مزید تشریح یہ کی کہ یہ سزا زنائے محض کی ہے اور جب ارتکاب زنا سے حق کی پامالی بھی ہو رہی ہو تو اس کی سزا سنگساری ہے۔

وَهٰذَا كُلُّهٗ قَبْلَ نُزُوْلِ الْحُدُوْدِ۔ یہ حکم حدود نازل ہونے سے قبل کے ہیں۔

(معالم التنزیل)

سورۃ نور میں ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۳۸/۲ (القرآن)

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر، اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم ہے جس کا ثبوت بہم پہنچائے جانے کے بعد اس کا نفاذ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ، حضرت زید بن خالد اور حضرت شبل رضی اللہ عنہم سے ترمذی میں روایت ہے۔

یہ تینوں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے دو آدمی جھگڑتے ہوتے آئے۔ ان میں سے ایک آدمی آپ کی جانب بڑھا اور عرض کیا۔۔۔

marfat.com

یارسول اللہ! میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے۔ اس کے مخالف نے بھی جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا کہا یارسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے۔ میرا لڑکا اس کے یہاں مزدوری کرتا تھا تو اس کی عورت سے زنا کر لیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے بیٹے پر رجم کا حکم آتا ہے پس میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک غلام فدیہ میں دے دیا ہے پھر اہل علم سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا تمہارے بیٹے پر سو دُرّے اور ایک سال جلا وطنی کی سزا ہے اور اس شخص کی عورت پر سنگساری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

مِائَۃُ شَاۃٍ وَّالْخَادِمُ رُدٌّ عَلَیْکَ وَ	سو بکریاں اور غلام تجھے واپس ملیں
عَلٰی اِبْنِکَ جَلْدُ مِائَۃٍ وَتَغْرِیْبُ	گے اور تیرے لڑکے پر سو درّے اور
عَامٍ وَاغْدُ یَا اُنَیْسُ عَلٰی اِمْرَاَۃِ	ایک سال کی جلاوطنی ہے (پھر فرمایا)
هٰذَا فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجِمْهَا	اے انیس اس آدمی کی بیوی کے
فَغَدٰی عَلَیْهَا فَاعْتَرَفَتْ	پاس جاؤ اگر اقرار کرے تو اسے رجم
فَرَجَمَهَا۔ ۳۳ (الحدیث)	کردو وہ صبح اس عورت کے پاس

گئے اور اس کے اعتراف کرنے پر اسے سنگسار کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔
اس بات پر اجماع ہے کہ محصن مردوں اور عورتوں کا حکم ایک ہے۔ محصن کی تعریف یہ ہے کہ حُر آزاد ہو مکلف اور مسلمان ہو اور ایسے اجماع سے پاک ہو جس پر حد جاری کی جاتی ہے۔

marfat.com

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ پر کتاب اتاری اور جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا اس میں آیت رجم بھی ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔

وَاِنِّیْ خَائِفٌ اَنْ یَّطُوْلَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ فَیَقُوْلُ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَیَضِلُّوْا بِتَرْکِ فَرِیْضَۃٍ اَنْزَلَہَا اللّٰہُ اَلَا وَاِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰی مَنْ زَنٰی اِذَا اَحْصَنَ وَقَامَتِ الْبَیِّنَۃُ اَوْکَانَ حَمْلٌ اَوِ الْاِعْتِرَافُ۔[۳۷] (الحدیث)

مجھے ڈر ہے کہ طویل عرصہ گزرنے کے بعد کوئی کہنے والا کہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رجم کا حکم نہیں پاتے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ایک فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں۔ سن لو! رجم بے شک اس زانی پر ثابت ہے جو شادی شدہ ہو اس پر گواہی قائم ہو جائے یا حمل ہو جائے یا خود اعتراف کرے۔

ایک بار آپ ہی نے فرمایا:

لَوْلَا اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اَزِیْدَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ لَکَتَبْتُہٗ فِی الْمُصْحَفِ فَاِنِّیْ قَدْ خَشِیْتُ اَنْ یَّجِیْءَ اَقْوَامٌ فَلَا یَجِدُوْنَہٗ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَیَکْفُرُوْنَ بِہٖ۔[۳۸] (الحدیث)

اور اگر مجھے اللہ کی کتاب میں زیادتی ناپسند نہ ہوتی تو میں اسے مصحف میں لکھ دیتا۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کچھ آنے والے لوگ اس کتاب اللہ میں نہ پاکر اس کا انکار نہ کر جائیں۔

حضرت شاہ صاحب تفاوت سزا کی حکمتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

محصن کی حد سنگساری اور غیر محصن کی حد درّے لگانا، اس لیے مقرر ہوئی کہ جس طرح پندرہ برس کی عمر وغیرہ سے آدمی بالغ ہو کر پورا مکلف ہو جاتا ہے

marfat.com

اور اس سے قبل پورا مکلف نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کی عقل جسم اور رجولیت اس سے پہلے مکمل نہیں ہوتی۔ اسی طرح عقوبت میں بھی فرق ہونا چاہیے۔ یونہی محصن اور غیر محصن میں محصن کامل ہے اور غیر محصن ناقص ہے اسی لیے ان دونوں کی سزاؤں میں بھی تفاوت ہے۔ [۴۸]

اگر کسی مجرم پر رجم اور تازیانوں کی سزائیں مجتمع ہو جائیں۔ وہ ایسے جرموں میں ملوث ہو جائے جن کے باعث دونوں حدود لاگو ہوتی ہیں تو ایسے میں محض رجم پر اقتصار کرنا چاہیے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں ہے رجم اور دروں کے واجب ہونے کی شکل میں صرف رجم پر اقتصار مسنون ہے۔ اس کا حال ایسا ہے جیسے سفر کی حالت میں نماز قصر کرنا اگر پوری نماز پڑھے تو بھی جائز ہے مگر قصر کرنا سنت ہے اور یہ مصلحت سے مقرر ہوا کہ رجم بڑی اور پوری سزا ہے اور اس سے جو کم سزا ہے وہ اس میں شامل ہے اور اس بیان سے حدیث رسول اور خلفائے راشدین کے فعل میں تطبیق آسان ہے انہوں نے رجم پر اقتصار کیا ہے اور حضرت جابرہ کی حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضور نے درے لگانے کا حکم دیا۔ پھر محصن ہونا معلوم ہوا تو آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا اور وہ سنگسار کر دیا گیا۔ [۴۸ ب]

آج کے نئے اسلامی اسکالرز میں کچھ لوگوں نے اس بات پر زور بیان خرچ کیا ہے کہ اگر کوئی سچے دل سے توبہ کر لے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں،

> اور جو شخص زنا کا اقرار کرتا ہے اور حد قائم کرنے کے لیے اپنی جان سپرد کرتا ہے اور گناہوں سے تائب ہو کر مثل بے گناہ کے ہے اس پر حد جاری کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ مگر ایسے انسان پر قیام حد کے کئی اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر محض توبہ ظاہر کرنے اور اقرار جرم سے حد دفع ہو جاتی تو ہر زانی امام کے مواخذہ کی خبر پا کر اقرار و توبہ کے حیلے سے حد کو دفع کر سکتا ہے۔ یہ مصلحت

marfat.com

شرعیہ کے مناقض ہے۔ [۳۸/۱۱]

البتہ ذوالہیات کے سلسلہ میں اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

آنحضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم الا الحدود ـــ ذوی الہیات سے حدود کے سوا اور لغزشیں معاف کر دیا کرو۔

میں کہتا ہوں ذوالہیات سے صاحب مروت لوگ مراد ہیں یا بایں طور کہ کسی شخص سے صلاح دین کی امید ہوتی ہے اور اس سے خلاف عادت لغزش کے طور پر کسی امر میں کوتاہی ہو جاتی ہے پھر اسے ندامت ہوتی ہے تو ایسی صورت میں اس سے درگذر کرنا مناسب ہے۔ یا وہ شخص خاندانی معزز اور صاحب حیثیت ہوتا ہے۔ پس اگر ہر چھوٹے بڑے جرم میں اس کو سزا دی جائے تو اس میں عداوت و بغاوت کا امکان ہے۔ مگر اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی باز پرس کی جاتے بجز اس صورت کے کہ کوئی سبب شرعی جس سے حد مندفع ہوتی ہے پائی جاتی اور اگر حدود کے اندر ہی درگذر ہو، مصلحت شرع فوت ہوتی ہے اور حدود اللہ کا فائدہ پس پشت جاتا ہے۔ [۳۸/۱۲]

کوئی آدمی اگر نہایت ہی نحیف الجثہ اور کمزور بدن ہو پھر بھی اس سے حدود معاف نہیں کر سکتے۔ نفاذ بہر حال ہوگا۔ اگرچہ اس کی شکل کچھ اور ہوگی فرماتے ہیں:

اگر کوئی نحیف الجثہ اور ناقابل صحت مریض زنا کر بیٹھے تو اس کی سزا کے لیے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے کہ اس کے لیے ایک بڑی سی ڈال ہو جس میں ایک سو ٹہنیاں ہوں وہ لے کر اُسے ایک بار مار دیا جائے۔ اگر ایسے شخص سے بالکل باز پرس نہ جائے تو حدود کے استحکام میں نقص لازم آتا ہے۔ اس لیے کہ لازمی شرائع جس کو حق تعالیٰ نے خلقی امور کے طور پر مقرر فرمایا ہے۔ ان کی شان یہ ہے کہ وہ مؤثر بالخاصیۃ کی طرح سمجھی جائیں۔ اور لوگ نہایت مضبوطی سے ان کو مانیں [۳۸/۱۳]

marfat.com

شاہ صاحب آگے چل کر لواطت کی سزا کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لواطت کی حد میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ زنا کی قسم سے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی سزا قتل ہے اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ تم لوط کی قوم کا کام کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔"[۳۸]

حدِ زنا اور اس کی سخت شرائط

اسلامی نظام میں جرم زنا کی سزائیں کن سخت شرائط میں جکڑی ہوئی ہیں۔ آئیے ذخیرۂ شرع سے ہم اس کا مختصر جائزہ لیں اور دیکھیں کہ یہ سزائیں کس قدر فطری، مؤثر اور امن پرور ہیں۔

ہر خاص و عام جانتا ہے زنا وہ فعلِ قبیح ہے کہ کوئی عاقل و بالغ شخص کسی عورت کی (قبل) میں بطریق حرام دخول کرے جو صرف ہر دو طرح کی ملک اور شبہ ملک سے خالی ہو بلکہ شبہ اشتباہ سے بھی خالی ہو۔[۳۹]

یا کوئی عورت غیر مرد کو ایسے ہی فعل پر قابو دے دے۔

رکن زنا یہ ہے کہ التقائے ختانین میں مواراۃ حشفہ پایا جائے۔[۴۰]

شرائط حدِ زنا یہ ہے کہ ملزم کو اس فعل کی حرمت کا علم بھی ہو، اگر وہ لاعلم ہے یا اس کے ساتھ لاعلمی کا شبہ بھی پایا جائے تو اس پر حد قائم نہیں ہوتی۔[۴۱]

ثبوت زنا زنا کا مجرم کبھی اپنے جرم کا خود اقرار کرتا ہے جس طرح حضرت ماعزؓ نے خیر القرون میں کیا۔ اسے اقرارِ مُقِر کہتے ہیں، کبھی دوسرے گواہ اپنی شہادت دیکر مجرم کے جرم کو ثابت کرتے ہیں۔

اقرار زنا مجرم (مرد یا عورت) اگر اپنے جرم زنا کا اقبال کرے تو محض ایک بار یونہی کہہ دینے سے اس پر حد کا قیام نہیں ہوگا، بلکہ اس کے بھی شرائط و لوازم ہیں جسے ہم ذیل میں اجمالاً پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مجرم اپنا اقبالِ جرم قاضی یا ایسے حاکم شرع کے سامنے کرے جسے اقامتِ حدود کا اختیار ہو، اس کے بجائے دوسروں کے روبرو چار بار کا اقرار بھی غیر معتبر ہے (بعض نے مُقِر کی اپنی چار مجلسوں کا بھی اعتبار کیا ہے۔)

marfat.com

۲۔ اقبال جرم میں صریح الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ الفاظ کنایہ یا ذو معنیین الفاظ سے اقرار زنا کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح مقر اپنے قول میں سچا ہے یا جھوٹا، اس کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔

۳۔ اقرار کرتے وقت مجرم کے ہوش و حواس درست ہوں، اگر کوئی نشہ کی حالت میں اقبالِ جرم کرے تو حد جاری نہیں ہوگی۔

۴۔ اقرار کرنے والا عاقل و بالغ ہو اور اپنی ذات پر چار مرتبہ چار مختلف مجلسوں میں زنا کرنے کا اقرار کرے۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اختلافِ مجالس شرط ہے لہٰذا مجلس واحد میں چار بار کا اقرار بھی ایک شمار ہوگا[۴۴]

۵۔ زنا کے جرم کا اقرار کرنے والے سے قاضی کا برتاؤ اظہار کراہت اور زجر کا ہونا چاہیے اور تلقین رجوع کرنا مندوب ہے۔[۴۵]

قاضی کو جب مُقِر کا صحیح العقل ہونا معلوم ہو گیا اور ـــــ زنا کیا ہے؟ کیسے؟ ـــــ کب؟ ـــــ اور کہاں ہوا؟ ـــــ اس نے ہر بات کا صحیح اقرار کر لیا اور اس کا محصن ہونا بھی اقرار یا شہادت سے ثابت ہو گیا تو رجم کا حکم دے گا۔ اس کے بعد بھی اقامتِ حد سے پہلے اگر وہ اپنے اقرار سے رجوع کرے تو اس کا عذر قبول ہوگا[۴۶][۴۷] اور اقرار جرم کرنے والا اپنے جرم سے رجوع تو نہیں کرتا، مگر بھاگ کھڑا ہوا۔ ایسی صورت میں بھی اس کی راہ چھوڑ دی جائے گی اور اگر اقرار زنا پر قائم رہا مگر محصن ہونے سے انکار کیا تو بجائے رجم کے کوڑے مارے جائیں گے۔

ثبوت زنا کی دوسری شکل یہ ہے کہ مجرمین زنا کو دیکھنے والے عادل گواہان اپنی شہادتوں سے ان کے جرم کو ثابت کریں۔ شہادت اور جرح شہادت کے لازمی دفعات ہم مختصراً سپردِ قلم کرتے ہیں۔

جرح شہادت:۔ زنا کی گواہی اس طرح مقبول ہے کہ قاضی یا حاکم شرع کے پاس،

marfat.com

۱۔ چار عادل گواہ لفظ زنا کی صراحت کے ساتھ گواہی دیں۔ الگ الگ مجلسوں کی گواہی معتبر نہیں ہے۔

اس کے بعد قاضی کی تحقیق کا کام شروع ہوتا ہے۔

پہلی تحقیق :۔ گواہوں کو بتانا ہوگا کہ زنا کیا چیز ہے۔

دوسری تحقیق :۔ ملزم نے زنا کہاں کیا،

تیسری تحقیق :۔ کس کے ساتھ کیا،

چوتھی تحقیق :۔ کیا اس طرح دیکھا (جیسے سلائی سرمہ دانی میں)

پانچویں تحقیق :۔ کس وقت یہ فعل شنیع واقع ہوا، (اس عمل کو ہوئے زمانہ دراز تو نہیں گذرا ہے)۔

گواہی کی احتیاطیں

(۱) ثبوتِ زنا کے لیے چار آزاد مسلمان عادل مردوں کی گواہی ضروری ہے، اگر چار سے کم لوگوں نے گواہی دی خواہ ایک یا دو یا تین تو گواہی مردود قرار دی جائے گی، اور گواہی دینے والوں کو اسی کوڑے حدِ قذف لگے گی۔[49]

(۲) اگر چار گواہوں میں کوئی ایک گواہ غلام یا مکاتب یا کافر یا محدود فی القذف یا اندھا، یا نابالغ ہو تو طفل کے سوا سب گواہوں کو حد قذف لگائی جائے گی۔[50]

(۳) اگر چار فاسق گواہی دیں، یا گواہ عدالت کے معیار پر پورے نہ اتریں، تو نہ مشہود علیہ پر حد جاری کی جائے گی، نہ گواہوں پر حد قذف۔[51]

(۴) شہادت مجلس واحد میں ہونی چاہیے۔ اگر گواہوں نے الگ الگ مجلسوں میں شہادت دی تو نا قابل قبول ہوگی اور سب کو حد قذف لگائی جائے گی۔[52]

(۵) چار گواہوں نے کسی کے بارے میں زنا کی گواہی دی، مگر کیفیت و ماہیت بتانے سے انکار کیا۔ یا بعض لوگوں نے کیفیت بیان کی، کچھ نے نہ بیان کی تو ایسی گواہی ناقابل

marfat.com

ہوگی اور تعداد کامل ہونے کی وجہ سے ان گواہوں پر قذف بھی نہیں۔ [۵۳]

(۶) اگر چار گواہ زنا کی گواہی دیں، مگر جس عورت سے زنا کیا ہے اس کے بارے میں اختلاف کریں، یا زنا کرنے کی جگہ میں متفق نہ ہوں، یا زنا کیے جانے کے وقت میں مختلف ہو جائیں تو ایسی شہادت باطل ہے۔ تعداد میں چار ہونے کی وجہ سے ان پر بھی حد قذف نہیں جائے گی۔ [۵۴]

قاضی کے حضور تعریفِ زنا ــــــ مقامِ زنا ــــــ شناخت زانی و زانیہ۔ ــــــ وقتِ زنا ــــــ کیفیتِ زنا ــــــ اور گواہانِ زنا کی عدالت، ہر ایک کی جب پوری تحقیق ہو جائے ــــــ پھر قاضی ملزم یا ملزمہ کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور اس کا احصان ثابت ہونے کی شکل میں سنگساری ورنہ سو کوڑوں کی حد کا حکم نافذ کرے گا۔

احصان کی تعریف عاقل و بالغ آزاد مسلمان جس نے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا ہو، اس سے دخول بھی کر چکا ہو ــــــ اور وہ دونوں وقوع زنا کے وقت بھی اپنی اس صفت پر ہوں۔ احصان کا ثبوت تین صورتوں میں سے کسی ایک شکل سے ہو جاتا ہے۔ [۵۶]

(۱) اقرار کر لینے سے ــــــ (۲) دو مردوں کی گواہی سے ــــــ (۳) ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے۔

غیر محصن آزاد کی حد سو کوڑے ہیں۔ اور غیر محصن غلام کی حد پچاس کوڑے۔ [۵۷]

قیام حد کی کیفیت حدود مسجد میں نہیں قائم کی جائیں گی [۵۸]۔ قیام حد کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہیے [۵۹]۔ مرد کو حد لگاتے وقت بدن پر، صرف ایک ازار رہے گا۔ تمام حدود میں کھڑا کر کے سزا دی جائے گی۔ عورت کسی حالت میں برہنہ نہیں کی جائے گی، البتہ زائد کپڑے اتروا لیے جائیں گے اور اسے بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔

marfat.com

زنا کے مجرم پر اسلامی حد جاری ہونے کی شرطیں اجمالاً ایک بار پھر پڑھیں

۱۔ فاعل حرمت زنا کا علم رکھتا ہو۔

۲۔ رجم کے لیے عقل و بلوغ کے ساتھ احصان بھی ہو، اور جلد کے لیے عقل و بلوغ کا پایا جانا ضروری ہے۔

۳۔ شبہ سے خالی ہو۔

۴۔ چاروں عادل گواہ مجلس واحد میں کالمیل فی المکحلہ کا مشاہدہ دیگر متفق علیہ تفاصیل کے ساتھ بیان کریں۔

۵۔ اقرار مقر ہو (یعنی ملزم خود اپنے جرم کا اعتراف کرے) تو اس کا باہوش ہونا، الفاظ صریح کا استعمال کرنا، چار مختلف مجلسوں میں چار بار اقرار کرنا ضروری ہے اس صورت میں قاضی کی تحقیق کے بعد بھی اسے رجوع کا حق ہے۔

۶۔ مریض، ضعیف الخلقت حاملہ و نفساء نہ ہو۔

۷۔ ملزم مجبور نہ ہو۔

۸۔ عرصہ نہ گزرا ہو۔

ان شرطوں میں سے ہر ایک اپنے اندر امن و سلامتی کی کتنی گہرائی و گیرائی لیے ہوئے ہے، اس کا حقیقی اندازہ لگانے کے لیے اسلامی قوانین کے نفاذ سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔

ہم نے اس کے بیان میں ذرا تفصیل سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے اسلام دشمن عناصر کے فاسد پروپیگنڈے کی حقیقت بے نقاب کرنا ہے ــــــ مغربی دنیا میں اسلامی سزاؤں کے متعلق ایسا تصور پایا جاتا ہے گویا ان قوانین کی جہاں حکمرانی ہو وہاں قدم قدم

marfat.com

پر پھانسی کے پھندے نصب ہوتے ہوں گے ـــــ جلادوں اور کوڑے مارنے والے شب و روز گردن اور لوگوں کی کھالیں ادھیڑنے میں مصروف رہتے ہوں گے۔ گویا اسلامی[۶۰] لیہ جو درحقیقت دارالسلام ہوتا ہے مذبح بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے جو حقیقت کے بالکل منافی ہے اور اسلامی نظام حیات اور اصول زندگی سے بےخبری یا معاندات کی بنیاد پر الزام تراشی ہے۔ آیئے مذکورہ مجملات میں سے بعض کو ذرا شرح و بسط سے دیکھیں سب سے پہلے حدود کی گواہی کو لیجئے۔

عام شہادتیں اور حدود کی گواہی

عام شہادتوں کے بارے میں قرآنی ارشاد مدِنظر رہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ [۶۱] (القرآن)

وہ ظالم ترین انسان ہے جس کے پاس اللہ کی شہادت موجود ہو اور وہ اسے چھپائے رہے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ [۶۲] (القرآن)

کتمان شہادت قلبی گندگی کا ثبوت ہے اس لیے رب تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ شہادتوں کو نہ چھپاؤ۔

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ [۶۳] (القرآن)

خدا واسطے شہادت گزاری کرنی چاہیے۔

مگر حدود کے معاملہ میں جہاں تک ہو سکے شہادتوں کو چھپانا بہتر (اولیٰ) قرار دیا گیا ہے، زنا کے جرم کی شہادت قتل کی شہادت کے مقابلے میں کتنی سخت ہے۔ وہاں دو گواہ کافی اور زنا کی گواہی میں چار گواہ ہوں اور چاروں ایک مجلس میں گواہی دیں، باوجود اس کے رب کائنات فواحش پھیلانے کو جرم عظیم قرار دیتا ہے ـــــ یہاں چار گواہوں کی قید مجرمین کی پردہ پوشی کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہے۔ خدائے تعالیٰ کو اس کا اخفا پسند ہے ـــــ ہاں اگر بات اتنی کھلی ہو کہ چار شہادتیں موصول ہوں تو گویا فحش کاری میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس لیے سزائے اسلامی کا نفاذ ہوتا ہے۔

marfat.com

جامع ترمذی میں امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی ۱۳ رجب ۲۷۹ھ) ابواب الحدود باب ما جاء فی درء الحدود کے تحت حدیث نقل کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِدْرَءُوا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ	جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود
مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ کَانَ لَہٗ مَخْرَجٌ	کو دور کرو۔ اگر اس کے لیے کوئی راستہ
فَخَلُّوْا سَبِیْلَہٗ فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ	ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔ امام کا غلطی
یُّخْطِیَٔ فِی الْعَفْوِ خَیْرٌ مِّنْ	سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے
اَنْ یُّخْطِیَٔ فِی الْعُقُوْبَۃِ۔ (الحدیث)[۴۳]	سے بہتر ہے۔

امام الحافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی (المتوفی ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ) اپنی سنن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جہاں تک ہو سکے وہاں تک حدود کو دفع کرو۔"[۴۴]

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ اس کی قیامت کے دن پردہ پوشی فرمائیگا اور جو کسی مسلمان کا پردہ فاش کرے گا، اللہ اس کا پردہ فاش کرے گا، حتیٰ کہ اسے اس

marfat.com

کے گھر ہیں رسوا کرے گا۔" [۶۷]

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا جسے عبدالرزاق اور بیہقی نے روایت کیا۔

"رب تعالیٰ نے زنا میں چار شاہد اس لیے مقرر فرماتے ہیں کہ وہ عیبوں پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔ اس نے چار گواہوں کے ذریعے تمہارے فواحش کی پردہ پوشی فرمائی ہے، لہذا جو پردہ خدا نے ڈال دیا ہے اس کے پیچھے کسی کو جھانکنا نہیں چاہیے، یاد رکھو کہ اگر خدا چاہتا تو ایک ہی گواہ مقرر فرما دیتا [۶۸]، یا یہ فرمایا کہ ایک ہی سچے کو مقرر فرما دیتا۔ (شک راوی)۔

حضرت العلام محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

وَاِذَا کَانَ السِّتْرُ مَنْدُوْبًا اِلَیْہِ یَنْبَغِیْ اَنْ تَکُوْنَ الشَّہَادَۃُ بِہٖ خِلَافَ الْاَوْلٰی وَھٰذَا یَجِبُ اَنْ یَکُوْنَ بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی مَنْ یَّعْتَادُ الزِّنَا وَلَمْ یَتَہَتَّکْ بِہٖ وَاَمَّا اِذَا وَصَلَ الْحَالُ اِلٰی اِشَاعَتِہٖ وَالتَّہَتُّکِ بِہٖ بَلْ بَعْضُھُمْ رُبَّمَا اُفْتُخِرَ بِہٖ فَیَجِبُ کَوْنُ الشَّہَادَۃِ بِہٖ اَوْلٰی مِنْ تَرْکِھَا لِاَنَّ مَطْلُوْبَ الشَّارِعِ اِخْلَاءُ الْاَرْضِ مِنَ الْمَعَاصِیْ وَالْفَوَاحِشِ [۶۹]	چونکہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک ان جرائم کی پردہ پوشی پسندیدہ امر ہے، اس لیے زنا کی گواہی دینا خلاف اولیٰ ہو گا اور یہ فیصلہ مجرم کی نسبت سے کرنا ہوگا ایسا مجرم جو اس جرم کا عادی نہیں ہے اور نہ اس کو حد کا جرم تصور کرتا ہے اس کے سلسلے میں گواہی نہ دینا افضل ہے مگر جب اس کی صورت حال عام اشاعت تک پہنچ جاتے اور اسے معمولی بات سمجھنے لگیں، بلکہ کچھ لوگ جرم پر فخر کرنا شروع کر دیں تو ایسے میں زنا کی گواہی دینا چھپانے سے افضل ہے، کیونکہ شارع کا مقصود زمین کو گناہوں اور بے حیائیوں سے پاک کرنا ہے۔

ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی سے جب زنا سرزد ہوا تو ان سے ہزال بن نعیم نے کہا کہ خدمت رسول میں جاؤ اور اپنی کیفیت بتاؤ، تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں رجم کرنے کا حکم فرمایا اور آپ نے ہزال سے فرمایا اگر تم اسے چھپا لیتے تو بہتر تھا۔

اسلام میں بے حیائی کے انسداد کے احکام نہایت واضح ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	وہ لوگ جو مسلمانوں میں بے حیائی پھیلنے کو پسند کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے، دنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس کے باوجود جب تک کسی کے خلاف کھلم کھلا ثبوت فراہم نہ ہو جائے، اور شرعی گواہی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ جائے اسلامی سزا نہیں دی جا سکتی۔ ابن عباس سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا اَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَرَجَمْتُ فُلَانَةً	اگر میں کسی کو بغیر گواہ رجم کرتا تو فلاں عورت کو کرتا (کیونکہ طرز گفتگو، ہیئت اور آنے جانے والوں سے اس کا فاحشہ ظاہر ہوتا ہے)۔

شہادت زنا کے لیے چار عینی گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور اگر وہ گواہ بھی چلتے پھرتے عام لوگ نہ ہوں بلکہ ایسے ہوں جن کی سچائی اور پاکبازی مجروح نہ ہو۔ جھوٹے، خائن، تہمت میں سزا یافتہ نہ ہوں۔ پہلے کسی معاملہ میں ان کی گواہی مردود نہ ہو چکی ہو، اور ایسے بھی نہ ہوں جو کسی عداوت کی بنیاد پر ایسی گواہی دے رہے ہوں —— ان میں سے کوئی بھی وجہ پائی گئی تو زنا کے معاملہ میں ایسے شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں ہوتا —— اسی طرح مذکورہ امور میں آپ پڑھ چکے کہ گواہوں کا مجرم کو عین حالت مباشرت میں دیکھنا جیسے

marfat.com

سرمہ دانی میں سلائی، اور کنوئیں میں رسی اور مقام، وقت اور کس عورت سے یہ فعلِ شنیع کیا۔ ان تمام باتوں میں چاروں گواہوں کا متفق ہونا بھی تکمیل شہادت کے لیے ضروری ہے

ان تمام مراحل سے گذر کر اگر مجرم کا جرم ثابت ہو گیا تو اس پر حد جاری ہو گی اور اگر گواہ چار سے کم ہوں گے تو چاہے کتنے ہی پرہیزگار، متقی اور پارسا کیوں نہ ہوں، نہ صرف ان کی گواہی مردود قرار دی جائے گی، بلکہ خود ان پر اسی کوڑوں کی حد لگائی جائے گی۔ [۲]

دورِ فاروقی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ بصرہ کے گورنر تھے۔ ان کے بالکل سامنے ہی ابوبکرہ کا مکان تھا۔ ابوبکرہ کی ان سے کچھ اَن بَن تھی۔ ابوبکرہ رات میں اپنے گھر کی کھڑکی بند کرنے لگے تو انھوں نے دیکھا کہ مغیرہ مباشرت میں مشغول ہیں، ابوبکرہ کے پاس اس وقت ان کے تین اور دوست موجود تھے، نافع بن کلدہ، زیاد اور شبل بن معبد، ابوبکرہ نے ان لوگوں کو بھی بلا کر اس کا شاہد بنا لیا کہ دیکھو مغیرہ ام جمیل کے ساتھ یہ حرکت کر رہے ہیں۔ (حضرت مغیرہ کی زوجہ ام جمیل سے بہت مشابہ تھیں)۔ بات عدالتِ فاروقی میں پہنچی مگر جرح کے درمیان زیاد نامی گواہ نے بیان دیا کہ ہم نے مغیرہ کو مباشرت میں مشغول دیکھا مگر عورت کو نہیں جانتا کہ وہ ام جمیل تھی یا کوئی اور؟ ـــــــ دوسری طرف حضرت مغیرہ نے دلائل سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ عورت ان کی زوجہ تھیں۔ اور جس جگہ سے دیکھ کر یہ لوگ گواہی دے رہے تھے وہاں سے عورت کو دیکھا جانا ثابت نہیں ہو سکتا۔ (اور یہ بات یوں بھی کیسے باور کی جا سکتی ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں ایک صوبے کا عامل اپنی زوجہ کی موجودگی میں اپنے ہی گھر میں ایسے فعل میں مبتلا ہو سکے، اگرچہ اس بات کا دلیل سے کوئی تعلق نہیں)۔ ـــــــ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نہ صرف گواہوں کی شہادت کو مردود قرار دیا۔ بلکہ زیاد کے سوا تینوں پر حد قذف لگائی۔ [۳]

نفاذ حد میں ملزم کی حالت کا لحاظ بعض جرائم مجبوراً اور کسی دباؤ میں پڑھ کر بھی ہو جاتے ہیں جس پر الزام عائد ہے اس

نے اپنے جی سے نہیں بلکہ خارجی اثرات سے کسی قابل قبول جبر کے تحت جرم کر لیا تو ایسے لوگوں کی بھی اسلام نے پوری رعایت کی ہے، اور اس کی مجبوری کو تسلیم کیا ہے۔

ترمذی باب ماجاء فی المرأۃ اذا استکرہت علی الزنا میں عبدالجبار بن وائل بن حجر اپنے والد سے راوی۔

"رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت زنا پر مجبور کی گئی، تو رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر حد نہیں لگائی اور مرد پر حد قائم کی۔" [۴۷]

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی۔ اس کے ساتھ یہ وقوعہ ہوا کہ وہ بیابان میں تھی۔ اسے پیاس کی شدت نے پریشان کیا، ایسے میں اسے ایک چرواہا ملا، عورت نے چرواہے سے پانی طلب کیا، اس نے پانی پلانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تو مجھے خود پر قابو دے کہ میں تجھ سے جماع کروں تو اس شرط پر میں تجھے پانی پلا سکتا ہوں، عورت نے اسے بہتیری خدا کی قسمیں دیں مگر وہ نہ مانا جب عورت پیاس سے بالکل نڈھال ہو گئی تو اس نے چرواہے کو اپنے اوپر قابو دے دیا۔

فَدَرَأَ عَنْهَا عُمَرُ الْحَدَّ بِالضَّرُوْرَةِ [۴۸] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے ضرورت اور مجبوری کے پیش نظر حد ساقط کر دی۔

بے علمی مانع حد ہے

نماز، روزے وغیرہ عبادات میں غلام اور آزاد عورت اور مرد برابر ہیں۔ ہر ایک پر یہ عبادتیں یکساں فرض ہیں۔ مگر جرائم کی سزا میں آزاد پر اگر سو کوڑے ہیں تو غلام اور باندی پر پچاس، یہ اس لیے کہ معیار زندگی کے لحاظ سے آزاد و غلام میں بہت فرق ہے۔ عزتِ نفس اور دیگر متعدد مسائل ہیں جن میں وہ آزاد انسانوں کے لحاظ سے مجبور ہیں۔

سنجیدگی سے فکر و تدبر کیجئے، تو ان قوانین میں اسلام نے زبردست طبقات کی

marfat.com

مجبوریوں اور اسباب کو جس باریک بینی سے ملحوظ رکھا ہے محدود ساختہ انسانی قوانین کو ان کی ہوا تک رسائی ناممکن ہے۔ حدود کا نفاذ کرنے میں بعض صورتوں میں عدم علم کو بھی وجہ نجات قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک عورت نے شکایت کی کہ میرے شوہر نے میری باندی سے زنا کیا ہے۔ شوہر نے کہا کہ بات سچ ہے اور سبب یہ ظاہر کیا کہ میری بیوی اور اس کا مال تو میرے لیے حلال ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حدود اسلامیہ کے سلسلے میں اس کے عدم علم کو جان لیا) اور فرمایا، جاؤ مگر آئندہ ایسا نہ کرنا۔[۵۶]

اسی طرح دورِ فاروقی میں ایک واقعہ پیش آیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل اپنے ان تمام غلاموں اور باندیوں کو جو روزہ، نماز کے پابند تھے فی سبیل اللہ آزاد کر دیا تھا۔ ان میں نوبیہ نامی ایک عجمی کنیز بھی تھی۔ اسے دین کی کچھ زیادہ معلومات نہیں تھی۔ وہ زنا سے حاملہ ہو گئی۔ حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن کو علم ہوا تو وہ پریشانی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مسئلہ لے گئے۔ امیر المؤمنین نے ان کی بات سن کر ناگواری ظاہر کی کہ تم کبھی بھی کوئی اچھی بات لے کر نہیں آئے، گویا انھوں نے یحییٰ کی اس حرکت کو ناپسند کیا کہ انھوں نے اس معاملہ کی پردہ پوشی نہیں کی۔ نوبیہ بلائی گئی، پوچھا گیا تم حاملہ ہو گئی ہو۔ اس نے بے جھجک کہا، ہاں میں مرغوش سے حاملہ ہوئی۔ اس نے مجھے دو درہم دیے تھے جب اس نے اقرار بھی کر لیا اور اس بات کو قطعاً نہیں چھپایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضرین مجلس حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا اس پر حد واقع ہے۔ حضرت عمر نے حضرت عثمان سے پوچھا آپ اپنی رائے دیجیے۔ انھوں نے فرمایا آپ کے دونوں بھائی آپ کو مشورہ دے چکے۔ حضرت عمر نے کہا، آپ بھی تو کچھ کہیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا۔

اَرَاهَا تَسْتَهِلُّ بِهِ كَأَنَّهَا لَا	میرے دیکھنے میں اس کے نزدیک یہ
تَعْلَمُهُ وَلَا تَرَى بِهِ بَأْسًا وَلَيْسَ	بے ضرر کام ہے گویا وہ (اس جرم کو) جانتی

اَلْحَدُّ اِلَّا عَلٰی مَنْ عَلِمَہٗ۔ ہی نہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی اور نادانستگی میں جرم کرنے والوں پر تو حد لگتی نہیں۔

اس پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عثمان آپ نے سچ کہا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک حد اسی پر واجب ہوتی ہے جسے اس کا علم ہو۔ مجبوری کے جرائم میں اسلامی حد قائم نہیں ہوتی۔ اس کا ایک بہت وزنی ثبوت یہ حدیث پاک بھی ہے۔

علقمہ بن وائل کندی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ـــــ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک عورت نماز پڑھنے کے ارادے سے باہر نکلی۔ ایک آدمی اسے ملا اور اس نے اسے ڈھانک لیا، پھر اس سے اپنی حاجت پوری کی۔ وہ چلائی لیکن وہ چلا گیا ایک دوسرا آدمی گذرا تو عورت نے بتایا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ لوگ گئے اور اس آدمی کو پکڑ لائے جس کے متعلق اس عورت کا گمان تھا کہ اس نے اس سے زنا کیا ہے جب اس کے سامنے لائے تو اس نے کہا ہاں یہی ہے پھر وہ لوگ اسے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے آئے جب آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

قَامَ صَاحِبُهَا الَّذِیْ وَقَعَ عَلَیْهَا	تو اصل زانی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا
فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَا صَاحِبُهَا	یا رسول اللہ! اس عورت سے میں نے
فَقَالَ لَهَا اِذْهَبِیْ فَقَدْ غَفَرَ	زنا کیا ہے رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ
اللّٰهُ لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ	علیہ وسلم نے عورت سے فرمایا جاؤ اللہ
الَّذِیْ وَقَعَ عَلَیْهَا اُرْجُمُوْهُ	نے تمہیں بخش دیا۔ آپ نے پہلے آدمی
وَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً	سے اچھا کلام کیا اور زانی کے بارے میں

marfat.com

لَوْ تَابَهَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ ثُمَّ — فرمایا اسے سنگسار کرو پھر فرمایا اس نے ایسی توبہ کی، اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان سے قبول کی جاتی۔

(الحدیث)

اسلامی سزائیں جہاں دنیاوی زندگی میں صالح معاشرہ کی تشکیل کا ذریعہ ہیں، وہیں آخرت کی زندگی کے لیے مجرم کو عذاب و عقاب سے پاک وصاف بھی کر دیتی ہیں ــــــ ایمان بالآخرۃ کا وثوق انسان کو خود یہ احساس دلاتا ہے کہ جو جرائم میں نے دنیا میں کئے ہیں، اس کی سزا دنیا میں چاہے کتنی بھی سخت کیوں نہ ہو، آخرت کے عذاب سے بہر حال کمتر ہوگی۔ یہی احساس ہے جو اسلامی معاشرہ میں ملزمین کو برسر عدالت پہنچ کر اقرار جرم پر آمادہ کرتا ہے۔ حضرت ماعز، دغامدیہ وغیرہ کے واقعات میں یہی روح کار فرما نظر آتی ہے۔

حد گناہ کو محو کر دیتی ہے

قیام حد کے بعد انسان پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ گویا اس پر اسلامی سزا کا نفاذ ہوا تو ایک طرف دوسرے بہت سے دیکھنے والوں کو عبرت وموعظت نصیب ہوتی۔ دوسری طرف اس ملزم کے نامۂ اعمال سے جرم کا داغ دھل گیا۔ اور ان میں سے کچھ کی توبہ تو پورے پورے شہر کو اپنے دامن میں سمیٹ لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے ابھی حدیث بالا میں ملاحظہ کیا ــــــ اسی طرح ترمذی کی ایک اور روایت پڑھیے ــــــ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت پڑھیے ــــــ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اعتراف کیا اور کہا میں حاملہ ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلا کر کہا۔ اس سے اچھا سلوک کر ذجب بچہ پیدا ہو جائے تو مجھے بتانا انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اس پر اس کے کپڑے باندھ دیئے گئے، پھر آپ نے سنگساری کا حکم دیا تو اسے سنگسار کیا گیا۔ آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ

marfat.com

آپ نے اسے سنگسار بھی کیا، اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی۔ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ علیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَۃً لَوْ قُسِّمَتْ	بے شک اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر
بَیْنَ سَبْعِیْنَ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ	ستر اہل مدینہ پر تقسیم کی جاتے تو ان سب
لَوَسِعَتْھُمْ وَھَلْ وَجَدْتَ	کو کافی ہو، کیا تم نے اس سے افضل چیز
شَیْئًا اَفْضَلُ مِنْ اَنْ جَادَتْ	پائی کہ اس نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے
بِنَفْسِھَا لِلّٰہِ۔ [79] (الحدیث)	لیے قربان کردی۔

حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ہم خدمت رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کروگے، اور زنا کے مرتکب نہ ہوگے پھر آپ نے آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا تم میں سے جس نے اپنا عہد پورا کیا اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ۔

وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا	اور جس نے ان میں کسی کا ارتکاب
فَعُوْقِبَ عَلَیْہِ فَھُوَ کَفَّارَۃٌ لَہٗ،	کیا پھر اسے سزا دی گئی تو یہ اس کے لیے
(الحدیث)	کفارہ ہے۔

اور جو ان میں سے کسی کا مرتکب ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اسے عذاب یا چاہے بخش دے۔ [80]

طہارتِ نفس کا یہ واقعہ بھی قابل مطالعہ ہے۔

عمرو بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس حضور کی خدمت میں آئے، اور عرض کی یا رسول اللہ! میں نے فلاں شخص کا اونٹ چرایا ہے۔ مجھے پاک کر دیجئے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا۔ انھوں نے کہا، ہاں ہمارا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ حضور نے عمرو کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، ان کا ہاتھ کاٹا گیا (راوی حدیث) ثعلبہ فرماتے ہیں۔ جب ان کا ہاتھ

marfat.com

کٹ کر گرا تو میں انھیں دیکھ رہا تھا وہ کہہ رہے تھے۔ خدا کا شکر ہے اس نے مجھے تجھ سے پاک کر دیا تو چاہتا تھا کہ تو میرے بدن کو جہنم میں لے جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ طَهَّرَنِیْ مِنْكَ اَرَدْتَ اَنْ تُدْخِلَ جَسَدِی النَّارَ[۸۱]

دل سے توبہ کرنے والے اور خود پر اسلامی حد جاری کرا کے آخرت کی سرخروئی حاصل کرنے والوں کے یہ ایمان افروز واقعات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان اسلامی سزاؤں کو کفارۂ سیئات سمجھتے تھے۔

ابو امیہ نے بیان کیا ـــــ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا، اس نے اعتراف کیا لیکن اس کے پاس سامان نہ تھا۔ حضور نے اس سے فرمایا ـــــ میرا خیال ہے تو نے چوری نہیں کی اس نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے پھر دوبارہ وہی بات فرمائی، اس نے وہی جواب دیا۔ حضور نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا کہو استغفر اللہ واتوب الیہ۔ اس نے یہ الفاظ دہراتے آپ نے دعا کی، اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما ـــــ اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔[۸۲]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ حجۃ اللہ البالغہ میں رقم طراز ہیں:
رسول خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے محدود پر لعنت کرنے سے روکا ہے، تاکہ اس سبب سے حد قائم کرنے سے لوگ باز نہ رہیں۔ اور اس لیے کہ حد گناہ کا کفارہ ہے اور جب ایک شئے کا کفارہ سے تدارک ہو جاتا ہے تو وہ شئے کالعدم ہو جاتی ہے چنانچہ ارشادِ رسول ہے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اَنَّهٗ لَفِیْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ مُنْغَمِسٌ[۸۳] ـــــ (الحدیث)

قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بلا شبہہ وہ جنت کی نہروں میں ڈوبا ہوا ہے۔

حدود میں سفارش روا نہیں

حدود جب بزحمت نہیں بلکہ باعث رحمت ہیں تو ان کے نفاذ میں کوئی رکاوٹ فطری طور پر ممنوع ہونی چاہیے۔ اسلامی شریعت میں اسی لیے حدود کو رفع کرنے کے معاملہ میں سفارش کو بہت بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا قریش ایک مخزومی عورت کے بارے میں متفکر ہوئے جس نے چوری کی تھی کہنے لگے اس کے بارے میں بارگاہِ رسالت میں کون سفارش کرے؟ ـــــ سب نے کہا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں ـــــ ان کے سوا کون ایسے کام کی جرأت کر سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت اسامہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کی، تو آپ نے فرمایا۔

اَتَشْفَعُ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ۔ — کیا تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو۔

پھر آپ خطبہ دینے کھڑے ہوتے اور ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا ھَلَكَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ وَاِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الضَّعِیْفُ اَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحَدَّ وَاَیْمُ اللّٰہِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا۔[۵۴] (الحدیث)

تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے کہ جب ان کا کوئی معزز چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا اس پر حد قائم کرتے، اللہ کی قسم اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتی ـــــ میں ان کا بھی ہاتھ کاٹتا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

جس شخص کی سفارش حدود الٰہی میں سے کسی حد کی نسبت پائی گئی تو اس شخص نے

خدائے تعالیٰ کی مخالفت کی ــــــ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم تھی کہ خاندانی لوگوں کی عزت کا محفوظ رکھنا، اور ان سے درگزر کا برتاؤ کرنا ہمیشہ سے امتوں میں چلا آتا ہے ــــــ اور تمام اولین و آخرین اس کے پیرو ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اہتمام کیا۔ کیونکہ شرفاء کی سفارش اور ان سے درگذر کرنا، ان حدود کی مخالفت کرنا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ ۵۵

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جب غلام چوری کرے تو اسے بیچ دو چاہے نصف اوقیہ میں ہو۔ ۵۶

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ایک غلام جو خمس میں داخل تھا اس نے خمس کے مال میں سے چوری کی۔ یہ واقعہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا غلام بھی اللہ کا ہے اور اس نے چوری بھی اللہ کے مال سے کی ہے حضور نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا ۵۷

رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

پھل اور کھجور کے خوشے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ۵۸

دورِ فاروقی میں قحط پڑا تو اس وقت لوگ غذائی بدحالی میں مبتلاء ہو گئے ــــــ چنانچہ اس زمانے میں کھانے پینے کی چیز چوری کرنے والوں کو سزا نہیں دی گئی ــــــ کیونکہ اس دور کی مجبوری کا شکار ہو کر کسی بدحال فاقہ مست کا کچھ کر بیٹھنا بعید نہیں تھا۔ بھوک تو ایک ایسی شئے ہے جو ماؤں کی گود سے بچے کا سودا بھی کروا لیتی ہے ــــــ چنانچہ ایک بنگال میں قحط سالی نے ایسی تباہی مچائی کہ دو دو روٹیوں کے لیے بچوں والی ماؤں نے اپنے بچوں کو فروخت کر دیا تھا۔ اسلامی حدود میں اس بات کی پوری رعایت موجود ہے کہ مجرم نے کسی مجبوری سے جرم کیا ہے یا اس کے اندر شریر جرم خود پنپ رہا ہے جو خود کو اور اپنے پورے معاشرہ کو قعرِ مذلت کی طرف لے جانے والا ہے، اگر وجہ ثانی کا غلبہ ہے

marfat.com

تو شہادتوں اور گواہوں سے ثبوت فراہم ہونے پر اسے ضرور سزا ملے گی۔

خدائے تعالیٰ پہلے جرم کی پردہ پوشی فرما دیتا ہے

اللہ تعالیٰ بھی کسی مجرم غیر عادی کو جو اصلاح کا طالب ہو اپنی رحمت سے سنبھلنے کا موقع عطا فرماتا ہے۔ شرع و دین کا حقیقی عرفان رکھنے والے اہل اللہ اس بات کا کتنا یقین رکھتے ہیں اس کی ایک جھلک واقعہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک چور لایا گیا۔ اس نے کہا امیر المومنین! اس سے پہلے میں نے کبھی چوری کی ہی نہیں (سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی فراست ایمانی دیکھئے) آپ نے فرمایا عمر کے پروردگار کی قسم تو جھوٹا ہے۔

مَا اَخَذَ اللّٰهُ عَبْدًا عِنْدَ اَوَّلِ ذَنْبٍ۔ — اللہ تعالےٰ کسی بندے کو اس کے پہلے گناہ پر کبھی نہیں پکڑتا۔

اور اسی واقعہ کو ابن وہب نے عبداللہ بن شمعان سے نقل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

اَللّٰهُ اَحْلَمُ مِنْ اَنْ يَّاْخُذَ عَبْدَهٗ فِیْٓ اَوَّلِ ذَنْبٍ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ — اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بردبار اور حلیم ہے کہ وہ اپنے بندے کو پہلے ہی گناہ میں پکڑ لے۔

چنانچہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ جب ہاتھ کٹ گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے پاس گئے اور پوچھا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں بتا تو نے کتنی بار چوری کی ہے؟ اس نے کہا اکیس بار۔[۹]

حدود خدا کی رحمت ہیں

بات حد زنا اور اس کی مصلحتوں پر ہو رہی تھی۔ اسلام نے زنا کے دُور رس مفسدات کا نہایت دقت نظر سے محاسبہ کیا ہے اور اس آتش کدہ کی ایک ایک چنگاری پر پہرہ بٹھایا ہے۔ اگر نگاہوں پر عصبیت کے

marfat.com

پروسے نہ ہوں۔ نفس و شیطان کا تسلط آزادروی کے نام پر بے لگام سانڈ نہ بن گیا ہو، اور خانگی بربادی سے لیکر انسانی تمدن کی بیخ کنی تک باریکیاں دیکھ لینے کا شعور موجود ہو تو حدود شرعیہ جو اسلام میں ہیں۔ اس کے حسنات و برکات رحمت یکساں نظر آئیں گے ـــــ یہ اسلام دشمن طاقتوں کے غلط پروپیگنڈے کا اثر ہے، جس سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں پر ننگی تلوار کی طرح لٹک رہا ہے ـــــ گویا اسلامی نظام کے نفاذ کا مطلب یہ ہوا کہ جگہ جگہ پھانسی کے پھندے لگے ہوں ـــــ اور کوڑے مارنے والے گلی گلی میں مسلط ہوں، لوگوں کی گردمیں کاٹنے، ہاتھ قطع کرنے۔ رجم کرنے درّے بازی کے سوا شریعت اسلامیہ کا اور کوئی کام ہی نہیں ـــــ العیاذ باللہ! ایسا ہرگز نہیں بلکہ اسلامی نظام میں سنگ ساری یا درّہ زنی کا نفاذ کن سخت مرحلوں سے گزرنے کے بعد آخری حربے کے طور پر ہوتا ہے، انہیں گذشتہ صفحات میں آپ زیب نظر کر چکے ہیں۔ نفاذِ حدود کی پوری اسکیم کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو اقرار کرنا ہوگا کہ اسلام انسانوں کو اندر سے تبدیل کرنا چاہتا ہے ـــــ اصلاح نفس کے کیمیا اثر نسخے دے کر وہ افراد معاشرہ کا تزکیہ کرتا ہے۔ دلوں میں خالق ارض و سما کی محبت اور اس کا خوف بٹھا کر اس کی اطاعت میں زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ آخرت کی باز پرس یوم حساب کا احساس، اور عذاب و عقاب ربانی کی شدید گرفت، اور نیکوکاروں کے لیے انعامات بے بہا کے مخفی خزانوں کا سراغ بخشتا ہے تاکہ قلوب و اذہان میں خدائی قوانین پر عمل پیرا ہونے کا شوق اور گناہوں سے تنفر کی جڑیں مضبوط ہوں۔

حدِ زنا سے پہلے تسکین جنسی کی جائز راہوں کو ہموار کیا گیا

زنا چونکہ خداوند قدوس کے نزدیک نہایت قبیح جرم اور گناہ ہے اس لیے مواقع زنا کے تمام سوراخوں پر اسلام نے بندش لگائی ہے۔ حدود زنا کا حکم یکبیک نافذ نہیں ہو گیا۔ فطری نفسانی خواہشات کی تسکین کے لیے اولاً سہولتوں اور آسانیوں کے جائز دروازے کھولے گئے۔ یعنی آزاد مرد عورتوں، غربت نادار

لوگوں، حتیٰ کہ غلاموں باندیوں کے نکاح کی ہدایات آئیں ـــــ ایک بیوی سے خواہشات کی تکمیل نہ ہو تو دو، دو، تین، تین، یا چار چار تک نکاح کرنے کی سہولت سے نوازا گیا۔ فطری ناموافقت اور ذہنی ناموافقت اگر نباہ کی راہ میں حائل ہوں تو مرد کو طلاق اور عورت کو خلع کی آسانی دی گئی ـــــ اب جب تسکین خواہشات کے جائز راستوں کو وا کر دیا گیا۔ نکاح کے ذریعہ جائز تعلق کو آسان بنا دیا گیا تو زنا کی سزا اس سے ایک سال پیشتر سورۃ احزاب کی آیات مبارکہ کے ذریعہ عرب کے جاہلی ماحول میں جہاں برہنہ ہو کر کعبہ کے گرد ناچنا گانا عبادت شمار ہوتا تھا، عفت و عصمت، پردہ، استیذان، عورتوں کے حسن کی عدم نمائش، اجانب کے ساتھ میل ملاپ سے پرہیز، اور سکینت و وقار سے گھروں میں قرار پذیری کی ہدایات نازل ہوتیں۔ آزادانہ مرد و عورت کا خلط ملط اور ہر وہ کام جس سے منکرات و فواحش کے پھیلنے کی ذرا بھی گنجائش تھی اس پر بندش لگائی گئی۔ باوجود اس کے بھی اگر کچھ گندے قلوب اور نجس ذہنیتیں نفسانی سرشت میں پھنس کر ان پاکیزہ دیواروں کو پھلانگنا ہی چاہیں ـــــ تو اسلام ایسے لوگوں کو عبرت ناک سزاؤں سے درست کر کے معاشرہ سے فساد و فواحش کا شائبہ بھی دھو ڈالنا چاہتا ہے۔

تہذیب اسلامی کا اہم جزء

دارالاسلام جہاں ان اسلامی حدود کا نفاذ ہوگا اور زنا سرقہ، قتل، قذف وغیرہ کی اسلامی سزائیں دی جائیں گی، وہاں ان تمام جرائم کے قبائح اور ان کی خرابیوں کو تعلیم و تہذیب کے لازمی جزء کی طرح لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کیا جاتے گا ـــــ رجم اور دیگر حدود پر زبانِ طعن دراز کرنے والے نگاہ اٹھا کر دیکھیں کہ ایک طرف تو زنا کی حد میں سخت شرائط کی دیواریں ہیں، مگر اس سے بہت پہلے یہ بھی غور کرنے کی چیز ہے کہ جرم زنا ایسے ماحول میں ہو رہا ہے۔ جہاں کے افراد کو یہ شعور پہلے سے میسّر ہے کہ ـــــ اللہ تعالٰی نے قتل کے بعد سنگین ترین جرم زنا کو قرار دیا ہے چنانچہ شرک اور قتل کے بعد معاً قرآن مجید میں اس کو ذکر کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے

اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ	معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا	اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور
یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ	بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ
یَلْقَ اَثَامًا ؕ (القرآن) [۹۰]	سزا پائے گا۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے زنا نہ کرنے پر بیعت لی۔ اور قرآن مجید نے اس واقعہ کو اپنے سینے میں تاہنوز محفوظ رکھا ہے۔

وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ	نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل
اَوْلَادَهُنَّ [۹۱] (القرآن)	کریں گی

سورۂ نساء میں رب تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا کہ:

"تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔۔۔ نیز زنا کو فاحشۃ اور مقتاً اور ساء سبیلاً (یعنی بے حیائی، کائنات کی مرکزی طاقت سے متصادم اور بدترین راہ) قرار دیا ہے۔

لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِیْلًا ؕ [۹۲] (القرآن)

ارشادِ رسول اکرم ہے۔ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

"شرک کے بعد کوئی گناہ اس نطفہ سے بڑھ کر نہیں جس کو کسی نے ایسے رحم میں ڈالا جو شرعاً اس کے لیے حلال نہ تھا۔ [۹۳]

زنا کار جس وقت تک زنا کرتا ہے اس وقت تک وہ مومن نہیں ہوتا۔ [۹۴]

بندہ جب زنا (کے فعل قبیح) میں مبتلا ہوتا ہے اس وقت ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس پر سایہ بن کر رہتا ہے اور زانی جب اس فعل سے الگ ہوتا ہے، پھر ایمان پلٹ کر آتا ہے۔ [۹۵]

marfat.com

دورِ نبوی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک بار سورج گہن ہوا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

"اے امتِ محمد! قسم ہے کہ رب تعالیٰ کی، اللہ سے زیادہ اس بات کی کسی کو غیرت نہیں کہ کوئی مرد یا عورت زنا کرے، اور بخدا جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

ایک شخص نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کہ اکبر الکبائر (سب سے بڑا گناہ) کیا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کا کسی کو شریک بنانا۔ اس نے پوچھا پھر فرمایا روزی کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا۔ اس نے پوچھا پھر، آپ نے فرمایا پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا۔ ۹۷

حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے ایک بار علاماتِ قیامت بیان فرمائیں، توان میں علم کا اٹھ جانا، جہالت کا عام ہونا۔ شراب نوشی کی کثرت کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا، کہ زنا کاری عام ہو جانا بھی علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

ارشادِ رسول اکرم ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

جس قوم میں زنا عام ہوا اس میں کثرت اموات شروع ہو جاتی ہے۔ ۹۸

مشکوٰۃ المصابیح کتاب الحدود میں ہے کہ

کسی قوم میں زنا کی گرم بازاری ہوتی ہے تو اسے قحط میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ اور جہاں رشوت عام ہوتی ہے اس قوم پر خوف مسلط کر دیا جاتا ہے۔ ۹۹

حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رسول فرماتے ہیں۔

جب کسی بستی میں سود اور زنا عام ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بستی کی ہلاکت کی اجازت دے دیتا ہے۔

یہ اسلامی معاشرت کے نقوش ہیں جن میں سے مشتے از خروارے سپردِ قلم کیے گئے ــــــ جس ملک اور اس کے حدودِ اربعہ میں ان فرامین کے غلغلے عام ہوں۔ پاکیزہ اور عفت مآب زندگی

کے محاسن صبح وشام ذہنوں میں بٹھلائے جاتے ہوں۔ اور پورے ماحول پر خدا کی خشیت کا غلبہ ہو وہاں زنا جیسے جرم کا خیال یقیناً معدودے چند ذہنوں میں ابھرنا ہی متوقع ہے۔

ایسے عفت بدوش معاشرہ میں تو امن وسلامتی کا دور دورہ ہوگا ـــــــ طہارت وپاکیزگی کا اجالا ہوگا ـــــــ لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور خصائل حسنہ کی تہذیب میں مشغول ہوں گے۔ نگاہوں پر عفت وعصمت کا پہرہ ہوگا۔ اور آخرت کی کھیتی کرنے والے ذکراللہ میں ہمہ جہت مشغول ہوں گے۔

ذیل میں اب ہم اسلامی ماحول میں عفت وپاکدامنی کی زندگی گزارنے والے صالح افراد کے چند واقعات نذر ناظرین کرتے ہیں ـــــــ جنہوں نے محض خشیت ربانی کی بنیاد پر خود کو بدکاری سے بچایا، اور اپنے دامن عصمت پر داغ نہ لگنے دیا۔

یوسف ثانی حسن وشباب کا پیکر، جمال ورعنائی کا مجسمہ، قلب ونگاہ بھی روئے تاباں کی طرح پاکیزہ اور منور، نام نامی مشہور ہے۔ حضرت سلیمان بن یسار جس طرح خوبروئی وزیبائی میں رب تعالیٰ نے انہیں یوسف ثانی بنایا تھا۔ عفت وپاکبازی میں بھی یوسف صدیق کی نیابت سے سرفراز کیے گئے تھے ـــــــ اپنے ایک رفیقِ سفر کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے مکے کے لیے روانہ ہوئے ـــــــ مقام ابواء میں پہنچے، ایک پہاڑی کے دامن میں سواری سے اتر کر پڑاؤ ڈال دیا ـــــــ اور ضروریات سے فارغ ہوکر کچھ کھانے پینے کا ارادہ کیا۔ خود خیمے اور سواریوں کے پاس ٹھہرے اور رفیقِ سفر کو بازار سے کھانے پینے کی اشیاء لانے کے لیے بھیج دیا۔ اتفاقاً ایک بدوی عورت کی نگاہ اس حسن وشباب کے پیکر پر پڑ گئی۔ اس نے ایسا شکیل رعنا آج تک زندگی میں نہ دیکھا تھا ـــــــ رخ وعارض کے شعلوں نے بدویہ کے ہوش وحواس اڑا دیے۔ وہ دیوانہ وار خیمہ میں گھس آئی۔ پہاڑی عورت بھی اپنے حسن وجمال میں یکتا تھی ـــــــ برجستہ گویا ہوئی، اے مسافر! میں تجھ سے کچھ لینے آئی ہوں۔ سلیمان سمجھے بھوکی ہے، کچھ مانگتی ہے۔ آپ کے پاس خورد ونوش کا جو سامان تھا اسے ٹٹولا اور

marfat.com

جو ملا اسے دینا چاہا۔ وہ تو ان کے حسن و جمال کی شیدائی تھی، کہنے لگی مجھے یہ نہیں چاہیے جو کوئی بیوی شوہر سے طلب کرتی ہے وہ مانگ رہی ہوں۔ آپ نے کہا تجھے شیطان میرے پاس لایا ہے اتنا کہہ کر اپنا سر گھٹنوں میں دبایا اور زور سے رونے لگے۔ ان کا رونا بلکنا، آہیں اور آنسو دیکھ کر بدویہ کا چہرہ فق ہو گیا اور نا اُمید ہو کر چلی گئی۔

رفیقِ سفر بازار سے لوٹا تو پیچھے میں رونے بلکنے کی آواز سن کر پریشان ہو گیا پہلے تو کسی طرح تھپک بہلا کر انھیں چپ کرایا۔ جب چہرہ اوپر اُٹھایا تو آنکھیں سوج چکی تھیں اور گلا رندھ گیا تھا۔ ہاتھ آواز نہیں نکل پا رہی تھی۔ رونے کا سبب دریافت کیا، کچھ نہ بتایا کہا گھر کی یاد آگئی تھی۔ اس نے کہا تین منزلیں سفر کی طے ہو گئیں۔ اب تک کوئی نہ یاد آیا۔ یک بیک ایسی شدید یاد کیسے آگئی۔ بہت اصرار کے بعد لڑکی کا قصہ سنا دیا، جو گزرا تھا۔ رفیقِ سفر یہ واقعہ سن کر رونے لگا۔ اب انھوں نے دریافت کیا، تو کیوں روتا ہے۔ کہنے لگا روتا اس لیے ہوں کہ خدانخواستہ آپ کی جگہ میں ہوتا تو معصیت میں مبتلا ہو جاتا۔ وہ تو آپ کا تقویٰ اور خشیت تھی۔ جس کے سبب اس بلا سے نجات ملی ــــــ دونوں ہمراہی جب مکہ شریف میں داخل ہوئے، طواف وسعی سے فارغ ہوئے، حجرِ اسود کے سامنے سلیمان بن یسار سمٹ کر بیٹھ گئے ــــــ آپ پر نیند کا غلبہ ہوا ایک حسین شکیل صورت نظر آئی لباسِ فاخرہ ملبوس کیے ہوئے، عطر سے پیکر بسا ہوا، خوبصورت اتنے کہ دیکھیے تو دیکھتے رہ جائیے۔

آپ کون ہیں ــــــ؟

میں یوسف ہوں۔

کیا آپ ہی یوسف صدیق ہیں ــــــ؟ آپ کا زلیخا کے ساتھ واقعہ عجیب ہے۔ مگر ابوار کی دوشیزہ کے ساتھ سلیمان بن یسار کا واقعہ تو عجیب تر ہے۔ [تلہ]

زنا سے توبہ دورِ قدیم میں ایک قصاب اپنے ہمسائے کی باندی پر عاشق ہو گیا۔ اس سے ملنے کے حیلے بہانے ڈھونڈتا مگر موقع نصیب نہ ہوتا۔ اتفاق سے

marfat.com

پڑوسی نے اپنی بیوی کو کسی کام سے قریب کے گاؤں میں بھیجا۔ اس کا وہ عاشق زار بھی موقع غنیمت جان کر چل پڑا۔ تخلیہ ملا تو اس سے مطلب برآری کی باتیں کرنے لگا ـــــ باندی نے کہا، جتنا تو مجھے چاہتا ہے اس سے زیادہ میں تجھے چاہتی ہوں، تیرے دل میں جتنی طلب ہے، میرا دل تجھ سے ملنے کے لیے اس سے کہیں زیادہ بیقرار ہے۔ مگر ایسا نہیں ہو سکتا، کیونکہ مجھے خدائے تعالے سے خوف لگتا ہے۔ قصاب نے کہا، اگر تو خدا سے خائف ہے تو میں بھی خدا سے کیوں نہ ڈروں؟ آؤ ہم دونوں ارادہ بد سے باز رہنے کا عہد کریں، عاشق مہجور اس کے بعد لوٹ پڑا ـــــ اسی دوران اسے شدت کی پیاس محسوس ہوئی۔ دھوپ کی تمازت نے اسے پریشان کر دیا بے حال ہو کر لڑکھڑانے لگا۔ اسی راہ سے انبیاء ماسبق میں سے کسی نبی کا قاصد گزر رہا تھا، اس کی پیاس کا حال دیکھ کر رک گیا اور مشورہ دیا کہ آؤ ہم دونوں خدا سے دعا کریں کہ گاؤں پہنچنے تک ہم پر ابر کا سایہ بھیج دے ـــــ عاشق نے کہا میں اپنے ذخیرۂ اعمال میں کوئی ایسی نیکی نہیں پاتا جس کے ذریعہ اتنی بڑی دعا کروں، البتہ تم نبی کے قاصد ہو تم دعا کرو، قاصد نے کہا بہتر ہے میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو، الغرض دونوں نے التجا کی اور ایک لکہ ابر ان کے سروں پر سایہ گستر ہو گیا۔ دونوں جب گاؤں میں داخل ہوئے اور دونوں کی راہیں جدا جدا ہونے لگیں، قصاب اپنے گھر کی طرف چلا اور قاصد نے اپنی راہ پکڑی تو ابر قصاب کے سایہ پر سایہ کناں رہا ـــــ نبی کا قاصد یہ دیکھ کر لوٹا۔ اور پوچھنے لگا تو کہتے تھے تم نے کوئی قابل قدر نیکی نہیں کی۔ نیکی نہیں کی تو یہ اثرات کیسے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پھر عاشق قصاب نے اپنی توبہ کا واقعہ کہہ سنایا ـــــ قاصد پکار اٹھا۔ "خدا کے نزدیک توبہ کرنے والے کا مقام نہایت بلند ہے۔" ـــــ اس واقعہ کو ابوبکر بن عبداللہ مزنی نے بیان کیا۔

عفت قلب و نگاہ کا دلگداز واقعہ شہر کوفہ میں ایک خوبصورت صالح جوان رہتا تھا عادات و اطوار میں سادہ عبادت و ریاضت میں یکتا، ایک عورت اس پر دل و جان سے فدا ہو گئی۔ مگر مدعا دلی بیان کرنے کا

marfat.com

کوئی موقع نہ ملتا تھا۔ عشق کی آتش سوزاں اندر ہی اندر سے اسے پگھلا رہی تھی، ایک روز نوجوان تکبیر کی آواز سن کر مسجد کی طرف لپکا جا رہا تھا کہ عورت راستہ روک کر کھڑی ہو گئی، اور کہا میری چند باتیں سن لو، پھر چلے جاؤ، مگر وہ راستہ کاٹ کر چلا گیا ـــــ اسی طرح لوٹتے ہوئے عورت راہ میں حائل ہوئی مگر اس نے نگاہِ التفات نہ اٹھائی۔ عورت بین کرتی رہی، میں سرِ راہ تجھ کو مخاطب کرتی ہوں مگر سب یہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کرتی ہوں، مجھے معلوم ہے کہ تو ایک صالح اور ایک نیک انسان ہے ـــــ اور میری اس حرکت کو کوئی دیکھ لے گا، تو رائی کا پربت بنتا کوئی مشکل نہیں ـــــ تم ایک عابد و زاہد ہو ـــــ اور تم لوگوں کے اُجلے دامن پر معمولی سا دھبہ بھی غلاظت کے ڈھیر کے برابر ہے ـــــ مگر میں کیا کروں کہ تیری ہی شکل و صورت دل میں سمائی ہے۔ میں اپنی بے قراری کو اور چھپانے کی قوت و طاقت خود میں نہیں پاتی۔ اب تو میرا معاملہ خدا ہی کے ہاتھ ہے۔

نوجوان دامن جھٹک کر گھر تو آ گیا مگر عورت کی باتوں نے اس کے اندر بے چینی و بے قراری کا طوفان کھڑا کر دیا ـــــ رکوع و سجدے میں طمانیت ملتی ہے نہ تلاوت و سجدہ میں سکون نصیب آتا ہے ـــــ چار و ناچار ایک رقعہ اس کے نام لکھا

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ اے عورت خبردار رہو! جب بندہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ رحیم و کریم بردباری فرماتا ہے ـــــ اور جب دوبارہ اس حرکت میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر پردہ پوشی کرتا ہے ـــــ ع، گناہ بے بینید و پردہ پوشد بہ حلم۔ ـــــ اور جب معصیت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے تو پھر ایسا غضب نازل کرتا ہے کہ اس غضب کو زمین و آسمان، پہاڑ اور سمندر برداشت نہیں کر سکتے، تو ایسے غضب کی طاقت کس میں ہے ؟ تیرا دعویٰ محبت اگر باطل ہے تو یاد کر اس دن کو جب آسمان پگھلاتے ہوئے تانبے کی طرح، اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوں گے۔ صولتِ جباری اور دبدبۂ قہاری اس زور پہ ہو گا کہ

متقین گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔ میری یہ کیفیت ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح ہی دشوار ہے۔ تیرا مجھ سے کیا بھلا ہوگا؟ اور اگر تیرا درد محبت سچا ہے تو ایسا طبیب بتا دیتا ہوں جو ہر درد کی خود دوا ہے ہر مرض کا خود علاج ہے، وہ ذات اللہ جل شانہٗ کی ہے۔ اسی کی طرف لوٹ جا —— نصیحت کے لیے یہ آیت قرآنیہ کافی ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ	اور انہیں ڈراؤ اس نزدیک آنے والی
الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ	آفت کے دن سے جب دل گلوں کے پاس
مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ	آجائیں گے غم میں بھرے اور ظالموں کا نہ
يُّطَاعُ ؕ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ	کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی جس کا
وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾	کہنا مانا جائے اللہ جانتا ہے چوری
(القرآن)	چھپے کی نگاہ، اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

اس آیت سے کسی کو مفر نہیں —————— فقط

اس خط کے پانے کے بعد عورت ایک بار پھر اس کی راہ میں آئی —— نوجوان نے لوٹ جانے کا ارادہ کیا تاکہ اس پر نگاہ نہ پڑے —— اس نے آواز دی۔

کیوں روٹھے جاتے ہو —— اب اس کے بعد پھر مجھے کبھی نہ دیکھو گے میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ میری مشکل آسان کرے۔ اسی کے قبضے میں تمہارا دل ہے۔ آج مجھے پھر کوئی آخری نعمت کا تحفہ دے دو، نوجوان میری نصیحت اتنی ہی ہے کہ نفس کے وبال سے خود کو بچانا اور یہ آیت یاد رکھنا :-

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ	اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں
وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ	قبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ
يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ	دن میں کماؤ، پھر تمہیں دن میں اٹھاتا ہے

marfat.com

مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (القرآن)

کہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو، پھر اس کی طرف پھرنا ہے ۔۔۔ پھر وہ بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

اس نصیحت کو سن کر عورت روتی بلکتی، زخمی دل، اور سلگتے سینے کے ساتھ واپس چلی گئی۔

اور یاد خدا میں ایسی گوشہ گیر ہوئی کہ چند روز بعد کنج تاریک سے اس کا جنازہ برآمد ہوا۔

کوفی نوجوان اس کی پُراشتیاق موت پر آنسو بہایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں نے ترا سے نفس کی شیدا اور اسیر ہوس خیال کرتا تھا ۔۔۔ اب ایسا گمان گزرتا ہے کہ کہیں اس کے خونِ ناحق کا جرم مجھ پر نہ عائد ہو جاتے۔ میں نے اسے بلا سمجھ کر دفع کیا تھا مگر کہیں وہ میرے حق میں دعویدار نہ بن کر کھڑی ہو جاتے ۔۔۔ اس واقعہ کا متن احمد بن سعید نے اپنے والد سے نقل کیا ہے۔ [۴۰۴]

حضرت علاء بن زیاد فرماتے ہیں۔

اپنی نگاہ عورت کی چادر پر نہ ڈال، کیونکہ نظر دل میں شہوت کے بیج بوتی ہے اور انسان جب عورت پر نگاہ ڈالتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ دوبارہ نہ دیکھے۔ اگر خوبصورتی کا خیال ذہن میں ہو گا تو اندر سے دوبارہ دیکھنے کی رغبت ابھرے گی، اس وقت دل میں یہ مضبوط کرے کہ دوبارہ دیکھنا حماقت ہے کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں ۔۔۔ اگر نفس کے ہاتھوں بہک کر دوبارہ دیکھا اور صورت اچھی لگی تو نفس شہوت کا اقتضاء کرے گا اور یہ ہو گا نہیں تو حسرت و حرمان کے سوا کیا ہاتھ آیا؟ ۔۔۔ اور اگر صورت بری لگی تو جس لذت نگاہ کے لیے یہ اقدام کیا وہ حاصل نہ ہوئی تو گناہ بے لذت میں مبتلاء ہو گا۔ [۴۰۵]

اور اگر حسب فرمان شرع آنکھوں کو نامحرم کے دیکھنے سے باز رکھا جائے تو بہت سی آفتیں دل سے جاتی رہتی ہیں۔

مسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم سے اجنبی عورت پر نگاہ کرنے کے بارے میں پوچھا:

فَقَالَ اِصْرِفْ بَصَرَكَ ۔ حضور نے ارشاد فرمایا تم اپنی نگاہ پھیر لو۔

حضرت بریدہ کہتے ہیں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا۔

يَا عَلِيُّ لَا تَتْبَعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ	اے علی! کسی اجنبی عورت پر اچانک نگاہ
فَإِنَّ لَكَ الْأُولَىٰ وَلَيْسَتْ لَكَ	پڑ جائے تو نظر پھیر لو، دوسری نگاہ اس
الْآخِرَةُ رواہ احمد والترمذی	پر نہ ڈالو، پہلی نگاہ تمہاری ہے اور دوسری
وابوداؤد والدارمی۔ (الحدیث)	نگاہ تمہاری نہیں ہے۔

بلا ارادہ پہلی نظر معاف ہے مگر دوبارہ دیکھنا ارادۂ نفسانی اور وسوسۂ شیطانی کی وجہ سے ہے اس لیے وہ گناہ ہے۔

حدود شرائع سابقہ میں

ماضی کی تاریخوں میں اُلٹ پلٹ کر دیکھیے تو ایک چیز واضح نظر آئے گی کہ ہر قوم و ملت جب تک انسانی فطرت پر رہی ـــــ زنا جبلی طور پر ان کے نزدیک ایک نہایت قبیح جرم رہا ـــــ متمدن اقوام سے لے کر جنگلوں اور بیابانوں میں آباد قبیلے اس امر پر گواہی دیں گے اور اس کے لیے سخت سے سخت سزاؤں کا ثبوت فراہم ہوگا ـــــ آگ میں جلا دینا، زندہ زمین میں گاڑ دینا بوٹیاں اور پرخچے اڑا دینا، بیابانی اقوام کی تہذیب میں ملتا ہے۔ اسی طرح فطرت سے مس رکھنے والے مذاہب میں سے کوئی ایسا قابل ذکر طبقہ نہیں جو زنا کی قباحت اور اس کی قابل نفرت حیثیت کو تسلیم نہ کرتا ہو اور اس کے اندر زنا کے جرم کی سزا نہ ہو ـــــ یہ اور بات ہے کہ ادیان و ملل جب فاسد تمدن کی چمک دمک میں آئے تو اپنا فطری وقار کھو بیٹھے اور جوں جوں نفسانی و شیطانی نظام کا تسلط بڑھتا گیا فطرت کی گرفت کمزور ہوتی گئی تا آنکہ جرم کو فیشن کا لباس مل گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

marfat.com

وَاعْلَمْ اَنَّہٗ کَانَ فِیْ شَرِیْعَۃِ مَنْ قَبْلِنَا الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلِ وَالرَّجْمُ فِی الزِّنَا وَالْقَطْعُ فِی السَّرِقَۃِ فَھٰذِہٖ الثَّلَاثُ کَانَتْ مُتَوَارِثَۃً فِی الشَّرَائِعِ السَّمَاوِیَۃِ وَاَطْبَقَ عَلَیْھَا جَمَاھِیْرُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاُمَمِ[۱۰۶]

شرائع سابقہ میں قتل کی سزا قصاص، زنا کی سزا سنگساری اور سرقہ کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر تھی۔ یہ تینوں سزائیں شرائع سماویہ میں متوارث چلی آتی ہیں تمام انبیاء (علیہم الصلوات والتسلیم) اور ان کی امتوں کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔

شاہ صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اور یہود کی جب شوکت جاتی رہی، اور سنگساری پر ان کا بس نہ چلا تو انہوں نے تجبیہ اور تسخیم ایجاد کیا۔ (تجبیہ زانی اور زانیہ کو گدھے پر الٹا سوار کر کے لوگوں میں پھرا کر رسوا کرنا ——— اور تسخیم منہ کالا کرنے کو کہتے ہیں۔)

موجودہ یہودی مآخذ میں زنا کا ذکر یوں ملتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کنواری کو جس کی منگنی نہ ہوئی ہو، پھسلا کر اس سے مباشرت کرے تو وہ ضرور ہی اُسے مہر دے کر اس سے بیاہ کرے۔ لیکن اگر اس کا باپ ہرگز راضی نہ ہو کہ وہ اس لڑکی کو اسے دے تو وہ کنواریوں کے مہر کے موافق اسے نقدی دے۔"[۱۰۷]

اسی حکم کو کتاب اِستثناء میں کچھ دوسرے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے اور متعین کر دیا گیا ہے کہ لڑکی کے باپ کو پچاس مثقال بطور تاوان ادا کی جائے۔[۱۰۸]

اور اگر کوئی شخص بھی بڑے کاہن (مذہبی رہنما) کی بیٹی سے کرے تو اسے پھانسی دی جائے گی، یا اسے زندہ جلا دیا جائے گا۔[۱۰۹]

جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے تو وہ زانی اور زانیہ ضرور مار دیے جائیں گے۔[۱۱۰]

اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے ہوئے ملے تو وہ دونوں مار ڈالے

marfat.com

جائیں [۱۰]

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی سے منسوب ہوگئی اور کوئی دوسرا اسے شہر میں پاکر اس سے صحبت کرے، تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنے ہمسائے کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ پر اگر اس آدمی کو وہی لڑکی جس کی نسبت ہو چکی ہو کسی میدان یا کھیت میں مل جائے اور وہ آدمی جبراً اس سے صحبت کرے تو فقط وہ آدمی ہی جس نے صحبت کی مار ڈالا جائے، پر اس لڑکی سے کچھ نہ کرنا۔ [۱۱]

یوحنا باب ۸، آیت ۱۱ میں ہے۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی خدمت میں ایک عورت کو لوگ مارتے گھسیٹتے لائے اور آپ سے کہا کہ یہ زانیہ ہے، اس پر سزا نافذ کیجئے ——— آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ تم میں سے جو پاکدامن ہو وہ آگے بڑھ کر اسے پتھر مارے۔ یہ سن کر ایک ایک کر کے سب وہاں سے چھنٹ گئے صرف آپ اور وہ عورت رہ گئی۔ آپ نے اسے نصیحت فرمائی، توبہ و استغفار کی تلقین کی اور رخصت کر دیا۔ [۱۲]

مسیحیوں نے اس واقعہ اور اسی قبیل کے چند اور اقوال کو بنیاد بنا کر جرم زنا کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ مسیح کی طرف غلط نظریات منسوب کیے ہیں۔ اور حد کے بجائے زنا کی سزا کے بارے میں الگ راہ نکالی ہے ——— ان لوگوں کے خیال میں غیر شادی شدہ مرد کا، غیر شادی شدہ عورت سے زنا کرنا گناہ تو ہے مگر ایسا گناہ نہیں جس پر ان میں سے کسی کو کوئی سزا دی جائے ——— ہاں! اس صورت میں جرم ضرور ہے کہ زانی مرد و عورت میں سے کوئی شادی شدہ ہو یا دونوں شادی شدہ ہوں مگر اس کی سزا اس کے سوا کیا ہے؟ کہ زانیہ کا شوہر زانی سے تاوان وصول کرے اور پھر اگر وہ اپنی زانیہ بیوی سے علیحدگی اختیار کرتا ہے تو زندگی بھر راہب بن کر رہے اور یہی عمل اگر زانی کی بیوی کرتی ہے کہ بدکار شوہر سے

marfat.com

علیحدگی چاہتی ہے تو نتیجۃً اسے عمر بھر راہبہ بن کر رہنا ہوگا۔

اس جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ زنا کی قباحت انسانی ارتقاء کے اولین دور ہی سے تہذیب فطرت کا جزء رہی اور مخلوقِ خدا کو سیدھی راہ پر لگانے والے انبیاء، ومرسلین و مصلحین امت نے اپنی اپنی قوموں اور ملتوں کو اس بدترین جرم سے بچانے کا جتن بھی کیا۔ مگر خدا دشمن طبقہ ان خدائی پیغام رسانوں کی تعلیمات میں قطع و برید، ردو بدل اور ترمیم و تنسیخ کرکے اسے اپنے سانچے میں ڈھالنے کی انتھک کوشش بھی کرتا رہا ہے۔ حالت بایں جا رسید کہ الہامی تعلیمات کا چہرۂ زیبا گرد و غبار میں اَٹ کر رہ گیا۔

قدیم تہذیبوں میں جرم و سزا

تہذیب یونان، تہذیب روما، قدیم مصری تہذیب اور ہندوستان کی قدیم تہذیب میں جہاں جہاں آپ تلاش کریں گے زنا ایک بھیانک جرم کی شکل میں دکھائی دے گا ـــــ اور ہر قوم نے اپنے دورِ عروج میں اس پر سخت سزائیں دی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان تہذیبوں میں کسی دوسرے کی بیوی سے زنا کو ہی جرم شدید سمجھا جاتا تھا۔

اہل مصر اپنے دور میں زانی اور زانیہ کو اس طرح سزا دیتے تھے کہ زانی کو لاٹھیوں سے مارتے مارتے ختم کر ڈالتے تھے، اور زانیہ عورت کی ناک کاٹ لیا کرتے تھے اور اسی انداز کی سزائیں بابل، اشور اور قدیم ایران میں مقرر تھیں ـــــ قدیم ہندوستان میں زانی کو لوہے کے پلنگ پر لٹا کر باندھ دیتے تھے اور اسے آگ میں جلا ڈالتے تھے اور عورت کو کتوں سے نچوا پھڑوا کر تکا بوٹی کروا دیتے تھے۔ رومی اور یونانی قوانین مردوں کو یہ اختیار دیتے تھے کہ اگر وہ اپنی بیویوں کو کسی سے زنا کرتے دیکھ لیں تو وہ انہیں قتل کر سکتے ہیں ـــــ ورنہ اس جرم کے بدلے میں زانی سے مالی جرمانہ وصول کر سکتے ہیں۔

مگر بعد میں چل کر قیصر اگسٹس نے اس میں ترمیم کی اور قانون بنایا کہ زانی مرد کی آدھی جائداد ضبط کرکے اسے ملک بدر کر دیا جائے، اور عورت کا آدھا مہر ساقط، اور اس کی بھی ایک تہائی

marfat.com

جائداد ضبط کرلی جاتی پھر اسے بھی بے وطن کردیا جاتے ـــــ اس کے بعد جب فلسطین کا دور آیا تو اس نے اس کی جگہ نیا قانون دیا کہ زانی اور زانیہ دونوں کو موت کی سزا دی جانے لگی۔ اسی طرح دوسرے بادشاہوں کے ادوار میں سزائے زنا رد و بدل ہوتی رہی۔

ہندو دھرم جو ذات پات کی خانہ گری میں یکتا ہے، اس نے بھی زنا کی قباحت کو تسلیم کیا ہے۔ اس کے لیے سزائیں مقرر کی ہیں۔ مگر وہی نیچ اونچ کا فرق اس کے قانون کی اس دفعہ میں بھی نمایاں ہے۔

منو نے اپنی دھرم شاستر میں لکھا ہے۔

اپنی ذات کی کنواری لڑکی سے زنا کرنے والا اگر اس کی رضامندی سے زنا کرتا ہے تو اس پر کوئی سزا نہیں۔ لڑکی کا باپ اگر چاہے تو زانی اسے معاوضہ دے کر اس لڑکی سے شادی کرلے، ہاں اگر لڑکی کسی اونچی ذات سے تعلق رکھتی ہو اور مرد نیچ ذات کا ہو تو لڑکی کی سزا یہ ہے کہ اسے گھر سے نکال دینا چاہیے اور مرد کے اعضاء کاٹ ڈالنا چاہیے۔[۱۱۴]

اگر لڑکی برہمن ذات کی ہو تو یہ سزا زندہ جلائے جانے کی سزا میں تبدیل کی جاسکتی ہے۔[۱۱۵]

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس، ایڈیٹ بائی، جیمس ہسیٹکینس کرائمز اینڈ پنشمنٹ کے تحت اسی موضوع پر طویل معلومات کے ساتھ یہ بھی درج ہے۔

دورِ قدیم میں قتلِ خطاء اور قتل عمد نیز دیگر جنایات میں فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ پھر بھی اپنے قبیلے سے باہر چوری یا قتل معیوب تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ بعض حالات میں اچھا جانتے تھے البتہ اگر انتقام کا خدشہ ہوتا تو برا سمجھا جاتا تھا۔ آگے چل کر جب اخلاقیات کا تصور پیدا ہوا تو قبیلے کے اندر اور باہر ہر جگہ اس کی برائی تسلیم کرلی گئی۔ (اسی میں آگے چل کر لکھا ہے) ملزم کی دولتمندی اور تنگدستی کی وجہ سے سزا میں فرق کیا جاتا تھا۔ البتہ بعد کے جرائم میں قتل کی سزا دی جاتی تھی۔ دوسری بار چوری کرنے میں انگلیاں کاٹ لی جاتی تھیں۔ اور تیسری بار چوری کرنے میں ہاتھ اور ہونٹ کاٹ دیئے جاتے تھے اور چوتھی بار چوری کرنے میں جان سے

marfat.com

بار ڈالتے تھے۔ بعض قبائل میں جھوٹی گواہی دینے پر زبان کاٹ دی جاتی تھی، لیکن یہ عام دستور تھا کہ اعضاء کو نقصان پہنچانے میں قصاص بالمثل کا رواج تھا۔

بعض قبائل میں جادو، خون، محرمات کے ساتھ زنا، دین سے انحراف، بغاوت، زنا، اور چوری کی سزا جان سے مار ڈالنا تھا۔ قتل کی سزا کے مختلف طریقے رائج تھے جن میں بعض نہایت تحقیر آمیز اور عبرت ناک تھے۔ مثلاً سینے میں نیزہ مار کر ہلاک کرنا، آگ میں جلا ڈالنا، اوپر سے گرا دینا وغیرہ ....

عورتوں کی بے حرمتی اور ان کے حقوق کی پامالی کے بارے میں اسی میں ہے۔

..... قبائل میں عورت کو مرد کی جائداد سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے زنا کو ایک قسم کی چوری خیال کرتے تھے۔ اور بعض قبائل میں تو غیر عورت کو صرف ہاتھ لگانے کی سزا موت ہوا کرتی تھی۔ بعض قبائل میں زنا کے مجرم مرد کو مقطوع کر دیتے تھے، اور عورت زانیہ کے چہرے کو مسخ کر دیتے تھے اور بار بار زنا کے مجرم میں ملوث عورت کو قتل کر دیا جاتا تھا.....

انسائیکلوپیڈیا کا مضمون نگار اس سلسلے میں چین کے قدیم قوانین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ چینی تہذیب میں قتل، زنا، چوری کے لیے مستقل قوانین کا نفاذ تھا۔ کوڑے مارنے کی سزا بھی رائج تھی جو بید سے دی جاتی تھی۔ چینی لوگ بید مارنے میں اتنے ماہر تھے کہ اگر چاہتے تو تین ہی کوڑے میں مجرم کی کھال ادھیڑ ڈالتے ـــــ اگر نہ چاہتے تو ہزار کوڑوں سے بھی جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا، قتل، ڈاکہ، بغاوت، جعلی سکے بنانے اور آگ لگانے کی سزا موت مقرر تھی۔ بارہ سال سے کم عمر کی لڑکیوں سے زنا کرنے اور نمک اسمگل کرنے کی سزا بھی موت مقرر تھی۔ سزا کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ مجرم کو پنجرے میں بند کر دیا کرتے تھے مقتدر لوگوں کو سخت سزائیں نہیں دی جاتی تھیں۔ عورتوں کو قید و بند کی سزائیں دی جاتی تھی۔ البتہ شادی شدہ عورت زنا کرتی تو شوہر کو اجازت تھی کہ اسے قتل کر دے۔ [۱۱۶]

قوموں اور ملتوں پر جب تک الہامی اور آسمانی حقیقی تعلیمات کا اثر رہا، ان میں جرم

marfat.com

کی قباحت پہنچانے اور سزاؤں میں شرائع کے مطابق فیصلوں کا عزم زندہ رہا ـــــ حضرت خاتم المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت شرائع سابقہ اور انبیائے ماسبق کی تعلیمات کا حقیقی اُجالا دنیا میں کہیں موجود نہ تھا۔ آسمانی کتابیں اور صحائف محرّف کی جا چکی تھیں۔ اور خدائی قوانین جو پیغمبروں کے ذریعہ عطا ہوتے تھے فاسد تہذیبوں کے انبار میں ڈوب چکے تھے۔ اس لیے ضرورت تھی اس بات کی کہ سنت ابراہیمی شریعتِ موسوی اور پیغامِ عیسیٰ مسیح نیز جملہ انبیاء مرسلین کی تعلیمات کو تکمیلی رنگ میں پیش کر کے رہتی دنیا تک کے لیے امن و سلامتی کی راہ دکھانے والی ذات جلوگر ہو، چنانچہ رحمۃ للعالمین بن کر سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے جن پر خدا کی آخری کتاب قرآن نازل ہوئی۔ آخری اور کامل دین، دینِ اسلام قیامت تک کے لیے جن وانس کے واسطے جامع الاصول بنایا گیا۔

یہود و نصاریٰ نے الٰہی قوانین کو مسخ کر ڈالا تھا۔ حضور خاتم پیغمبراں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں از سر نو زندہ کیا۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت براء سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا:

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک یہودی کے پاس سے گذرے، جس کا منہ کالا کر کے کوڑے مارے گئے تھے۔ آپ نے یہود کو بلا کر دریافت فرمایا، کیا تم زانی کی حد اپنی کتاب میں اسی طرح پاتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے ان کے علماء میں سے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا۔ تمہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ (علیہ السلام) کو تورات عطا کی۔ کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ اگر آپ مجھے قسم نہ دیتے تو میں آپ کو نہ بتاتا۔

نَجِدُ حَدَّ الزَّانِیْ فِیْ کِتَابِنَا الرَّجْمَ ۔　　ہم اپنی کتاب میں زانی کی حد رجم پاتے ہیں۔

marfat.com

لیکن جب ہمارے معزز لوگوں میں زنا کی کثرت ہونے لگی، اور معزز انسان زنا کرتا تو ہم اسے چھوڑ دیتے اور کمزور زنا کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ آخر ہم نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ کوئی ایسا طریقہ ہونا چاہیے جو شریف و رذیل پر یکساں جاری ہو سکے تو ہم نے رجم کی جگہ منہ کالا کرنا اور کوڑے مارنا شروع کیا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَحْیَا اَمْرَكَ اِذَا مَاتُوْهُ وَ اَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ۔ ۱۱۸ (الحدیث)

یا اللہ! جس قانون کو انھوں نے مردہ کر دیا تھا، میں اسے سب سے پہلے زندہ کرتا ہوں۔ اور آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ تو اسے رجم کر دیا گیا۔

قصاص کے احکام توریت میں موجود تھے۔ قرآن مجید نے بھی اس کی شہادت دی ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۱۱۸ (القرآن)

اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں ہے۔

یہودیوں میں قصاص تھا، دیت نہیں تھی۔ جان کے بدلے جان، ـــــ کان کے بدلے کان، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور پاؤں کے بدلے پاؤں کا قانون رائج تھا۔ قتل عمد اور قتل خطا میں فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ ۱۱۹

تہمت

ایمان اور شرافت کے ماحول میں عصمت و عزت بڑی چیز ہوتی ہے۔ پاکیزہ خصال زندگیوں کے بے صاف وشفاف اجلے دامن جیسی ہوتی ہے۔ اب اگر اس پر کوئی بد باطن الزام تراشی کرکے گندا ظاہر کرنے کی جسارت کرے تو یہ بدترین فعل ہے۔

marfat.com

شریعت کی اصطلاح میں کسی بھی مسلمان عاقل بالغ پاک دامن مرد یا عورت پر زنا جیسے گھناؤنے فعل کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں۔[۱۲۰]

یہ ناپاک جسارت رب تعالیٰ کو بھی سخت ناپسند ہے۔ اسی لیے سُبُّوح و قدوس پروردگار نے اپنے پارسا بندوں پر ایسا گھناؤنا الزام باندھنے والوں کے لیے اسی کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی ہے۔

سورۂ نور میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ	اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں
ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ	پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی
ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً	کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو
اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا	اور وہی فاسق ہیں مگر جو اس
الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا	کے بعد توبہ کرلیں، اور سنور جائیں تو بے
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝[۱۲۱] (القرآن)	شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت کریمہ میں اگرچہ صرف عورت پر الزام لگانے کی سزا کا ذکر ہے مگر کسی مرد پر بھی ایسا الزام لگایا جائے تو اس کی بھی یہی سزا ہے۔ یہاں محصنٰت کا لفظ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ شانِ نزول کی بنیاد عورت تھی۔ کسی پارسا پاکدامن پر زنا کی تہمت لگانے والوں کو یہ تین بھاری سزائیں دی جائیں گی۔

۱۔ اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔

۲۔ اسے مردود الشہادۃ قرار دے دیا جائے گا۔

۳۔ وہ فاسق شمار ہوگا۔

حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

حدِ قذف مطالبہ پر مشروط ہے جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ مطالبہ نہ کرے تو

marfat.com

قاضی پر حد قائم کرنا لازم نہیں۔

مسئلہ۵: مطالبہ کا حق اسی کو ہے جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ زندہ ہو، اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے بیٹے پوتے کو بھی ہے۔

مسئلہ۶: غلام اپنے مولیٰ پر اور بیٹا باپ پر قذف یعنی اپنی ماں پر زنا کی تہمت لگانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: قذف کے الفاظ یہ ہیں وہ صراحۃً کسی کو کہے کہ اے زانی، یا یوں کہے تو اپنے باپ سے نہیں ہے، یا اس کے باپ کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے، یا اس کو زانیہ کا بیٹا کہہ کر پکارے اور ہو اس کی ماں پارسا تو ایسا شخص قاذف ہو جائے گا۔ اور اس پر تہمت کی حد آئے گی۔

مسئلہ: اگر غیر محصن کو زنا کی تہمت لگائی، مثلاً کسی غلام کو یا کافر یا ایسے شخص کو جس کا زنا کرنا کبھی ثابت نہ ہو تو اس پر حد قذف ثابت نہ ہوگی، بلکہ اس پر تعزیر ثابت ہوگی۔ اور یہ تعزیر تین سے انتالیس[۳۹] تک حاکم شرع کی تجویز کے مطابق کوڑے لگانا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے زنا کے سوا اور کسی فجور کی تہمت لگائی اور پارسا مسلمان کو اے فاسق، اے کافر، اے خبیث، اے چور، اے بدکار، اے مخنث، اے بددیانت، اے لوطی، اے زندیق، اے دیوث، اے شرابی، اے سود خوار، اے بدکار عورت کے بچے، اے حرام زادے اس قسم کے الفاظ کہے تو بھی اس پر تعزیر واجب ہوگی۔[۱۳۲]

ایمانی اور اسلامی حیا۔ ایک پاکیزہ ترین شئے ہے جس کی جلوہ گری دین کی اساس میں شامل ہے اور بے حیائی، فحش کاری، شیطانی ہتھکنڈے ہیں جو افراد اور قوم کو تباہی تک پہنچا دیتے ہیں۔ آپ نے غور کیا کہ حد قذف کے ذریعہ رب کائنات انسانی معاشرہ میں پاکیزگی قلب و زبان کے کن نورانی جوہروں کو روا کرنا چاہتا ہے، اور پاکباز، نیک خصلت، ستھری زندگی کے معاشرہ میں الزام و اتہام کی نجس نالیاں کھولنے والوں کو

marfat.com

انشی تازیانوں کی سزا دے کر اذہان و افکار کو کس رخ پر لگانا چاہتا ہے؟ —— اسی راہ پر جو اسلام کا مقصود، امن و سلامتی، اور انسان کو انسانیت عظمیٰ پر پہنچانے والی ہے۔

آئیے اس سلسلے میں ایک اور آیت قرآنیہ تلاوت کریں، رب العلمین جل مجدہٗ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ	جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بیحیائی
الۡفَاحِشَةُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ	ان لوگوں میں جو ایمان لائے ان کے
عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ	لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت
وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ——	میں اور اللہ تعالیٰ (حقیقت) کو جانتا
(القرآن) ۲۴	ہے تم نہیں جانتے۔

کسی پر لگائے ہوئے الزام کی تشہیر، جس کا کوئی تحقیقی ثبوت نہ ہو یہ بھی رب تعالیٰ کو حد درجہ ناپسند ہے، اور فحش کاری اور بے حیائی کی باتوں کو مشتہر کرنا سچے ایمان والوں کا طریقہ نہیں۔ رب تعالیٰ ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔

موجودہ دور کی نام نہاد آزادی کے ماحول میں رہ کر لوگ انسانیت کی صحیح قدروں کو فراموش کرتے جا رہے ہیں۔ انسان کا انسان سے باہمی خداداد سلسلے کا تعلق بے وقعت سمجھا جانے لگا ہے۔ زبان، تحریر اور نت نئے طریقوں سے فاسد و مفسد جذبات کو ابھارنے اور عریاں فحش اور ننگے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا نام فیشن پڑ گیا ہے مگر الٰہی تعلیمات پر گہری نظر ڈالیے تو یہ سارے مہلک اور تباہ کن اعمال ہیں، جو انسان کو انسانی عظمت سے گرا دیے کے لیے ہیں۔ یہ سب وہی طور طریقے ہیں، جنھیں قرآنی زبان میں "خطوات الشیطٰن" یعنی شیطانی نقوش قدم قرار دیا گیا ہے۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے۔ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

سات مہلک چیزوں سے بچو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا،

marfat.com

کسی بے گناہ کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جہاد سے بھاگ آنا، پاک دامن انجان ایمان دار خواتین پر جھوٹی تہمت لگانا۔

حضرت حذیفہ راوی ہیں۔ رسولِ خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کسی پاکدامن عورت پر بہتان لگانا سو سال کی نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے (رواہ الطبرانی)

پاک دامنوں پر الزام واتہام رب تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ تہمت لگانے والوں کو دنیا و آخرت میں عذابِ شدید کی وعید سناتا ہے، اور اس روز قیامت سے ڈراتا ہے جب اس گھناؤنے مجرم کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں خود اس کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے جرموں کی دردناک سزا سنائی جائے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ	جو لوگ تہمت لگاتے ہیں پاک دامن عورتوں
الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا	پر جو انجان ہیں ایمان والیاں ہیں ان پر
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ	پھٹکار ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے
عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشْهَدُ	لیے عذاب عظیم ہے۔ وہ یاد کریں اس دن
عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ	کو جب گواہی دیں گی ان کے خلاف ان
وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝	کی زبانیں، ان کے ہاتھ، اور ان کے پاؤں
يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ	ان اعمال پر جو وہ کیا کرتے تھے اس
الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ	روز پورا پورا دے گا اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ
الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝ (القرآن) ۳۲	جس کے وہ حقدار ہیں۔ اور وہ جان لیں
	گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے
	والا ہر بات واضح کرنے والا ہے۔

بے حیائی اور اس کی اشاعت

انسانی معاشرہ میں برائی اور فحاشی کے جرائیم پھیلانا بدترین جرم ہے۔ اس کی مثال ایسی

marfat.com

ہی ہے جیسے کسی شہر میں پانی کی سپلائی کا ایک ہی ذخیرۂ آب ہو اور اس میں کوئی زہر گھول دے۔ اس ذخیرۂ آب سے پانی حاصل کرنے والے جہاں سب نقصان اور خسارے میں پڑیں گے خود زہر گھولنے والا بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ــــــ آج ہم دیکھتے ہیں کہ جنسی کتابوں رسائل اور فلمی اشتہاروں کو بہت فروغ مل رہا ہے۔ انسانی جذبات کے سوداگر یہ سب کاروبار حصول دولت کے لیے کرتے ہیں اور معاملہ یہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ نفسانیت کے شعلے بھڑک بھڑک کر شہروں اور ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں۔

حیا سوز تصویروں، کتابوں اور فلموں کے یہ سوداگر دراصل انسانی نسل کی تباہی کے محرک ہیں اس لیے کہ جس طبقہ میں خواہشات نفسانی کی تکمیل کے سوا اور کوئی مقصدیت اخلاق کی بنیادوں پر باقی نہیں رہتی زندگی کے میدان میں وہ بالکل کھوکھلا ہوجاتا ہے۔ خدا اور شیطان کی دو مختلف النوع راہوں میں یہ شیطانی راہ ہے۔ بے حیائی کی تحریک شیطانی تحریک ہے۔

رب تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا	اے ایمان والو! نہ چلو شیطان کے
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ	نقش قدم پر اور جو چلتا ہے شیطان
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ	کے نقشِ قدم پر تو وہ حکم دیتا ہے۔
بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ [۱۲۵]	(اپنے پیروؤں کو) بے حیائی کا اور
(القرآن)	بُرے کام کا۔

اور شیطانی داعیہ بعض اوقات اتنا مضبوط ہو کر اٹھتا ہے کہ دنیا کی مقدس شخصیتوں کو بھی اپنی کمینگی کا نشانہ بنانے سے نہیں چوکتا۔ چنانچہ تاریخ اسلام اور خود قرآن پاک شاہد ہے کہ مقدس ترین رسول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت پر بھی بد باطنوں نے کیچڑ اُچھالی۔ اور اس منافقانہ تحریک نے بڑھ کر کئی نیک صحابہ کے

marfat.com

ذہنوں کو بھی خراب کیا اور اپنا ہمنوا بنایا ——— قابلِ غور بات ہے کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن جن کے مزکی و مطہر دامن سے دنیا کو طہارت و پاکیزگی کی خیرات تقسیم ہوئی جن کے دودھ سے زیادہ اُجلے آنچل میں انجم تاباں کی چمک ہے اور قیامت تک ہونیوالی مریم صفت مومنات جن کی کنیزیں ہوں گی۔ ان پر تہمت لگانے کی جرأت کتنی عظیم تھی۔ مگر جن بدباطنوں نے یہ غلیظ جسارت کی وہ دنیا و آخرت میں رُسوا ہوتے۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت و پاکیزگی کا خطبہ کلام اللہ کی زبان سے ہمیشہ پڑھا جاتا رہے گا۔ ابن ماجہ باب حد القذف میں خود انہی کی روایت موجود ہے۔ فرماتی ہیں :

جب میری برأت میں آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے منبر پر کھڑے ہوتے اور اس واقعہ کا ذکر کیا اور قرآن کی آیات تلاوت کیں پھر نیچے اُترے اور دو مردوں اور ایک عورت پر حد قذف جاری کرنے کا حکم دیا تو ان پر حد لگائی گئی۔ [۱۲۶]

حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قذف کے واقعے اور اس کی حد کی حکمت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

تہمت میں دو باتوں کا اجتماع ہوتا ہے ایک تو دین کے اندر ضعف، دوسرے مقذوف (جس پر تہمت لگائی جائے) کے ساتھ عداوت، اور ان دونوں صفتوں کا مسلمان کی ایک جماعت میں جمع ہونا بعید ہے۔ شاید اسی لیے عادل پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ عدالت تمام حقوق میں معتبر ہے۔ بس تعارض کا کوئی اثر نہ ظاہر ہوتا اور کثرت کا نصاب شہادت سے دو چند کے ساتھ منضبط کیا گیا۔ اور حد قذف اسّی دُرّے مقرر کیے گئے اس لیے کہ زنا سے بہر حال اس کا گناہ کم ہے [۱۲۷] اس میں بھی جسمانی اور نفسانی دونوں قسم کی تکلیفیں اس طرح جمع ہو گئیں کہ دُرّے کے بعد ہمیشہ کے لیے اس کی شہادت کا عدم قبول قرار پایا (یعنی ہمیشہ کے لیے مردود الشہادۃ ہو گیا)۔

marfat.com

چوری

اسلام امن وسلامتی کا جو نظام قائم کرتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے پر پورا پورا اعتماد کرے اور کسی کی بدنیتی اور رخنہ اندازی سے دوسرے کا سکون غارت نہ ہو، ہر ایک کی عزت و آبرو، جان و مال، سب کچھ محفوظ رہے۔ اور ہر شہری فارغ البال ہو کر بے خوفی کے ساتھ تعمیر انسانیت اور خدمتِ مخلوق میں منہمک ہو سکے۔ چور جس نے ایسے ماحول میں خبث باطن کا ثبوت دیتے ہوئے دوسرے کے محفوظ مال پر نیت خراب کی۔ گویا اس نے کامل ترین نظام کے قیام میں رخنہ ڈالا اور اعتماد کو مجروح کیا۔ لہٰذا دو جہتوں سے اس پر عبرت ناک سزا کا مطالبہ وارد ہوتا ہے۔ ایک تو اس شخص یا ادارہ یا محکمہ کی جانب سے جس کی اس نے چوری کی ہے۔ دوسرے انتظامیہ کی جانب سے جو نظام اسلامی کے نفاذ پر متعین ہے۔ مستغیث کے جذبات کی تسکین کے لیے پہلی چیز تو یہ ہونی چاہیے تھی کہ اس کا تلف شدہ مال واپس آئے اور دوسری شئے جس کا وہ اور اس جیسا ہر معزز شہری خواہشمند ہوگا یہ کہ ہم میں سے اب کسی پر دوبارہ ایسی افتاد نہ پڑے اور کوئی اس الجھن کا شکار نہ ہو۔ اس کے لیے ضروری ہوا کہ مجرم کو ایسی سزا دی جائے جو اس کے لیے ہمت شکن اور اس جیسا مزاج رکھنے والوں کے لیے عبرت ناک ہو۔ اسلامی حدود اور تعزیرات کے فلسفہ پر معترضانہ نگاہ ڈالنے والوں کو یہ نکتہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ کسی بھی حد کا نفاذ صرف دارالاسلام ہی میں ہو سکتا ہے ____ جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں یا جہاں اکثریت میں ہونے کے باوجود بوجوہ قوانین اسلامیہ نافذ نہیں ہیں ____ اور مسلمانوں کا کوئی امام نہیں ہے وہاں حد کا نفاذ نہیں ہوتا۔

علمائے اسلام میں سے احمد اور اسحٰق بن راہویہ اور اوزاعی وغیرہ ہم نے واضح طور پر لکھا ہے کہ مسلمانوں پر حد دشمنوں کی سرزمین پہ نہ جاری کی جائے اور یہی قول ابوالقاسم خرقی نے اپنی مختصر میں نقل کیا ہے۔

فَقَالَ لَا يُقَامُ الْحَدُّ عَلٰى مُسْلِمٍ اور کہا کہ مسلمانوں پر حد دشمن کے ملک

marfat.com

فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ۔ رواه ابو داؤد وقال ابو محمد المقدسی وهو اجماع الصحابة۔

میں جاری نہ کی جائے گی۔ یہ روایت ابو داؤد کی ہے۔ اور ابو محمد مقدسی نے کہا کہ اس پر اجماعِ صحابہ ہے۔

موجودہ زمانے میں چوری مہم جوئی کا ایک دلچسپ عنوان بن گئی ہے، جس پر کتابیں، رسائل اور فلموں کو لوگ بڑی دلچسپی سے دیکھتے دکھاتے ہیں۔ ہیرے جواہرات کی چوری، بنکوں میں چوری، اور مختلف انداز سے چوریوں کا ایک طویل سلسلہ چل رہا ہے۔ ایسے ماحول میں اس لعنت سے محض احتیاطی سائنسی آلات، پولیس اور خفیہ پولیس کی تدابیر سے مطمئن ہونے کے بجائے اگر اسلامی اور الہامی تعلیمات کی روشنی میں چوروں کی سزاؤں کا اہتمام کیا جائے تو یقیناً نجات کی راہ نکل سکتی ہے ——— چوری جیسی عادتِ بد سے لوگوں کو بچانے اور چوری کی واردات سے ملکوں، شہروں اور افراد کو محفوظ رکھنے کا اسلامی قانون ملاحظہ کیجئے۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ [128]

اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو ان کے کیے کا بدلہ، اللہ کی طرف سے سزا، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

سرقہ لغوی لحاظ سے تو ہر چوری کو کہتے ہیں مگر شریعتِ اسلامیہ میں غیر کے مال کو کسی خاص جگہ سے کسی خاص مقدار میں چرانے کو ہی سرقہ کہیں گے۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ اہلِ عرب سارق اس کو کہتے ہیں جو پوشیدہ طور پر کسی محفوظ جگہ میں پہنچ کر وہاں سے ایسا مال لے جائے جو مال اس کا اپنا نہیں، چور بھی کوئی پاگل، مجنون یا نابالغ نہ ہو، قحط زدگی یا کسی دوسری جائز خارجی بنیاد پر کسی کی کوئی چیز نہ لے لی ہو، بلکہ وہ عاقل و بالغ ہو، مال مسروقہ کے کل یا جزء کا مالک نہ ہو، مال مسروقہ کی قیمت ایک دینار یا دس درہم سے کم

marfat.com

نہ ہو اور جہاں سے چوری ہوئی وہ محفوظ جگہ ہو، مثلاً مکان، دکان یا وہاں پہرہ دار مقرر ہوں۔ اس قسم کی اور بہت سی شرائط سے گذرنے کے بعد (جن کی تفصیلات کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہیں) چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ مال مسروقہ کی مالیت جو احادیث سے مستفاد ہے اس کے سلسلے میں فقہائے کرام نے مختلف رائیں قائم کی ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک کم از کم چوتھائی دینار کا مال ہونا چاہیے۔ امام مالک تین درہم اور حنفیہ دس درہم کی مالیت چوری کرنے والے کو قطع ید کا حکم دیتے ہیں۔ حنفیہ کا قول مبنی بر احتیاط ہے۔

اس بارے میں حضرت علامہ الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

چوری کے سلسلہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چور کا ہاتھ ربع دینار سے کم کا نہ کاٹا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مال مسروقہ اتنا ہو کہ ایک ڈھال کی قیمت ہو سکے تو ہاتھ قطع کرنا چاہیے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے چرانے میں جس کا دام تین درہم تھا، چور کا ہاتھ قطع کیا؛ اور حضرت عثمان نے ایک اترج جس کی قیمت تین درہم تھی ہاتھ قطع کروایا تھا اور اصل یہ ہے کہ یہ تینوں مقداریں آپ کے زمانے میں ایک چیز پر منطبق تھیں۔ پھر آپ کے بعد اختلاف ہوا۔ بعض ربع دینار کے قائل ہوئے، بعض تین درہم کے، اور بعض نے اس مقدار کا اس طرح پر انضباط کیا کہ ان دونوں مقداروں میں کسی مقدار تک مال پہنچ جاتے اور میرے نزدیک یہی ظاہر ہے اور اس مقدار کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ و اعلیٰ چیز میں فرق کر کے مقرر فرمایا ہے۔ . . . کیونکہ مختلف بلاد میں ایک چیز کا نرخ مختلف ہوتا ہے۔ نیز اختلاف بلاد کے لحاظ سے نفاست و خساست میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ تو جو شئے ایک قوم کے نزدیک مباح و ادنیٰ ہے، دوسروں کے نزدیک قابلِ قدر ہے۔ لہٰذا ثمن کے لحاظ سے اندازہ کا لحاظ ضروری ہوا۔

اور کھڑے درخت کی لکڑی میں چور کا ہاتھ کاٹنا ممنوع ہے خواہ قیمت دس درہم

marfat.com

ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پھل معلق ہیں ان میں قطع نہیں اور نہ ان مویشیوں میں قطع ید ہے جو پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ لہٰذا جب مویشی اپنے باڑے میں آجائیں اور جب پھلوں کو توڑ کر ڈھیر لگا دیا جائے اور ان کی قیمت ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو ان کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ میرا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جتلا دیا ہے کہ قطع ید میں مال مسروقہ محفوظ ہونا شرط ہے اور صحابہ سے مروی ہے کہ غلام اپنے مولی کا مال چرائے تو فرماتے ہیں

کہ وہ تیرا ہی مال ہے بعض بعض کے اندر ؛

تمام حدود کی طرح چوری کی حد کا معاملہ بھی ہے کہ معاملہ جب قاضیٔ شرع کے پاس ثابت ہو گیا تو اس پر حد جاری کرنا ضروری ہو گیا۔ سنن ابن ماجہ میں حدیث آئی ہے۔

حضرت صفوان بن امیہؓ مسجد میں سوئے اور اپنی چادر سر کے نیچے رکھ لی۔ کسی نے سر کے نیچے سے چادر چرا لی۔ چور پکڑا گیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آنحضورؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ صفوان نے عرض کی یا رسول اللہ! صلے اللہ علیہ وسلم میں نہیں چاہتا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم نے میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا۔ [۳۰]

بعض کم اندیش قطع ید کی سزا کو غیر مہذب اور ستم رانی گردانتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ اسلام میں چھوٹی موٹی چیزوں کے لینے یا حقیقی مجبوری کی حالت میں دست درازی کرنے والوں کی رعایت بھی نہیں دی گئی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں اسلام کے احکام کا نفاذ حالات اور ماحول کی پوری رعایت کرتا ہے۔ چور کا قطع ید بھی اس سے دراصل ہمدردی ہی ہے جس کا ایمان ہے بہر بیز سینوں نے خود اقرار کیا ہے

—— آئیے دیکھئے دورِ نبوی میں ایک شخص چوری کا جرم کر بیٹھتا ہے، اور پھر احساسِ جرم سے شرمندہ ہو کر حضور کی خدمت میں آتا ہے اور کہتا ہے:

marfat.com

یارسول اللہ! میں نے فلاں شخص کا اونٹ چوری کر لیا ہے، مجھے پاک کر دیجئے۔ حضور نے ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا انہوں نے کہا ہاں، ہمارا اونٹ گم ہوا ہے۔ حضور نے مجرم (عمرو بن سمرۃ) کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ان کا ہاتھ کاٹا گیا۔ ثعلبہ (راوی حدیث) کہتے ہیں، جب ان کا ہاتھ کٹ کر گرا تو میں انہیں دیکھ رہا تھا وہ کہہ رہے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ طَھَّرَنِیْ مِنْكَ — خدا کا شکر ہے اس نے تجھ سے مجھے

اَرَدْتَّ اَنْ تُدْخِلِیْ جَسَدِیْ — پاک کر دیا، تو چاہتا تھا کہ میرے پورے

النَّارَ[۱۳۱] — بدن کو دوزخ میں لے جائے۔

مجبوری کے حالات میں اگر کوئی کسی کی کوئی ایسی چیز لے لے جس سے وہ اپنی زندگی بچانے کا ارادہ کرتا ہے، یا ایسی ہی کوئی حقیقی حاجت ہے تو ایسے میں اس سزا کا نفاذ نہیں ہوتا۔

چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب قحط پڑا اور لوگ بھوک و پیاس سے پریشان ہونے لگے، چوروں پر حد نہیں جاری کی ــــــ اسی طرح دورِ نبوی کا واقعہ ہے۔

عباد بن شرحبیل بیان کرتے ہیں مجھے قحط نے ستایا تو میں مدینے کے ایک باغ میں گھس گیا، پھل توڑ لیے، کھائے اور باندھ کر لے چلا۔ باغ کے مالک نے مجھے پکڑ لیا اور مار پیٹ کر میرا کپڑا چھین لیا ــــــ مجھے لے کر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، آپ سے سارا ماجرا سنایا تو آپ نے اس سے فرمایا:

مَا عَلَّمْتَ اِذَا كَانَ جَاهِلًا وَلَا — اگر وہ جاہل تھا تو تم نے اسے سکھا نہیں

اَطْعَمْتَ اِذَا كَانَ — دیا، اور بھوکا تھا تو اسے آسودہ نہیں

سَاغِبًا۔ — کر دیا۔

آپ نے اس (باغ کے مالک انصاری) سے عباد کا کپڑا واپس دلایا، اور مجھے اپنے پاس سے ایک یا آدھا وسق کھانے کی چیزیں عطا فرمائیں۔[۱۳۲]

marfat.com

اسی طرح کا ایک واقعہ ابو داؤد اور ترمذی نے رافع بن عمرو سے نقل کیا ہے، انھوں نے کہا، میں ایک انصاری کے باغ سے ڈھیلے مار مار کر کھجوریں گرا رہا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے پکڑ کر حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا حضور بھوک سے مجبور ہو کر، فرمایا ڈھیلے تو نہ مارا کرو۔ ہاں جو کھجوریں ٹپکتی رہتی ہیں وہ کھا لیا کرو، خدا تعالیٰ تمہیں آسودہ کرے۔[۱۳۳]

ان دونوں واقعات میں حضور نے قطع ید کرنے کے بجائے ان کی مجبوریوں کا پورا پورا احساس کر کے ان کے ساتھ ہمدردی بھی فرمائی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مقدمہ پیش ہوا ــــــ حاطب کے غلاموں نے مزنیہ کے ایک آدمی کی اونٹنی چرالی اور اسے ذبح کر کے کھا گئے۔ بیان سننے کے بعد سیدنا فاروق اعظم نے قطع ید کا حکم دیا۔ پھر تامل کے بعد حضرت حاطب سے کہا میرا خیال ہے تم غلاموں کو ٹھیک سے کھانے نہیں دیتے؟ یاد رکھو! میں تم پر اتنا زیادہ تاوان لگاؤں گا جو گراں پڑے گا۔ پھر اونٹنی والے سے اونٹنی کی قیمت دریافت فرمائی۔ اس کے جواب دینے سے قبل ہی اونٹنی چار سو درہم کی فرض کر کے اس کا دوگنا آٹھ سو درہم ادا کر آئے۔[۱۳۴]

ان اصولی واقعات سے یہ روشنی ملتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے حد کو دفع کرنے کی بھی شریعت میں پوری کوشش کی جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی مجرم عادی وسائل حیات مہیا ہونے کے باوجود سرکشی پر آمادہ ہو تو اس پر حد ضرور جاری ہوگی۔

شریعت موسوی میں چور کی سزا

شریعت موسوی میں چور کی سزا اسلامی سزا سے بھی آگے بڑھتی ہوئی ملتی ہے وہاں نقب زن کی جان سے امان اٹھ جاتی ہے اگر کوئی شخص چور کو مار ڈالے تو اس کے خون کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ کتاب الخروج میں ہے۔

اگر چور سیندھ مارتے ہوتے دیکھا جائے اور کوئی اسے مار بیٹھے اور وہ مر جائے تو اس کے لیے خون نہ کیا جائے گا۔[۱۳۵]

کتاب استثناء میں ایک جگہ ہے۔

marfat.com

اگر کوئی شخص اپنے بھائیوں بنی اسرائیل میں سے کسی کو چرانے میں پکڑا جائے اور اس کا بیوپار کرے یا اسے بیچ ڈالے تو چور مار ڈالا جائے اور تو شر کو اپنے درمیان سے دفع کرے[۱۳۶] یہ حوالے اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ترمیم و تنسیخ سے ملوث ہونے کے باوجود بائیبل کے اندر بھی چور کی سزا کا اسلامی سزا سے سخت معیار دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ یہود اور نصاریٰ کا ان احکام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ــــــ اور اسلامی سزاؤں اور حدود الٰہیہ جو قرآن سے ثابت ہیں ان پر سب سے زیادہ واویلا مچانے والے موجودہ بائیبل کے یہ علمبردار ہی ہیں۔

رہزنی وبغاوت

رہزنی کی سزا کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہوا ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا	کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے
الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ	اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان
یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ	کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا
یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ	سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف
اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ	کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے
اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ	جائیں یا زمین سے دُور کر دیے جائیں
خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ	یہ دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے اور
عَذَابٌ عَظِیْمٌ[۱۳۷] (القرآن)	آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب۔

فقہائے اسلام اور مفسرین نے محاربین سے مراد اس ہتھیار بند گروہ کو لیا ہے جو خوب تیار ہو کر دارالاسلام کے لوگوں کو لوٹنے کے لیے ان کے ٹھکانوں، قافلوں، تجارت گاہوں وغیرہ پر حملہ کرتے ہیں۔ یہ حکم ہر اس گروہ کا ہے جو ایسی حرکت کرے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم (فقہائے حنفیہ شہر یا اس کے قرب میں ہونے والے حملوں کو اس میں داخل نہیں مانتے) ان کے لیے

marfat.com

قرآن نے چار سزائیں سنائی ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ ملکی ترقی اور خوشحالی کے لیے امن وسلامتی کا ماحول ہونا ضروری ہے آمد ورفت، نقل وحمل میں کوئی خطرہ نہ ہو۔ مال ودولت اموالِ تجارت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے یا سفر کرنے میں حفاظت کا اطمینان ہو ——— اور اسلامی ریاست جہاں مسلمان تو مسلمان ذمی کی جان ومال عزت وآبرو بھی خدائی امانت ہے۔ اگر کوئی گروہ اسے نقصان پہنچانے پر کمربستہ ہوتا ہے تو یقیناً وہ خدا اور رسول سے جنگ مول لیتا ہے اسی لیے قرآن نے فرمان جاری کیا کہ ایسے لوگوں کو عبرت ناک سزا دو، اور یہ کام اسلامی ریاست کے ذمہ داروں کا ہے۔

۱۔ قتل کیا جائے۔ ۲۔ سولی دی جائے۔ ۳۔ دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ ۴۔ یا قید کر دیا جائے۔ جمہور کا خیال یہ ہے کہ سزا جرم کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اس لیے اگر انھوں نے قتل کیا تو وہ قتل کیے جائیں گے۔ اور اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو سولی دیے جائیں گے اور اگر محض مال لوٹا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔ اور اگر صرف دہشت گردی کی نہ کسی کو قتل کیا نہ مال لوٹا تو انھیں قید کیا جائے گا۔ (روح البیان) سعید ابن مسیب، عمر بن عبدالعزیز، مالک اور نخعی کا خیال ہے کہ مذکورہ چاروں سزاؤں میں سے امام وقت کو اختیار ہے کہ جو وقت کے مناسب سمجھے وہ حد جاری کرے۔ (قرطبی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عرینہ کے کچھ لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مدینہ آئے مگر مدینہ کی ہوا انھیں راس نہ آئی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم ہمارے صدقہ کے اونٹوں میں چلے جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو تو اچھے ہو جاؤ گے۔ الغرض انھوں نے ایسا ہی کیا اور تندرست ہو گئے۔ تندرست ہونے کے بعد وہ مرتد ہو گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور آپ کے اونٹوں کو پکڑ کر لے گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پکڑنے

marfat.com

کو آدمی بھیجے جو انھیں پکڑ کر لائے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ ان کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی اور انھیں حرہ میں ڈال دیا گیا، وہیں وہ مر گئے۔[۱۳۸]

سزائے راہزن کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

محاربت کا مدار ایک جماعت منظومہ سے قتال پر ہوتا ہے اور چوری کی حد اس حد کے مقرر کرنے کا سبب قوی تر ہے۔ بنی آدم کی بھیڑ میں خواہ مخواہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن میں خصلت سبعی کا غلبہ ہوتا ہے اور ان میں سخت جرأت و قتال کا مادہ ہوتا ہے جانی بربادی اور غارت گری میں بے باک ہوتے ہیں اور اس کی برائی چوری کی برائی سے زیادہ ہے کیونکہ لوگ اپنے اموال چوروں سے کسی طرح محفوظ بھی کر لیتے ہیں۔ مگر راستہ چلتے راہزنوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ اور ایسے میں حکام اور اہل انتظام اس وقت بآسانی ان کی مدد بھی نہیں کر سکتے اور ڈاکوؤں کو جو ارادہ انھیں اپنے کام (ڈاکہ زنی) پر آمادہ کرتا ہے وہ سخت تر ہوتا ہے، کیونکہ ڈاکو وہی شخص بنتا ہے جو دلیر اور قوی الجثہ ہو۔ نیز ان سب کا باہم اتفاق رہتا ہے (چوروں کے برخلاف) لہٰذا لازم ہوا کہ راہزن کی سزا چور سے سخت تر مقرر ہو، اور اکثر کے نزدیک سزا میں ترتیب کا لحاظ رکھنا چاہیے اور وہ قول اس حدیث کے موافق ہے لَا يَقْتُلُ الْمُؤْمِنَ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ ---- الخ[۱۳۹]

مکمل نظام اسلامی کا شعور رکھنے والا ان سزاؤں کو بھی سخت اور ظالمانہ نہیں کہہ سکتا، جس نظام رحمت میں انسانوں، حیوانوں، چرند پرند اور درختوں کے حقوق کی نگہداشت اور تمام انسانی طبقات کے جائز حقوق کی نگرانی کا بندوبست کیا گیا ہے وہاں کچھ بغاوت پیشہ لوگ سراپا امن و محبت کے ماحول کو پراگندہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو انھیں کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔

اخلاقی تعمیر اور انسانی روابط کو آخرت کی سرفرازی کا سودا قرار دینے والے مذہب نے سرکشوں کو قرار واقعی سزا دے کر پورے ماحول کو پاکیزگی بخشنے کا جو انتظام کیا ہے

marfat.com

وہی فطری اور مؤثر ہے۔ اسلام ہمیشہ مجرم کو نہتا کرتا ہے اور جرم کو اس کی جڑوں کے ساتھ اکھیڑ تاہے اور آج کی متمدن دنیا میں جرائم کی زیادتی لیڈران ممالک کے لیے دردِ سر بن رہی ہے مگر بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جن علاجوں سے بیماریاں اور بڑھتی ہی جائیں انھیں پر اصرار کیے جانا مریضوں سے ہمدردی ہے یا دشمنی؟ جرائم کی بہتات نے تمدنی اور ملکی ڈھانچوں کو لرزا کر رکھ دیا ہے۔ مگر خدا کے بندے خدائی قوانین کی طرف دھیان دینا گوارا نہیں کر رہے ہیں۔——کسی ایک قاتل اور سفاک ظالم کے ساتھ ہمدردی ایک انسان کے مقابلے میں کبھی کبھی پورے پورے شہر اور ملک سے دشمنی بن جاتی ہے اور اسلام ادھر ایک مجرم کو قرار واقعی سزا تک پہنچاتا ہے تو دوسری طرف ہزاروں سروں سے سرکشی چوری ڈاکہ زنی کی ہوا خود بخود اڑتی نظر آتی ہے۔

قتل انسانی جان خداوند قدوس کی عظیم ترین امانت ہے۔ اس موضوع پر کتاب کے باب اول میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن مجید نے عقوبات کی خود وضاحت فرمائی ہے۔ ان آیات اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کریمہ سے استفادہ کر کے اسلام نے قوانین ترتیب دیے ہیں۔

قصاص کے بارے میں رب تعالےٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ	ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق
الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ	مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو،
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ	آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے
فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ	غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس
فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ	کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے
إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ	کچھ معافی ہو تو بھلائی سے تقاضا ہو
مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ	اور اچھی طرح ادا، یہ تمہارے رب کی

marfat.com

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝	طرف سے تمہارا بوجھ ہلکا کرنا ہے اور
وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي	تم پر رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے
الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ۱۳۰	اس کے لیے دردناک عذاب ہے،
ـــــــ (القرآن)	اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی
	ہے اے عقل مندو! کہ تم کہیں بچو۔

قرآن مجید میں قصاص کا مسئلہ کئی آیتوں میں بیان ہوا ہے۔ اس آیت میں قصاص وعفو دونوں کے مسئلے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا بیان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو قصاص وعفو میں مختار بنایا۔ چاہیں تو قصاص لیں، چاہیں تو معاف کر دیں۔

اس آیت کریمہ سے ہر قاتل بالعمد پر قصاص کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا ہو یا غلام کو، مسلمان کو یا کافر کو، مرد کو یا عورت کو، کیونکہ قتلیٰ جو قتیل کی جمع ہے وہ سب کو شامل ہے۔ ہاں جس کو دلیل شرعی خاص کرے وہ مخصوص ہو جائے گا۔ (احکام القرآن)۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو قتل کرے گا وہی قتل کیا جائے گا۔ اس جاہلانہ ستم رانی کے خلاف جو قدیم زمانے میں دنیا کے کچھ حصوں خاص طور پر عربوں میں رائج تھی کہ ایک کے بدلے دو کو یا غلاموں کے بدلے آزادوں کو یا عورتوں کے بدلے مردوں کو یا بجائے قاتل دوسرے بے گناہوں کو تہ تیغ کیا کرتے تھے، اسلام نے اس ظالمانہ بربریت کا خاتمہ کر دیا۔

خون ناحق کی ممانعت کے سلسلہ میں سورۂ اسراء میں ہے۔

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ	اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی
اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا	ہے ناحق نہ مارو، اور جو ناحق مارا جائے
فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا	تو بیشک ہم نے اس کے وارث کو قابو
يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ	دیا ہے، تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے

marfat.com

منصوریٰ ۱۴۱ علم القرآن)

ضرور اس کی مدد ہونی ہے۔

خزائن العرفان میں ہے:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ قصاص لینے کا حق ولی کو ہے اور وہ بہ ترتیب عصبات ہیں اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔ اس سے یہ بھی متبادر ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی طرح ایک مقتول کے عوض کئی کئی کو یا بجائے قاتل کے اس کی قوم و جماعت کے اور کسی شخص کو نہ قتل کرے۔ ۱۴۲

دنیا میں اگر انسانی عزت و آبرو، مال و دولت یا جو کچھ بھی ہے ہر ایک سے افادہ و استفادہ کی صورت یہی ہے کہ انسانی جان محفوظ ہو۔ زندہ انسان ہی دنیا میں خیر و فلاح کی مساعی کر سکتا ہے اور شر و فساد کے خلاف جہاد کر سکتا ہے۔ نیز امن عالم اور تعمیر انسانیت کا کام کر سکتا ہے۔

انسانی خون کا احترام

اسلام نے انسانی جان کے ضیاع کو بدترین جرم قرار دیا ہے آیئے انسان کے خون کی عزت و احترام جاننے کے لیے ہم سنن نسائی کے ایک مستقل باب تعظیم الدم۔ کی کچھ احادیث کریمہ زیب نظر کریں اس سے قبل مناسب ہے کہ سورۃ نساء کی وہ آیات تلاوت کر لی جائیں جن میں خطاء قتل کی وضاحت اور خون مسلم کا احترام، نیز بلا وجہ اہل ایمان کی خون ریزی پر غضب خداوندی و عذاب شدید بیان فرمایا گیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ	اور مسلمان کو (حق) نہیں پہنچتا کہ مسلمان
مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا	کا خون کرے مگر ہاتھ بہک کر، اور جو
خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ	کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو
دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ	اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے
يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ	اور خون بہا کہ مقتول کے لوگوں کو سپرد

marfat.com

عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ
رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ
قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ
فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَ
تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ
لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ
مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا
فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا
وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ
وَأَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ ٩٣
(القرآن)[٢]

کیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کردیں، پھر اگر
وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے
اور خود مسلمان ہے تو صرف ایک مسلمان
مملوک کا آزاد کرنا اور اگر وہ اس قوم میں
ہو کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے تو اس کے
لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک
مسلمان مملوک آزاد کرنا تو جس کا ہاتھ نہ
پہنچے (قابو نہ ہو) وہ لگاتار دو مہینے کے
روزے رکھے یہ اللہ کے یہاں اس کی
توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا
ہے اور جو کوئی مسلمان جان بوجھ کر قتل
کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں
اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب
کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے
تیار رکھا بڑا عذاب،

بلا وجہ شرعی کسی بھی مسلمان کا قتل سخت ترین گناہ ہے۔ اس کا بدلہ جہنم ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا کا برباد ہونا اللہ کے نزدیک قتلِ مسلم کے مقابلہ میں ہلکا ہے مسلمان کے خون کی حرمت وعزت کعبہ سے زیادہ ہے۔ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کے قتل کو حلال سمجھنا کفر ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ
الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَقَتْلُ مُؤْمِنٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا۔
(الحدیث)

صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ کے نزدیک مسلمان کا ناحق قتل کرنا تمام دنیا کے تباہ ہونے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

امام نسائی فرماتے ہیں اس حدیث شریف کی اسناد میں ابراہیم بن مہاجر قوی نہیں ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ۔
(الحدیث)

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مقدس ہے دنیا کا تباہ ہو جانا اللہ کے نزدیک مسلمان کے ناحق قتل کر لے سے زیادہ حقیر ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَتْلُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا۔
(رَوَاهُ مَنْصُوْرٌ)

جناب حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان کا قتل کرنا اللہ کے نزدیک دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَتْلُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا۔

جناب حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان کا قتل کرنا اللہ کے نزدیک دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا ہے

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ

سیدنا حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ

marfat.com

زَوَالِ الدُّنْيَا۔

کے نزدیک تمام دنیا کے برباد ہونے سے بڑا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلٰوةُ وَ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور سب سے پہلے لوگوں کے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ مَا يُحْكَمُ بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِي الدِّمَاءِ۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں کے قتل کا فیصلہ ہوگا۔

عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِي الدِّمَاءِ۔

سیدنا حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں کے خون کا فیصلہ کیا جاتے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِي الدِّمَاءِ۔

سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں کے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى فِيْهِ بَيْنَ

سیدنا حضرت عمرو بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

marfat.com

النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِي الدِّمَاءِ۔

سب سے پہلے قیامت کے دن لوگوں کے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ۔

سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں کے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيءُ الرَّجُلُ آخِذًا بِيَدِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ هٰذَا قَتَلَنِيْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ لِمَ قَتَلْتَهٗ فَيَقُوْلُ قَتَلْتُهٗ لِتَكُوْنَ الْعِزَّةُ لَكَ فَيَقُوْلُ فَإِنَّهَا لِيْ وَيَجِيءُ الرَّجُلُ آخِذًا بِيَدِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ إِنَّ هٰذَا قَتَلَنِيْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِمَ قَتَلْتَهٗ فَيَقُوْلُ لِتَكُوْنَ الْعِزَّةُ لِفُلَانٍ فَيَقُوْلُ إِنَّهَا لَيْسَتْ لِفُلَانٍ فَيَبُوْءُ بِإِثْمِهٖ۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز ایک شخص دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑ کر لائیگا اور کہے گا کہ اے پروردگار اس نے مجھے قتل کیا تھا، اللہ تعالیٰ قاتل سے فرمائیگا تُو نے اسے کیوں قتل کیا تھا؟ وہ کہے گا اے اللہ میں نے اس کو جہاد میں (کافر سمجھتے ہوئے) تیرا نام بلند کرنے کے لیے قتل کیا تھا، کہ تیری عزت ہو، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا بے شک عزت میرے لیے ہے۔ اور ایک شخص دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑ کر لائے گا اور کہے گا اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرمائے گا تُو نے اسے کیوں قتل کیا تھا؟ وہ کہے گا فلاں امیر یا بادشاہ کی حکومت جمانے کے لیے۔ پھر اللہ رب العزت فرمائے گا۔ فلاں شخص کے لیے عزت نہیں، بعد ازاں وہ اس کا گناہ سمیٹ لے گا۔

marfat.com

یعنی قاتل پر مقتولوں کے سب گناہ ڈالے جائیں گے۔ مقصود یہ ہے کہ سب قاتل پکڑے جائیں گے مگر وہ شخص بری ہوگا جس نے اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد میں کافروں کو قتل کیا۔

عَنْ جُنْدُبٍ حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَجِیْءُ الْمَقْتُوْلُ بِقَاتِلِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیَقُوْلُ سَلْ ھٰذَا فِیْمَ قَتَلَنِیْ فَیَقُوْلُ قَتَلْتُہٗ عَلٰی مُلْکِ فُلَانٍ قَالَ جُنْدُبٌ فَاتَّقِھَا۔

سیدنا حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے فلاں شخص نے بیان کیا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مقتول قیامت کے روز اپنے قاتل کو لے کر آئے گا اور عرض کریگا اے پروردگار اس سے پوچھ کر اس نے مجھے کیوں قتل کیا۔ وہ کہے گا میں نے اس کو فلاں شخص کی امداد اور سلطنت کے لیے قتل کیا۔ جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس سے بچو، کیونکہ خون معاف نہیں ہوگا۔

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ اَمَرَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ لَیْلٰی اَنْ اَسْاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ لَمْ یَنْسَخْھَا شَیْءٌ

سیدنا حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے جناب حضرت عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان دونوں آیات کے متعلق دریافت کروں وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ میں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس کو

marfat.com

وَعَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ۔

کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا پھر اس آیت کو وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔

تو یہ اب سابقہ آیت کے خلاف نہ ہوگی، کیونکہ وہ مسلمانوں کے حق میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ قَوْمًا كَانُوْا قَتَلُوْا فَاَكْثَرُوْا وَزَنَوْا فَاَكْثَرُوْا وَانْتَهَكُوْا فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا مُحَمَّدُ اِنَّ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَتَدْعُوْا اِلَيْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا اَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِلٰى، فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ قَالَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ شِرْكَهُمْ اِيْمَانًا وَزِنَاهُمْ اِحْصَانًا وَنَزَلَتْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرب کی ایک قوم نے بہت خون کیے اور بہت بدکاری کی، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ فرماتے ہیں اور جس چیز کی طرف آپ بلاتے ہیں وہ بہت اچھا ہے تاہم یہ ارشاد فرمایئے کہ ہم نے جو کام کیے ہیں کیا ان کا کچھ کفارہ بھی ہے (یعنی معاف ہو سکتے ہیں) تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ سے سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ تک یعنی وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے

marfat.com

عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ الآیۃ۔

معبود کو نہیں پکارتے تران کی برائیوں کو اللہ رب العزت نیکیوں میں بدل دیگا۔ اور زنا کو پاکی سے، اور یہ آیت نازل ہوئی

یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم آخر تک ۔ یعنی اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ــــ اللہ رب العزت کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ الشِّرْكِ اَتَوْا مُحَمَّدًا فَقَالُوْا اِنَّ الَّذِیْ تَقُوْلُ وَ تَدْعُوْا اِلَیْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا اَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَتْ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَنَزَلَ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مشرکین میں سے کچھ لوگ حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کیا آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں اور جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ تو بہت اچھا ہے تاہم یہ ارشاد فرمائیے کہ ہم نے جو کام کیے ہیں کیا ان کا کچھ کفارہ بھی ہے۔ (یعنی معاف ہو سکتے ہیں. تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی، وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں پکارتے تران کی برائیوں کو اللہ رب العزت نیکیوں میں بدل دے گا اور زنا کو پاکی سے، اور یہ آیت نازل ہوئی، یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ۔ آخر تک، یعنی اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

عَنْ زَیْدٍ اَنَّهٗ قَالَ نَزَلَتْ وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل

marfat.com

فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا	ہوئی وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا
اَشْفَقْنَا مِنْهَا فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ	فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا۔
الَّتِيْ فِي الْفُرْقَانِ وَالَّذِيْنَ	تو ہمیں ڈر ہوا کہ مسلمان کے لیے ہمیشہ
لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ	ہمیشہ کے لیے جہنم ہے ۔ بعد ازاں یہ آیت
وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ	نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔	مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ
	النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔

سورۃ فرقان کی آیت اتری تو ہمارا ڈر کم ہوا کیونکہ آیت ہذا سے قاتل کی توبہ کا مقبول و منظور ہونا معلوم ہوتا ہے تاہم یہ روایت اگلی دونوں روایات کے مخالف ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا۔ بعد میں نازل ہوئی۔ اس لیے سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت معارضہ سے سالم رہی۔ اور اسی پر اعتماد ہے۔ ۱۲۴ھ

قصاص کا نفاذ بھی اور حدود کی طرح اسلامی مملکت کے سربراہ کا ذمہ ہے۔ اور قصاص کی فرضیت قاتل ہی پہ ہے کسی دوسرے پر نہیں، سورۃ بقرہ کی آیات ۱۸۰ اور ۱۷۹ مذکورہ بالا میں رب تعالیٰ نے اسی کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت امام ابوبکر جصاص رازی احکام القرآن میں فرماتے ہیں؛

جاہلیت میں لوگ قاتل کی بجائے غیر قاتل کو قتل کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع فرما دیا۔ اسی مضمون کی وہ روایت بھی ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روز قیامت ظالم ترین شخص تین ہوں گے۔

۱۔ وہ جو قاتل کی بجائے کسی اور کو قتل کرے۔ ۲۔ وہ جو حرم میں کسی کی جان لے۔ ۳۔ وہ جو عہد جاہلیت کا انتقام لے۔ ۱۲۵ھ

مملکت اسلام میں حفاظت جان صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ ذمی اور مستامن

marfat.com

اگرچہ کسی اور دین و مذہب سے تعلق رکھتا ہے اس کی جان بھی محفوظ رہتی ہے اور ذمی کو بھی اگر کسی نے قتل کیا تو اس سے بھی قصاص لیا جائے گا جیسا کہ باب عدل و مساوات میں ذکر ہوا۔ اسی باب میں شوافع حضرات حدیث رسول

لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ

کوئی مومن کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا

سے استدلال کر کے کافر کے بدلے میں مسلمان کے قتل کو جائز نہیں سمجھتے مگر (جان کے بدلے جان) کا مفہوم عام ہے اور حنفیہ نے ارشاد رسول

اَنَا اَحَقُّ وَاَوْلٰى مَنْ اَوْفٰى بِذِمَّتِهٖ[۱۴۶] (میں اس کا زیادہ حقدار ہوں کہ اپنے عہد و ذمہ کو پورا کروں۔

جب کہ حضور اقدس نے ذمی اور معاہد کے بدلے مسلمان کو قتل کروایا) کو مستدل بنایا ہے جو اسلامی مساوات و عدل کی روح کے قریب تر ہے۔ اور حدیث اوّل کا نتیجہ یہ سمجھنا چاہیے کہ حربی اور غیر معاہد کافر کے بدلے مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔

ذمی اور مستامن، بیٹے کے بدلے باپ، غلام کے بدلے آقا اور زیر دستوں کے قتل کی پاداش میں زبردستوں سے قصاص لینے کے لیے اسلامی قانون میں عدل نواز دفعات موجود ہیں۔ معدلت گستری کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ رسول اکرم نے خود کو قصاص کے لیے پیش فرمایا۔ چنانچہ سنن نسائی "القصاص من السلاطین" حاکموں سے قصاص کے تحت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان منقول ہے۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِصُّ مِنْ نَفْسِهٖ[۱۴۷]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے قصاص (بدلہ) دلاتے ہوئے دیکھا۔

آج بعض ملکوں میں قتل کی سزا منسوخ کر دی گئی ہے۔ اور وجہ نسخ یہ بتائی جاتی ہے

marfat.com

قتل ہونے والا تو ہو چکا اب اس ایک جان کے عوض دوسری جان کو لینا کہاں کی دانش مندی ہے؟ مگر نفاذِ امن میں بنیادی نقطے جس پر پچھلے صفحات میں جگہ جگہ تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جمہوری حقوق کے محافظین (بزعم خود) قاتل کی جان بخشی کر کے کسی ایک جان پر احسان نہیں کرتے، بلکہ قتل و غارت گری اور شر و فساد، خون خرابہ کرنے والوں کو مزید جرائم کی تقویت پہنچاتے ہیں۔ بخلاف اسلامی قانون کے کہ وہ اوّلاً تو بنیادی تعلیمات کے لحاظ سے ہی ایسی سرشت کو پنپنے نہیں دیتا۔ قتل کرنا تو الگ، کسی کو ہتھیار سے ڈرانا ممنوع قرار دیتا ہے اور اگر کوئی عمداً کسی کی جان لے لیتا ہے تو اس کی جان بحق اللہ قانونِ اسلام لیتا ہے۔ اسی طرح ہزاروں قاتلین اپنے جرائم سے باز رہ کر اپنی اور جن کے سلسلہ میں وہ غلط منصوبے بنا رہے ہیں ان کی جان بچالیں گے۔ مجرموں کو نازو نعم سے پناہ دینا انسانیت کی خدمت نہیں بلکہ انسانوں کو تباہ و برباد کرنے والے انسان نما حیوانوں اور زہریلے عناصر کو بڑھاوا دینا ہے کیا تاریخ موجودہ کا تہذیبی آتش فشاں جمہوریت کے زمام گیروں کو نظر نہیں آتا۔؟

تاریخ اسلام کے اوراق میں سرکشی اور خون ریزی کا ایک نہایت دردناک باب ہے ——— حضرت سیدنا ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل باغیوں اور سرکشوں نے خلیفۃ المسلمین کے خلاف پورے مدینہ طیبہ کو اپنی شرارتوں کی آماجگاہ بنا لیا تھا۔ اور اپنی دیدہ دلیری سے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابو اسامہ بن سہل بن حنیف نے فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکان سے باہر سر نکالا، اور لوگوں کو قتل کا ذکر کرتے سُنا۔ فرمایا لوگ مجھے قتل کی دھمکی دیتے ہیں، لیکن نہیں معلوم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں نے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

لَا يَحِلُّ دَمُ إِمْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا فِي إِحْدَى ثَلَاثٍ: رَجُلٌ زَنَى وَهُوَ	مسلمان کا بجز تین امور کے قتل جائز نہیں۔ ایک تو وہ شخص جو شادی شدہ ہو

marfat.com

مُحْصَنٌ فَرُجِمَ أَوْ رَجُلٌ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ رَجُلٌ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِهِ۔

کہ زنا کرے، تو اسے رجم کیا جائے گا یا وہ شخص جس نے دوسرے کو قتل کیا ہو، یا وہ شخص جو اسلام کے بعد مرتد ہو گیا ہو۔

تو خدا کی قسم میں نے نہ تو زمانہ جاہلیت میں زنا کیا اور نہ اسلام میں، اور نہ کسی مسلمان کو قتل کیا ہے، اور جب سے اسلام لایا مرتد نہیں ہوا۔ ۱۴۸ ے

مگر افسوس! کہ امام المسلمین کی اس فہمائش کا بلوائیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور انھوں نے آپ کے دولت سرا میں داخل ہو کر جب کہ آپ تلاوت کلام اللہ میں مشغول تھے نہایت بے دردی سے شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ

ارتداد اسلام ایک کائنات رحمت ہے جس نے اسے قبول کیا اس نے خود کو انعامات الٰہیہ اور نوازشات ربانی سے سرفراز کیا۔ یہی جبلی اور فطری دین ہے، یہی کل عالمین کو پیدا کرنے والے خالق کا پسندیدہ مذہب ہے۔ اس میں لانے کے لیے کبھی کسی پر کوئی جبر نہیں بلکہ یہ دعوت عام ہے کہ فکر و تدبر سے کام لے کہ ہر انسان کو اسلامی اصول و مبادی سمجھنے کا موقع فراہم کیا جائے ـــــ قرآن کی لافانی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے پھر جس کو ہدایت مقدر ہے اور اس کا سینہ اس کو تسلیم کرے وہ ہمارا اسلامی بھائی ہو جاتا ہے۔ گویا اسلام میں داخلہ کے لیے کسی پر کوئی زبردستی کوئی جبر ہرگز نہیں۔ ہاں اگر کوئی مسلمان تھا۔ اس کے بعد اس سے منکر ہو کر مرتد ہو گیا تو اس کے لیے اب معافی کی کوئی راہ نہیں کیونکہ اس نے اپنی بدباطنی اور خبث طبع سے اسلام اور قوانین الٰہیہ کو مطعون کیا ہے، جو رب تعالیٰ سے بغاوت کے مترادف ہے۔ اسلام میں اس کی سزا قتل ہے۔

سنن ابن ماجہ باب المرتد عن دینہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ ۱۴۹ ے

جو دین کو بدل دے اس کو قتل کر دو۔

marfat.com

ارشاد رسول اکرم ہے صلے اللہ علیہ وسلم

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْ مُشْرِكٍ أَشْرَكَ بَعْدَ مَا أَسْلَمَ عَمَلًا حَتّٰى يُفَارِقَ الْمُشْرِكِيْنَ إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ۔

جو اسلام کے بعد مشرک ہو گیا اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ مشرکین سے جدا نہ ہو، اور اسلام اختیار کر کے مسلمانوں میں شامل نہ ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں

اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ دین سے باہر ہونے کی سزا میں سختی لازمی ہے ورنہ ہتک دین کا دروازہ کھل جائے گا اور منشاء ربانی یہ ہے کہ ملت آسمانی جبلی امر کی منزل میں ہو جائے جو کبھی جدا نہ ہو سکے اور ارتداد کا ثبوت خدائے تعالےٰ یا رسولوں کے انکار، یا کسی رسول کی تکذیب سے ہوتا ہے، یا ایسا فعل جس سے دین کے ساتھ صراحۃً استہزاء مقصود ہو اور اس طرح ضروریات دین کے انکار سے ارتداد ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَطَعَنُوْا فِي الدِّيْنِ [۱۵۱] اور انھوں نے دین کے اندر عیب نکالا۔

اور خالق ارض وسماء پر زبان طعن دراز کرنے والے عدا کی زمین پر جینے کا کیا حق ہے؟ اس لیے اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

شراب نوشی شراب ام الخبائث ہے اور اس کا عادی بیحیا، شراب کی مذمت میں خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [۱۵۲] (القرآن)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (جوئے کے تیر) ناپاک ہی ہیں شیطانی کام۔ تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

marfat.com

شراب کے خلاف مدتوں اور شدید جد وجہد اور کثیر اخراجات کے باوجود امریکہ اپنی شراب بندی کی مہم میں جب ناکام ہو گیا تو مجبوراً ۱۹۳۳ء میں شراب قانونی اجازت پا گئی ——— اسی طرح برطانیہ میں شراب نے ۱۹۱۶ء میں قانونی جگہ پالی اور آج تو امریکہ اور پورے یورپ میں شراب کی گنگا بہہ رہی ہے، اور قوم ہے کہ اس میں بہی جا رہی ہے کوئی تدبیر نہیں کہ اس سیلاب بلا پر بندش لگائی جا سکے۔

اسلام نے عرب جیسی شراب میں ڈوبی ہوئی قوم کو اس لعنت سے پاک کرنے کے لیے تدریجاً احکام نافذ کیے۔ ابتداءً کہا گیا۔

فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ[۱۵۳] وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا (القرآن) اس کے نقصانات اس کے نفع سے زیادہ ہیں۔

کچھ دنوں بعد حکم آیا:

وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى[۱۵۴] (القرآن) نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو۔

اہل فہم اتنے ہی پر اس عادت بد کو چھوڑ چکے تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شراب کی حرمت پر صریح آیت کریمہ کے نزول کی دعا کیا کرتے تھے تا آنکہ آیت مذکورۃ الصدر نازل ہوئی اور مدینہ کی گلیوں میں منادی رسول نے جب حرمت شراب کا اعلان کیا تو نالیوں میں شراب برسات کے پانی کی طرح بہائی جانے لگی۔

حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

خدائے تعالیٰ نے اس چیز کو بیان فرما دیا کہ شراب میں دو قسم کی برائی ہے۔ ایک لوگوں کے لیے کہ شرابی لوگوں سے لڑتا جھگڑتا اور ستاتا ہے، اور ایک برائی کا انجام اس کی تہذیب نفس کی طرف رجوع کرتا ہے، کیونکہ شارب الخمر حالت بہیمی کے اندر غرق ہو جاتا ہے اور اس کی عقل جس پر نیکی کا مدار ہے زائل ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ تھوڑی شراب بہت سی شراب کا شوق دلاتی ہے۔ لہٰذا سیاست امت کے لحاظ سے ضروری

marfat.com

ہوا کہ حرمت کا مدار اس کے نشہ آور ہونے پر کیا جائے یہ نہ دیکھا جائے شرابی فی الحال نشہ کی حالت میں ہے یا نہیں؟

سرکار نے ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ لَمْ يَشْرِبْهَا فِي الْآخِرَةِ۔ (الحدیث)

جس نے دنیا میں شراب پی اور شراب کا عادی ہو کر بغیر توبہ کیے مر گیا تو آخرت میں (شراب طہور) نہ پیئے گا۔

میرے خیال میں اس کا سبب یہ ہے کہ جو کوئی صفت بہیمی میں غرق ہوا اور صفت احسان سے اس نے بالکل پشت پھیری وہ شخص لذائذ جنت سے محروم رہے گا۔ شراب کا عادی بہیمی میں غرق ہوتا ہے۔

۲۔ إِنَّ عَلَى اللهِ عَهْدًا لِمَنْ شَرِبَ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ۔ (الحدیث)

خدائے تعالیٰ پر اس بات کا عہد ہے کہ جو شخص نشہ آور چیز استعمال کرے گا خدائے تعالیٰ اس کو طینۃ الخبال پلائے گا جو دوزخیوں کا نچوڑ ہے۔

۳۔ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللهُ لَهُ صَلٰوةً أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَإِنْ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ۔ (الحدیث)

شرابی کی چالیس دن کی نماز خدائے تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ پس وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی توبہ قبول فرماتا ہے۔

اور حدود کی نسبت شراب نوشی کی حد کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ اور معاصی میں اسی وقت فوراً خرابی موجود ہوتی ہے مثلاً کوئی کسی کا مال چراتا ہے یا رہزنی یا ڈاکہ زنی کرتا ہے تو ان سب کے اثرات فوراً ظاہر ہوتے ہیں۔ شراب پینے میں فساد کا احتمال ہے مگر بالفعل فساد موجود نہیں ہوتا۔ اس واسطے شراب کی حد سو سے کم مقرر ہوئی۔ آنحضرت چالیس درے

marfat.com

اس واسطے مارتے تھے کہ اس میں قذف کا احتمال ہے۔

صحابہ کرام نے فساد کی زیادتی کو مدِنظر رکھتے ہوئے شراب کی حد اسّی درّے لگائی۔ اس خیال سے کہ قرآن میں جس قدر حدود مذکور ہیں۔ اسّی کی مقدار ان سب میں کمتر ہے۔ یا اس لیے کہ شرابی اگر خود زنا یا قتل نہیں کرتا تو اوروں کو اکثر زنا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور اکثر کا حکم یقین کا ہوتا ہے۔......

حضرت علی مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے بھی شراب نوشی کی سزا اسّی ہی کوڑے کی تائید کی اور فرمایا:

فَإِنَّهُ إِذَا شَرِبَ سَكِرَ وَإِذَا سَكِرَ هَذَى وَإِذَا هَذَى افْتَرَى فَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِينَ۔

جو شراب پیئے گا بدمست ہوگا جو بدمست ہوگا بک جھک کرے گا جو بکواس کریگا وہ بہتان طرازی کرے گا، لہٰذا حضرت عمر نے اسّی تازیانے لگائے۔

4۔ دورِ نبوی میں ایک شخص نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم ایسے علاقہ میں رہتے ہیں جہاں سردی بہت پڑتی ہے ہم لوگ وہاں شراب سے سردی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ حضور نے دریافت فرمایا، تم جو شئی پیتے ہو وہ نشہ آور ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، فرمایا اس سے بچو، انھوں نے عرض کیا ہمارے ہم وطن اسے تسلیم نہیں کرینگے فرمایا اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرو ——— ایک شخص نے بطور دوا شراب نوشی کی اجازت چاہی تو آقا و مولا نے فرمایا، وہ دوا نہیں، بیماری ہے۔

5۔ خمر کا لفظ عرب میں انگوری شراب کے لیے بولا جاتا ہے مگر اس حکم میں ہر قسم کی شراب داخل ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرمادیا ہے۔

6۔ ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔ اور فرمایا ——— ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے اور مزید ارشاد فرمایا ——— میں ہر نشہ آور شئے سے منع کرتا ہوں۔

marfat.com

اسی لیے ایک بھرے پُرے برتن کی طرح شراب کا ایک قطرہ بھی حرام و نجس ہے۔

۷۔ مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ۔ (الحدیث)

جس شئے کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی مقدار قلیل بھی حرام ہے۔

رسول اعظم واکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث جسے حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں۔ شراب کی مذمت میں بہت معنیٰ خیز ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

۸۔ لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ۔ (الحدیث)

اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اس کے پینے والے پر اور پلانے والے پر، بیچنے والے پر اور خریدنے والے پر اور کشید کرانے والے پر اور پہنچانے والے پر اور اس پر جس کے لیے پہنچائی گئی۔

دَورِ فاروقی میں ایک شخص کی دکان محض اسی لیے خلیفۃ المسلمین کے حکم سے جلا دی گئی تھی کہ وہ خفیہ شراب بیچا کرتا تھا۔ اسی طرح آپ نے اس پورے علاقہ میں آگ لگوا دی جہاں شراب کی بھٹیاں قائم تھیں ——— اور لوگ شراب تیار کر کے لوگوں کو پوشیدہ پوشیدہ پلائی کرتے تھے۔ اگر کسی ناسور کو ختم کرنا ہے تو اس کی جڑوں پر نشتر زنی ضروری ہے۔ اسلام انہی اصولوں کا مجموعہ ہے۔

غور فرمایئے کہ انسان اور تمام مخلوقات میں اپنی عقل اور قوتِ فکریہ کے باعث ممتاز ہے۔ انسانی فکر کی صحیح رہنمائی سے جو منزل مقصود فطری طور پر میسر آتی ہے وہ اسلامی طریق ہی ہے۔ قدم قدم پر فکر و عقل کے استعمال کی دعوت دینا اور جملہ موجودات میں مظاہر قدرت کی تلاش کرنا اور پھر اپنے خالق و مالک کی معرفت کا ثمر پا یا جانا یہی ہے انسان کی آخری منزل کی کامرانی پھر یہ ستم کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے کہ جس صلاحیت کی بنیاد پر انسان سب پر فائق و برتر اور افضل ہے انسان کی اسی صفت کو مفلوج کر دیا جائے۔ فکر و شعور پر پردہ

marfat.com

پڑ جانے کے بعد انسان اور عام حیوانوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا ——— اور افضل المخلوقات انسان کا پیدا کرنے والا خدا اپنی اعلیٰ صنعت کو بربادی کی اس مذلت میں دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ اس لیے اس نے نشہ آور تمام چیزوں کو حرام قرار دے کر انسانوں کی انسانی عظمت محفوظ رکھنے کا انتظام فرمایا ہے۔ ——— دنیا کو امن وسلامتی کی راہ پر رکھنے کے لیے اس علت بد سے نجات حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

اسلامی سزاؤں کی حکمتیں

ارشاد رب العٰلمین ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَھَا۔ (القرآن) — جو گناہ کرے اسے بقدر گناہ ہی سزا دی جائے۔

اور اسلامی قانون میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ چور نے چوری کی تو دو چار سو روپے کی اور سزا میں کاٹا گیا اس کا ہاتھ جو بیش قیمت اور انمول ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

اس شبہہ کا جواب یہ ہے قطع ید مال مسروقہ لینے کی سزا نہیں ہے، بلکہ قانون شکنی کی سزا ہے جس انسان کا مال چور نے چرایا ہے وہ اسے لاکھوں روپے دے کر راضی بھی کرے تو بھی بحق شرع حاکم اسلام ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد ہاتھ ضرور کاٹے گا۔ کیونکہ قانون سب سے بلند ہے۔ اس کی سر بلندی کے لیے سینکڑوں سرکش سر قلم کیے جاتے ہیں ——— کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انسان کے اختراع کردہ قوانین پر حکومتیں چلانے والے اپنے قانون کی حفاظت کے لیے کتنے باغیانِ قانون کو قتل کر دیتے ہیں؛ ——— اسلام تو خدائی قوانین کا مجموعہ ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے کیا کچھ جتن نہیں ہونا چاہیے۔؟

آیت قرآنیہ آخرت کے بارے میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو ایک نیکی پر دس گنا سے سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔ اور بدی اگر ایک ہوگی تو ایک ہی کا حساب ہوگا۔ اس میں زیادتی نہیں فرمائیگا۔

marfat.com

اور آیت اگر دنیا وی سزا پر محمول ہے تو مثلہا سے شرعی مثل مراد ہے۔ شریعت اسلامیہ یعنی قانونِ الٰہی نے اس جرم کو ہاتھ کے مساوی قرار دے دیا، تو وہی اس کے مثل ہو گیا، کسی کو چون و چرا کا کیا اختیار؟ ——— انسان کے خود ساختہ قوانین میں بھی تو اس کی مثال موجود ہے۔ چور کو سال دو سال جیل میں بند رکھتے ہیں، اس رخ سے سوچنے والا تو اس پر بھی اعتراض کر سکتا ہے کہ اس نے چوری تو ایک گھنٹہ یا چند گھنٹوں میں کی تھی۔ اس کے بیسے ہفتوں مہینوں نہیں، سال دو سال کی سزا تو سراسر ظلم ہے۔ ——— حمایتیانِ قوانین فوراً جواب دیں گے کہ ہمارا قانون یہی ہے اور قانون پر عمل ظلم نہیں ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر ہم بھی مؤدبانہ عرض پرداز ہیں کہ سال دو سال جیل میں رکھ کر جب چور کو آپ چوری سے باز نہ رکھ سکے، اس قسم کے چور کا ہاتھ کاٹ کر اسلام نے ہزاروں چوروں کے دماغ سے چوری کا شیطان رفو چکر کر دیا اور قوم کو بے فکری سے سکون و طمانیت کی زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا۔

چور کا ہاتھ اگر اس لیے کاٹا جاتا ہے کہ ہاتھ ہی کے ذریعہ اس نے یہ جرم کیا ہے تو زانی کی سزا یہ ہونی چاہیے تھی کہ اس کا عضو تناسل کاٹا جائے۔ مگر اس کے بجائے اسے رجم اور تازیانے ملے، اس کی حکمت یہ ہے کہ چوری میں اصل جرم صرف ہاتھ سے ہوتا ہے اور بدکاری میں پورا جسم ملوث ہوتا ہے اور لذت اندوزی سارے بدن سے ہوتی ہے نیز جماع کی بنیاد منی پر ہے اور منی پورے جسم کے ہر عضو کے خون سے بنتی ہے ——— لہٰذا سزا بھی ایسی ہی مطلوب تھی جس سے پورا جسم اذیت پائے۔ رجم کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ زانی اپنی غلط کاری کے باعث ایک نسل کو خراب کرتا ہے، ایک بچہ کو حرامی بناتا ہے اور حرامی بنانا ایک جان کی عظمت برباد کرنے کے مترادف ہے۔ زانی نے محض کوئی چھوٹی سی غلطی نہیں کی بلکہ اس نے جو کام کیا اس سے ایک نسل ہلاک ہوتی۔ اور جان کا بدلہ جان ہی ہونا چاہیے۔

اِغلام جو زنا سے بھی گھناؤنا جرم ہے اس میں سنگساری نہیں تعزیر ہے، کیونکہ وہ فی نفسہ بدترین گناہ ہے مگر اس سے نسل کی تباہی پر اثر نہیں پڑتا۔ لواطت کی تعزیر اس بے شرمی کے

marfat.com

فعل کی وجہ سے ہے ۔ جدید تحقیقات نے لواطت کو ایڈز جیسی مہلک بیماری کا اوّلین سبب ثابت کیا ہے اور اس سے اسلامی قوانین اور نظامِ حیات کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے ۔ غور فرمایئے جؤا اور شراب یکساں حرام ہیں ۔ مگر جوا کی کوئی سزا متعین نہیں ۔ اور شراب نوشی پر اسّی کوڑے تعزیر متعین ہیں ۔ مگر اس کی حکمت ظاہر و باہر ہے کہ حرام ہونے میں دونوں یکساں ہیں ۔ شراب کی قباحتیں متعدی ہیں ، شراب ام الخبائث ہے ، انسان نے جب شراب پی لی اور اپنی عقل پر پردہ ڈال لیا جو اور اس قسم کے ہر کام اس کے لیے ہو گئے ۔ جب سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت ہی مغلوب ہو گئی ، تو اب وہ ہر جرم کر سکتا ہے ۔ اس لیے شراب نوشی پر سختی سے گرفت کی ہے ۔ نگاہ حق بین میسر ہو تو اسی طرح تمام حدود اللہ اور اسلامی تعزیرات میں حکمتوں اور مصلحتوں کے آبدار موتی جگمگاتے نظر آئیں اور دل کو دولت یقین نصیب ہو کہ امن عالم کی ضمانت صرف اسلامی قوانین میں ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الالباب ۔

marfat.com

حوالے

۱ القرآن، البقرہ ۲/ ۱۷۹

۲ سنن ابن ماجہ باب: ۱۳۴، اقامۃ الحدود جلد ۱، ص ۱۰۱،

۳ سنن ابن ماجہ باب اقامۃ الحدود، جلد ۱ ص ۱۰۲،

۴ سنن ابن ماجہ باب اقامۃ الحدود، جلد ۱ ص ۱۰۲،

۵ القرآن، الحج ۲۲/ ۳۷

۶ القرآن، طٰہٰ ۲۰/ ۱۴

۷ مقدمۃ حجۃ اللہ البالغۃ للشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی علیہ الرحمہ (۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۶ھ) مطبوعہ لاہور ص ۲۱۔

۸ الحد فی الشریعۃ ہو العقوبۃ المقدرۃ حقا للہ تعالیٰ — ، الہدایہ مع الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایۃ، لابی الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی الملقب برہان الدین علیہ الرحمہ (۵۱۱ھ تا ۵۹۳ھ) جلد ۲، ص ۴۸۶۔

۹ عامۃ کتب اصول الفقہ

۱۰ حجۃ اللہ البالغۃ، ص ۶۱۷ و ۶۱۸۔

۱۱ احیاء علوم الدین لحجۃ الاسلام الامام ابی حامد محمد الغزالی علیہ الرحمہ (۴۵۰ھ تا ۵۰۵ھ) مطبوعہ لاہور جلد ۳ ص ۱۴۲

۱۲ المستدرک للامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشاپوری (۳۲۱ھ تا ۴۰۵ھ) جلد ۲ ص ۱۵۹۔

۱۳ صحیح البخاری کتاب النکاح باب ما یتقی من شؤم المرأۃ

۱۴ سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن/ ۳۰، باب فتنۃ النساء، جلد ۲، ص ۴۸۹

marfat.com

۱۵ احیاء علوم الدین للغزالی جلد ۳، ص ۱۴۳، ص ۱۴۴

۱۶ القرآن، یوسف ۱۲/۲۴

۱۷ القرآن، النور ۲۴/۱۲

۱۸ خزائن العرفان للعلامة السید محمد نعیم الدین المرادآبادی علیہ الرحمۃ (۱۳۰۰ھ تا ۱۳۶۷ھ) مطبوعہ دہلی ص ۵۰۹۔

۱۹ القرآن، النور ۲۴/۲۷

۲۰ القرآن، النور ۲۴/۵۹

۲۱ سنن ابی داؤد، باب الاستیذان

۲۲ القرآن، النور ۲۴/۳۰

۲۳ القرآن، النور ۲۴/۳۰

۲۴ مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۹

۲۵ " " ص ۲۰۰

۲۶ القرآن، النور ۲۴/۳۱

۲۷ " ، الاحزاب ۳۳/۵۵

۲۸ " ، " ۳۳/۳۲

۲۹ " ، " ۳۳/۵۳

۳۰ " ، " ۳۳/۵۴

۳۱ " ، النور ۵۴، ۵۹

۳۲ کنزالایمان ص ۵۱۱

۳۳ القرآن، النور ۲۴/۳۱

۳۴ کنزالایمان ص ۵۱۲

۳۵ القرآن، الاحزاب ۳۳/۵۹

۳۶ " ، النور ۲۴/۲

۳۷ " ، " ۲۴/۲

۳۸ " ، " ۲۴/۳۲

۳۸/۱ " ، الاسراء ۱۷/۳۲

۳۸/۲ " ، النساء ۴/۱۵/۱۶

۳۸/۳ خزائن العرفان، ص ۱۱۷

۳۸/۴ القرآن، النور ۲۴/۲

۳۸/۵ جامع ترمذی جلد ۱، ص ۱۷۶، سنن ابن ماجہ باب حدالزنا ص ۱۰۵

۳۸/۶ حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۲۲

۳۸/۷ جامع ترمذی جلد ۱، ص ۱۷۵

۳۸/۸ جامع ترمذی جلد ۱، ص ۱۷۵

۳۸/۹ حجۃ اللہ البالغہ، ص ۶۲۱

۳۸/۱۰ حجۃ اللہ البالغۃ ص ۶۲۱

۳۸/۱۱ ایضاً

۳۸/۱۲ ایضاً

۳۸/۱۳ ایضاً ص ۲۲

۳۸/۱۴ ایضاً

marfat.com

۳۹ احکام القرآن للقاضی ابی بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المعافر الاندلسی المالکی، المتوفی ۵۴۲ھ المطبعہ بمصر جلد ۲ ص ۸۳، الفتاویٰ الہندیہ (عالمگیری) جلد ۲ ص ۳۲۷، نولکشور الہدایۃ جلد ۲ ص ۴۹۳، ۴۹۸ رشیدیہ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع للعلامہ ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، المتوفی ۵۸۷ھ جلد، ص ۳۳، ۳۴، المغنی للعلامۃ موفق الدین ابی محمد عبداللہ بن احمد بن قدامۃ المتوفی ۶۳۰ھ مطبوعہ مصر، جلد ۱۰ ص ۱۶۹، الشرائع الکبیر علی متن المقنع للعلامہ شمس الدین ابی الفرج عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ المقدسی المتوفی ۶۸۲ھ المطبوعۃ بمصر جلد ۱۰ ص ۱۱۹۔

اور المغنی میں ہے:۔

اَلزَّانِی مَنْ اَتَی الْفَاحِشَۃَ مِنْ قُبُلٍ اَوْ دُبُرٍ جلد ۱۰ ص ۱۵۱، ترجمہ، قبل یا دبر کسی میں دخول کرنے والا زانی ہے۔

اور الشرح الکبیر للمقدسی میں ہے:۔

وحد اللوطی کحد الزنی۔

لواطت کرنے والے پر زانی ہی کی حد ہے

اور اسی میں ہے۔

وحدہ الرجم بکل حال جلد ۱۰ ص ۱۷۵)

ترجمہ: اور ہر حال میں لوطی کی حد رجم ہے اور یہی قول امام شافعی کا بھی ہے

اور انھوں نے فرمایا:

لایرجم الوطی الاان یکون قد احصن

ترجمہ:۔ لوطی اگر محصن نہ ہو تو رجم نہیں کیا جائے گا۔ کتاب الام جلد ۷، ص ۱۶۹

۴۰ الفتاویٰ الہندیہ جلد ۲ ص ۳۲۷، اور مقدسی کی شرح، الشرح الکبیر میں ہے۔

واقل ذلک تغییب الحشفۃ فی الفرج۔

۴۱ اس کی احادیث میں کئی مثالیں ہیں جیسے راوی حدیث یزید بن کبشہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حبشی کنیز پیش کی گئی جو ان دنوں دمشق میں عہدۂ قضا پر متعین تھے، انھوں نے کہا اے سلامہ! کیا تو نے چوری کی ہے کہہ دے کہ نہیں، اس نے کہہ دیا کہ نہیں، لوگوں نے کہا، اے ابوالدرداء آپ اسے جواب سکھا رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا۔

اتیتمونی بامراۃ لاتدری مایراد بھا لتعترف فاقطعھا۔ ترجمہ: تم ایک

marfat.com

ایسی عورت کو لاتے، جو نہیں جانتی کہ اس کے متعلق کیا ارادہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اعتراف کرے گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔ کتاب الآثار للامام محمد ص ۹۳۔

اسی طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور لایا گیا۔ وہ ان دنوں امیر تھے فقال اسرقت؟ قل لا مرتین او ثلاثا۔ انھوں نے چور سے پوچھا کیا تم نے چوری کی (پھر خود ہی فرمایا) کہہ دے کہ نہیں، یونہی دو یا تین بار فرمایا۔ التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر لابن حجر جلد۲ ص ۳۵۷۔

۴۲ حضرت ماعز کا واقعہ حدیث کی تمام ہی کتابوں میں آیا ہے۔ یہاں جامع ترمذی سے حضرت ابوہریرہ کی روایت نقل کی جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا۔ جاء ماعز الاسلمی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہ قد زنی فاعرض عنہ ثم جاء من الشق الآخر فقال انہ قد زنی فاعرض عنہ ثم جاء من الشق الآخر، فقال یا رسول اللہ انہ قد زنی فامر بہ فی الرابعۃ، فاخرج الی الحرۃ فرجم بالحجارۃ فلما وجد مس الحجارۃ فر یشتد حتی مر برجل معہ لحی جمل فضربہ بہ وضربہ الناس حتی مات فذکروا ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ فر حین وجد مس الحجارۃ ومس الموت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلا ترکتموہ۔

ترجمہ: ماعز اسلمی نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ انھوں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے آپ نے رخ پھیر لیا۔ پھر وہ دوسری طرف سے آئے اور عرض کیا کہ انھوں نے زنا کیا ہے آپ نے رخ پھیر لیا۔ پھر وہ دوسری طرف سے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا چوتھی مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے رجم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھیں پتھریلی زمین کی طرف لے جا کر سنگسار کیا گیا۔ جب انھیں پتھروں سے تکلیف پہنچی تو بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اس کے پاس اونٹ کا جبڑا تھا اس نے اس سے ان کو دے مارا، اور لوگوں نے بھی مارا حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔ لوگوں نے رسول اکرم صلے اللہ

marfat.com

علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا کہ جب انہوں نے پتھر کی مار اور موت کی تکلیف محسوس کی تو بھاگ کھڑے ہوتے۔ آپ نے فرمایا تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا۔ ایک روایت میں ہے انہیں اپنی چادر میں چھپا کیوں نہ لیا جامع ترمذی ابواب الحدود۔ باب ۹۶۴ ماجاء فی درا الحد عن المعترف اذا رجع جلد ۱، ص ۱۴، ۷۱، ابو داؤد جلد ۲ ص ۲۵۸۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں یہ الفاظ مبارکہ منقول ہیں۔

لقد تاب توبۃ لو قسمت علی امۃ محمد لوسعتھم۔ ترجمہ: انہوں نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسے امت پر تقسیم کر دیا جائے تو کفایت کرے۔ حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۱۹۔

۴۳ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع للامام مسعود الکاسانی جلد ۷، ص ۴۹۔ الفتاوی الہندیہ جلد ۲، ص ۳۲۷

۴۴ اختلاف الفقہاء مصنفہ امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی المتوفی ۳۲۱ھ مطبوعہ اسلام آباد جلد ۱، ص ۱۴۳، بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۵۰، المختصر للقدوری ص ۱۸۵، ہدایہ جلد ۲، ص ۴۸۷، ۴۸۸۔ امام حسن بصری، حضرت حماد مالک، امام شافعی، ابو الثور، اور ابن المنذر کے نزدیک ایک بار کا اقرار بھی حد جاری کرنے کے لیے کافی ہے دیکھئے، المدونہ جلد ۴، ۳۸۳۔ کتاب الام للشافعی، الشرح الکبیر للمقدسی جلد ۱۰، ص ۱۹۰، الجواہر النقی لابن الترکمانی المتوفی ۷۴۵ھ مع السنن الکبری لابی بکر احمد علی البیہقی م ۴۵۸ھ دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن جلد ۸ ص ۲۲۵، ۲۲۸۔

۴۵ بخاری ومسلم ومسند الامام الاعظم ص ۱۵۰ تا ۱۶۱، سنن ابن ماجہ جلد ۱، ص ۱۰۳، ترمذی ابواب الحدود جلد ۱ ص ۱۱، ۱۲، ۷۱، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار، للقاضی محمد بن علی محمد الشوکانی جلد ۱، المتوفی ۱۲۵۵ھ المطبوع بمصر جلد ۷، ص ۲۶۵، ۲۶۷، فتاوی قاضی خاں جلد ۴ ص ۴۷۷، جلد ۲ ص ۴۸۸، ۴۸۹، اور الشرح الکبیر للمقدسی میں ہے ویعتبر فی الصحۃ الاقرار ان یذکر حقیقۃ الفعل لتزول الشبھۃ اور امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

وقد جاء تلقین الرجوع عن الاقرار بالحد

marfat.com

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عن الخلفاء الراشدین و من بعدھم واتفق العلماء علیہ۔

ترجمہ:۔ حدود کے معاملہ میں اقرار سے رجوع کی تلقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور حضور کے بعد اسی پر خلفاء راشدین کا عمل رہا، اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔

ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ادرأوا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان لہ مخرج فخلوا سبیلہ فان الامام ان یخطیٔ فی العفو خیر من ان یخطیٔ فی العقوبۃ

ترجمہ:۔ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو۔ اگر اس کے لیے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔ امام کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے۔

ترمذی ابواب الحدود باب ما جاء فی درأ الحدود، جلد ۱، ص ۱۷۱، ۱۷۲ مطبوعہ لاھور۔

سنن ابن ماجہ میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ______ (روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) جہاں تک ہو سکے وہاں تک حدود کو رفع کرو، سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۱۰۳۔

۴۶ بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۶۱۔ ہدایہ جلد ۲، ص ۴۸۸، القدوری ص ۱۸۵۔ الفتاوی الہندیہ (عالمگیری) جلد ۲، ص ۳۲۸۔ تلخیص الحبیر جلد ۴ کتاب حد الزنا۔

۴۷ بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۶۱، ہدایہ جلد ۲، ص ۵۰۱، الفتاوی الہندیہ جلد ۲، ص ۳۲۸۔

۴۸ احکام القرآن، مصنفہ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد معروف بہ ابن عربی م ۵۴۲ھ مطبوعہ مصر جلد ۱، ص ۱۴۹، السنن الکبریٰ مصنفہ ابوبکر احمد بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ مع الجواہر النقی مصنفہ ابن ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن جلد ۸ ص ۲۳۰، ۲۳۱، بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۴۹، فتاوی قاضی خان جلد ۴ ص ۴۷۰، القدوری ص ۱۸۵، ہدایہ جلد ۲، ص ۴۸۰، الفتاوی الہندیہ جلد ۲، ص ۳۲۷، ابن قدامہ کی المغنی اور الشرح الکبیر للمقدسی میں شہادت زنا کی بہ سات شرطیں ہیں۔

ان یکونوا اربعۃ ______ گواہ چار ہوں

ان یکونوا رجالا کلھم سب مرد ہوں۔
الحریۃ ——— سب حُر ہوں
العدالۃ ——— سب عادل ہوں
ان یکونوا مسلمین ——— سب مسلمان ہوں
ان یعفوا الزنی ——— حدِ زنا سے پاک ہوں
مجئ الشھود کلھم فی مجلس واحد۔
اور سب ایک ہی مجلس میں شہادت گزاریں۔
المغنی لابن قدامہ جلد ۱۰ ص ۱۷۵، ۱۷۶، الشرح الکبیر للمقدسی جلد ۱۰، ص ۱۹۵، ۱۹۸۔

۴۹ حدود کے باب میں شہادت کا حکم عام شہادتوں سے مختلف ہے۔ اس سلسلے میں آگے بحث آ رہی ہے اور حدود کی شہادتوں میں کس قدر احتیاط رکھی گئی ہے، وہ بھی بندوں کو مصائب سے بچانے کی خدائی رحمت بھری اسکیموں میں سے ایک ہے۔ بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۴۷ ص ۴۸، الفتاوی الہندیہ جلد ۲، ص ۳۳۳، الشرح الکبیر للمقدسی جلد ۱۰ ص ۱۹۹، ۲۰۰، بیہقی جلد ۸، ۲۳۴، ۲۳۵، کتاب الام للشافعی جلد ۶ ص ۱۲۲، ۱۲۳، المغنی للقدامہ جلد ۱۰ ص ۱۷۹۔

۵۰ ہدایہ جلد ۲ ص ۵۰۳، الفتاوی الہندیہ جلد ۲، ص ۳۳۵، بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۵۹، فتاوی قاضی خان جلد ۴ ص ۴۷۸، اختلافی مباحث کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الام للشافعی جلد ۷، ص ۱۴۱۔

۵۱ فتاوی قاضی خان جلد ۴، ص ۴۷۸، علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا کہ گواہوں کی حد قذف ماری جائے گی، یہی قول عبداللہ بن حسن کا ہے ——— اختلاف الفقہاء للطحاوی جلد ۱ ص ۱۴۶

۵۲ فتاوی قاضی خان جلد ۴ ص ۴۷۴، الفتاوی الہندیہ جلد ۲ ص ۳۳۳، بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۴۸۔

۵۳ الفتاوی الہندیہ جلد ۲ ص ۳۲۷۔

۵۴ بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۴۸، ۴۹۔ بیہقی جلد ۸ ص ۲۳۵، فتاوی قاضی خاں، جلد ۴ ص ۴۷۶، ہدایہ جلد ۲ ص ۵۰۱، ۵۰۲، الفتاوی الہندیہ جلد ۲، ص ۳۳۴۔

۵۵ ہدایہ جلد ۲ ص ۴۹۱، ۴۹۲، الفتاوی الہندیہ جلد ۲ ص ۳۲۸، نیل الاوطار جلد ۷، ص ۲۵۶، ۲۵۹۔ المیزان الشریعۃ الکبری للعلامہ عبدالوہاب الشعرانی جلد، ص ۱۷۳، الشرح الکبیر

marfat.com

المقدسی میں احصان کی سات شرطیں مرقوم ہیں
۱۔ الوطی فی القبل ۔ ۲۔ ان یکون فی النکاح ۔
۳۔ ان یکون النکاح صحیحاً ۔ ۴۔ الحریۃ ۔ ۵۔
البلوغ ۔ ۶۔ العقل ۔ ۷۔ ان یوجد الکمال فیہا
جمیعاً حال الوطء بر فیطأ الرجال العاقل الحر امراۃ
عاقلۃ حرۃً ، جلد ۱۰، ص ۱۵۸، ۱۶۱ ۔ یہی شرائط
المغنی للقدامہ میں بھی مرقوم ہیں اور بدائع الصنائع
میں آٹھویں شرط "الاسلام" کا اضافہ ہے جلد ۷
ص ۳۷ ۔

۵۶ الفتاوی الہندیہ جلد ۲ ص ۳۲۸،
فتاوی قاضی خان جلد ۴ ص ۴۷۹، المدونۃ
الکبری للامام مالک بروایت امام سحنون تنوخی
عن الامام عبدالرحمن بن قاسم جلد ۴، ص ۳۹۰
واضح رہے کہ امام مالک عورتوں کی شہادت
کو احصان میں بھی قابلِ قبول نہیں سمجھتے ۔

۵۷ فتح القدیر للشوکانی جلد ۴ ص ۳،
بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۵۷، فتاوی قاضی
خان جلد ۴ ص ۴۷۸، میزان الشریعۃ الکبری
ج ۲ ص ۱۷۳، ۱۷۴ ۔ الفتاوی الہندیہ جلد ۲،
ص ۳۲۹، احکام القرآن للجصاص الرازی
جلد ۲ ص ۳۰۵، ۳۰۶، کتاب الام للشافعی
جلد ۶ ص ۱۲۱، ۱۲۲ ۔ الرسالۃ للشافعی ص ۱۲۸،
۱۳۷ ۔

۵۸ ابن ماجہ باب النہی عن اقامۃ الحدود
فی المسجد جلد ۲، ص ۱۱۸، بدائع الصنائع جلد ۷،
ص ۶۰، اختلاف الفقہاء للطحاوی جلد ۱،
ص ۱۴۹، کتاب الام للشافعی جلد ۷، ص ۱۰۵،

۵۹ احکام القرآن لابن العربی المعافری جلد ۲
ص ۸۴، ۸۵، الفتاوی الہندیہ جلد ۲ ص ۳۲۹،
بدایۃ المجتہد جلد ۲ ص ۳۶۶، المغنی ج ۲ ص ۱۳۷،

۶۰ صحیح مسلم مع شرحہ للنووی جلد ۲، ص ۶۹،
نیل الاوطار جلد ۷، ص ۲۸۲، بدائع الصنائع جلد ۷
ص ۶۰، ہدایہ جلد ۲ ص ۴۹۰، فتاوی قاضی خان
جلد ۴ ص ۴۸۰، ۴۸۱، الفتاوی الہندیہ جلد ۲
ص ۳۲۹، قدوری ۱۸۵، کتاب الام جلد ۵
ص ۱۷۶ ۔

۶۱ القرآن، البقرہ ۱۴۰/۲

۶۲ " " ۲۸۲/۲

۶۳ " الطلاق ۲/۶۵

۶۴ ترمذی، ابواب الحدود، باب
ماجاء فی درء الحدود جلد ۱ ص ۱۱، ۱۲، ۱۷،
مطبوعہ لاہور ۔

marfat.com

اظہار جرائم کے بارے میں ارشاد رسول ہے:

من اتی شیئا من ھذہ القاذورات فلیستتر بستر اللہ فان ابدی لنا صفحتہ اقمنا علیہ کتاب اللہ۔ احکام القرآن للجصاص

ترجمہ: تم میں سے جو ان گندے کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کر بیٹھے تو اللہ کے ڈالے ہوئے پردے میں چھپا رہے، لیکن وہ اگر ہمارے سامنے اپنا پردہ کھولے گا تو ہم اس پر قرآنی قانون نافذ کریں گے۔

۶۵۔ سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۱۰۳

۶۶۔ ایضاً

۶۷۔ ایضاً

۶۸۔ کنز العمال جلد ۲ ص ۸۶

۶۹۔ فتح القدیر جلد ۵ ص ۵

۷۰۔ القرآن، النور ۲۴/۱۹

۷۱۔ سنن ابن ماجہ، باب ۱۴۲ من اظہر الفاحشۃ جلد ۲ ص ۱۰۸

۷۲۔ احکام القرآن للجصاص جلد ۳، ص ۲۸۲

۷۳۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲ ص ۸۸/ ۸۹/ فتوح البلدان للبلاذری ۳۵۳۔ تاریخ الطبری جلد ۴ ص ۲۰۷/ احکام القرآن للجصاص جلد ۳، ص ۲۸۲

۷۴۔ جامع ترمذی جلد ۱، ص ۲۶،

۷۵۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۸۶

۷۶۔ کتاب الآثار للامام محمد، ص ۹۱

۷۷۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۸۷،

۷۸۔ جامع ترمذی باب ماجاء فی المرأۃ اذا اشتکرت علی الربا، جلد ۱ ص ۲۶، ۲۷،

۷۹۔ جامع ترمذی باب ماجاء فی الرجم علی الثیب کفارۃ لاہلہا جلد ۱ ص ۱۶،

۸۰۔ جامع ترمذی باب ماجاء ان الحدود کفارۃ لاہلہا جلد ۱، ص ۲۰،

۸۱۔ سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۱۱۵

۸۲۔ سنن ابن ماجہ باب تلقین السارق، ص ۱۱۷،

۸۳۔ حجۃ اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی، ص ۶۲۹،

۸۴۔ سنن ابن ماجہ باب الشفاعۃ فی الحدود جلد ۱، ص ۱۰۳/ جامع ترمذی جلد ۱ ص ۱۵،

۸۵۔ حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۲۹

۸۶۔ سنن ابن ماجہ باب العبد یسرق جلد ۱ ص ۱۱۵

marfat.com

۸۷ سنن ابن ماجہ باب لا یقام فی تمر ولا کثر جلد ا، ص ۱۱۵

۸۸ سنن ابن ماجہ باب العبد یسرق جلد ا ص ۱۱۶

۸۹ محلّی جلد ۱۱ ص ۱۵۸

۹۰ القرآن ، الفرقان ۲۵/ ۶۸

۹۱ " ، الممتحنہ ۶۰/ ۱۲

۹۲ " ، النساء ۴/ ۱۳

۹۳ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ، ص ۳۸

۹۴ مشکوٰۃ المصابیح ، باب الکبائر

۹۵ " " " "

۹۶ صحیح البخاری باب اثم الزناۃ

۹۷

۹۸ الترغیب والترہیب للمنذری ج ۴ بحوالہ عن یحییٰ۔

۹۹ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الحدود

۱۰۰ احیاء علوم الدین للغزالی جلد ۲، ص ۱۵۳

۱۰۱ احیاء جلد ۳، ص ۱۵۵

۱۰۲ القرآن ، المومن ۴۰/ ۱۸/ ۱۹

۱۰۳ " ، الانعام ۶/ ۶۰

۱۰۴ احیاء جلد ۳ ص ۱۵۸ مطبوعہ لاہور

۱۰۵ " " " " "

۱۰۶ حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۵۰۴ مطبوعہ اصح المطابع / حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ لاہور

ص ۱۰۸

۱۰۷ کتاب خروج باب ۲۲ آیت ۱۶، ۱۷

۱۰۸ استثناء باب ۲۲ آیت ۲۸، ۲۹

۱۰۹ Arerg nams P. 319, 320

۱۱۰ احبار ، باب ۲۰ آیت ۱۰

۱۱۱ استثناء ، باب ۲۲ آیت ۲۲

۱۱۲ استثناء ، باب ۲۲ آیت ۲۳ تا ۲۶

۱۱۳ یوحنا ، باب ۸ آیت ۱ تا ۱۱

۱۱۴ منو کی دھرم شاستر ادھیائے ۸ اشلوک ۳۶۵ / ۳۶۶

۱۱۵ منو کی دھرم شاستر ادھیائے ۸ اشلوک ۷، ۳۔

۱۱۶ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس / ایڈیٹ بائی جیمس ہیسٹنگیس ٹاپک کرائمس اینڈ پنشمنٹ جلد ۴۔

۱۱۷ سنن ابن ماجہ ، باب رجم الیہودی والیہودیہ جلد ۲، ص ۱۰۷

۱۱۸ القرآن ، المائدہ ۵/ ۴۵

۱۱۹ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد ۴

۱۲۰ المراد بالاحصان باجماع العلماء ان یکون حرًا عاقلًا بالغًا مسلمًا عفیفا غیر متہم بالزنا تفسیر مظہری " للعلامۃ ثناء اللہ

marfat.com

البانی بتی علیہ الرحمہ تحت آیت سورہ النور رقم ۴
۱۲۱ القرآن ، النور ۲۴/۴، ۵
۱۲۲ خزائن العرفان تحت آیت نور رقم ۴، ۵
۱۲۳ القرآن ، النور ، ۲۴/۹!
۱۲۴ القرآن ، النور ، ۲۴/۲۴/۲۵
۱۲۵ " " ۲۴/۲۱
۱۲۶ سنن ابن ماجہ جلد ۱ ، ص ۱۱۰
۱۲۷ حجۃ اللہ البالغۃ ص ۶۲۲
۱۲۸ الفرقان ، المائدہ ۵/۳۸
۱۲۹ حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۲۴ تا ۲۲۶
۱۳۰ سنن ابن ماجہ باب ۱۵۹ من سرق
من الحرز جلد ۲ ص ۱۱۶
۱۳۱ سنن ابن ماجہ باب السارق یعترف
جلد ۲ ص ۱۱۵
۱۳۲ رواہ ابوداؤد والنسائی / جمع الفوائد
جلد ۱ ص ۲۹۰
۱۳۳ رواہ ابوداؤد ونسائی / جمع الفوائد جلد ۱
ص ۲۹۰
۱۳۴ رواہ ابوداؤد ونسائی / جمع الفوائد ،
جلد ۱ ص ۲۹۰
۱۳۵ کتاب خروج باب ۲۲ آیت ۲

۱۳۶ استثناء ، باب ۲۴ آیت ۷
۱۳۷ القرآن ، المائدۃ ۵/۳۳
۱۳۸ سنن ابن ماجہ باب ۱۵۱ من حارب
وسعی فی الارض فساداً ، جلد ۵ ، ص ۱۱۳
۱۳۹ حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۳۹
۱۴۰ القرآن ، البقرہ ، ۱۷۸/۱۷۹
۱۴۱ الاسراء ، ۱۷/۳۳
۱۴۲ خزائن العرفان تحت آیت الاسراء
رقم ۳۳/۴۱۳
۱۴۳ القرآن ، النساء ۴/۹۲/۹۳
۱۴۴ سنن نسائی ، باب "تعظیم الدم"۔
جلد ۳ ، ص ۸۵ تا ۹۰ ، مطبوعہ لاہور
۱۴۵ احکام القرآن للجصاص مطبوعہ مصر
جلد ۱ ص ۱۵۶
۱۴۶ الدرایۃ فی تخریج الہدایۃ جلد ۲ ص ۵۱۴
۱۴۷ سنن نسائی ج ۳ ص ۳۱۶
۱۴۸ سنن ابن ماجہ الواب الحدود ، باب
لا یحل دم امرء مسلم الا فی ثلاث جلد ۱ ص ۱۰۱
۱۴۹ سنن ابن ماجہ ، الواب الحدود ، باب
لا یحل دم امرء مسلم الا فی ثلاث جلد ۱ ص ۱۰۱
۱۵۰ سنن ابن ماجہ ، الواب الحدود ، باب

marfat.com

لا یحل دم امرء مسلم الا فی ثلاث جلد ا ص ۱۰۱

___ حجۃ اللہ البالغۃ ص ۶۲۹

___ القرآن ، المائدۃ ۵/۹۰

___ " ، البقرہ ۲/۲۱۹

___ القرآن ، النساء ۴/۴۳

___ حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۲۷، ۶۲۸،
ص ۶۲۹-

___ القرآن ، الانعام ۶/۱۶۰

marfat.com

باب پنجم

اسلامی انقلاب امن اور مصائب رسول

مقاصد کی بلندی مصائب کی زیادتی کو مستلزم ہے۔ عالم انسانیت کو امن کا گہوارہ بنانے کا عظیم ترین مقصد لانے والے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام امنِ عالم کے اساسی مرحلوں میں خود کن جاں گسل مراحل اور مشکلات و مصائب کا سامنا کیا وہ بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ عام دنیاوی تحریکوں کے بانیوں جیسا نہ تھا بلکہ خالص خدائی اصولوں پر قائم تھا۔ اسی لیے آپ نے اپنی عملی زندگی میں زہرہ گداز تکالیف کو بھی نہایت خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا۔ خود ارشاد فرما ہیں:

وَاُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ مَالَمْ یُوْذَ اَحَدٌ قَبْلِیْ ۔ (القرآن)	راہِ خدا میں جس قدر مجھے اذیت دی گئی پہلے کسی اور کو ایسی تکلیف نہیں دی گئی۔

یہ معاملہ اس ذاتِ گرامی کے ساتھ روا رکھا گیا۔

—— جس نے سارے اولادِ آدم کو امن و سلامتی اور اتحاد و محبت کا پیغام عطا فرمایا۔

—— ذِلت و نکبت کی زنجیریں جو رنگ، نسل، قومیت اور زبان کے نام پر عام تھیں۔ توڑ ڈالیں۔

—— انسانیت کے نصف آخر (عورت) کو چوپایوں اور جانوروں کے قبیل سے نکال کر باوقار بنایا، اور حقوق قائم کیے۔

marfat.com

غلامی کی لعنت سے انسانوں کو آزاد کر کے بنی نوع آدم کی عزت بڑھائی۔
جس نے انسان تو انسان حیوانوں، چوپایوں اور نباتات تک کے حقوق کی نگہداشت کی تعلیم دی۔
ظلم و بربریت اور خون ریزی جیسی لعنتوں کی جڑیں کاٹ ڈالیں۔
ایسا نظام محکم برپا کیا، جس کا نفاذ امن و سلامتی کی ضمانت، اور ظلم و تعدی کے خاتمے پر منتج ہوتا ہے۔
غزوۂ بدر میں خونریزی کرنے والے جنگی قیدیوں کے ہاتھوں میں بندھی ہوئی رسی کی بندش سخت ہونے سے جس رسولِ رحمت کو رات بھر نیند نہ آئی۔
پیارے چچا حمزہ کے قاتل اور کلیجہ چبانے والی خاتون کو جنھوں نے یک لحت معاف کر دیا۔
تین تین روز تک شکمِ مبارک پر صبر کر کے پتھر باندھ کر جو امن و سلامتی کے کاموں میں شب و روز مصروف رہا۔
دنیا والوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس ذاتِ گرامی نے اپنی رحمت و رافت کی چادر میں انھیں کس طرح چھپایا۔ یہ مناظر بھی نگاہِ عبرت کے لیے دیدنی ہیں۔

جب آپ نے اسلام کی دعوت دی

مکہ کے جاہلی ماحول میں جہاں نہ کوئی مکتب و مدرسہ تھا نہ دارالعلوم نہ ہی اسکول و کالج اور یونیورسٹی، رسولِ گرامی قدر حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داغِ یتیمی اٹھائے ہوتے، محض ربانی حفاظت و صیانت پر پروان چڑھتے ہیں، مکہ کا ماحول زنا، شراب، فحش ناچ گانے اور جنگ و جدال کا ماحول ہے۔ مگر آپ اِن سب منکرات سے الگ تھلگ، نہایت پاکیزہ اور روشن زندگی گزار رہے ہیں۔ اور چالیس سال کا طویل عرصہ اہل مکہ کی نگاہوں کے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے جس کے کسی ایک لمحہ

marfat.com

میں بھی آپ کا قدم استقلال شرافت و نجابت کے معیار سے فروتر نہیں ہوتا۔ اور جب وہ وقتِ سعید آن پہنچا کہ رب کائنات نے آپ پر نزول وحی کا سلسلہ شروع کیا اور ایک دن وہ بھی آیا جب توحید کے اعلانِ عام کا ربانی حکم آن پہنچا۔

سلسلۂ وحی کا آغاز ہونے کے بعد تین سال تک پیغمبر امن و سلامتی حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام کی تبلیغ و اشاعت نہایت خاموش طریقہ پر کرتے رہے اس مدت میں متلاشیانِ حق کی تعداد تقریباً چالیس تک پہنچ گئی۔ اس دور میں حضرت ارقم کا مکان جو پہاڑی کے دامن میں تھا اسلامی تحریک کا مرکز تھا ——— اسی الگ تھلگ معمولی گھر کی چار دیواری میں سابقین و اولین مقدس صحابہ نے اپنی ارواح قلوب میں خدا کی توحید کا نور بسایا۔ اور برکات و حسنات نبوت سے دلوں کی دنیا میں انقلاب اعظم پیدا کرنے والی شعاعوں کا ظہور رہا۔ صحابۂ کرام کفار قریش کی معاندانہ حرکتوں سے شکستہ خاطر ہو کر جب دارِ ارقم کے گہوارے میں قدم رکھتے اور ان کے قلوب واذہان پر رحمت و رافت والے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم وحی و الہام کی زبان سے مرہم رکھتے تو ان کی شکستہ ہمتیں جبلِ شامخ کی طرح مضبوط ہو جاتیں۔ افسردہ دلی ہمت و شجاعت میں بدل جاتی۔ جب کوئی زبان دشمنان کے زخم سے بلک کر وہاں پہنچا۔ اور نبوی ارشادات نے اپنے کرمِ خاص سے اندمال فرمایا۔ پھر وہ سو سو جان سے قربان ہونے کا حوصلہ پا گیا۔ مکہ کے گھناؤنے اور فاسد ماحل میں یہ مکان گویا امن و سلامتی کی قندیل بن کر ابھر رہا تھا۔ سر جھید و باادب انکسار و تواضع کے مجسمے مکان کے دروازے سے نکلتے۔ اور قرآن و نبوت کے انوار گھر گھر پہنچاتے۔ یہیں نماز باجماعت ہوتی، اور مزکی و مطہر رسول تطہیر قلوب فرما کر ایک پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل کے لیے افراد کی تراش خراش کرتے۔ تاکہ یہ دنیا میں امن و انسانیت کے ابدی پیغام کو پہنچانے کے لائق بن جائیں۔ صحابہ وہاں دل شکستہ آتے اور حوصلوں اور امنگوں سے سرشار لوٹتے۔ بے مایہ پہنچتے اور دین و دانش کا سرمایہ لے کر واپس

marfat.com

آتے ۔ زخم خوردہ آتے اور راہِ حق میں سر بکف برآمد ہوتے ۔ اس تین سالہ زمانہ نے ایمان و اسلام کی دولت سے سرفراز ہونے والے پہلے مقدس گروہ کو صحبتِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کا گداز عطا کرکے انھیں توحید کے رنگ میں پختہ کر دیا ۔

۹ قبلِ ہجرت / ۶۱۴ء تک اسلامی تحریک زیر زمین رہی اور اس کے بعد حق تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا ۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ [۲] (القرآن)	آپ کو خدا کی جانب سے جو حکم ملا ہے اس کا اظہار کر دیجئے اور مشرکوں سے بے پرواہ ہو جائیے ۔

اِس سلسلہ میں دوسرے مقام پر ارشادِ رب العالمین ہوا ۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [۳] (القرآن)	اپنے اہل قرابت کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیے اور جو مومن آپ کا اتباع کریں ان سے عجز و تواضع سے پیش آئیے ۔

دعوتِ اسلام کا پہلا مرحلہ

اسلام کے اعلانِ عام کا آغاز آپ نے اوّلاً اپنے دولت کدہ پر خاندانِ بنو ہاشم کو دعوتِ طعام کے ساتھ کیا تھا ۔ دعوتِ طعام میں چالیس کے قریب افراد شریک تھے ۔ ضیافت کے بعد آپ نے کچھ فرمانا چاہا مگر ابولہب کے طنز و تمسخر اور بیہودہ باتوں نے محفل کو بدمزہ کر دیا ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے میں کوئی سنجیدہ گفتگو پیش کرنا خلافِ مصلحت سمجھا ۔ اور دوسری شب پھر ضیافت کی ۔ اور ارشاد فرمایا :

"میں خدا کی جانب سے وہ شئی لایا ہوں جو دین و دنیا دونوں کی جامع ہے ۔ اس سے احسن و افضل چیز شاید ہی کوئی لایا ہو ، مجھے پروردگارِ عالم کی جانب سے حکم ہوا ہے کہ آپ سب کو اس کی طرف بلاؤں ۔ فرمائیے !

marfat.com

"یہ اہم ذمہ داری نبھانے میں آپ حضرات میں سے کون میرا تعاون کرے گا۔؟"
محفل پہ سناٹا تھا، اور کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر اس سکوت کو مجلس کے سب سے کم سن حضرت علی بن ابی طالب نے توڑا۔

"یارسول اللہ! اگرچہ مجھے آشوب چشم ہے، اگرچہ میری ٹانگیں تپلی ہیں اور میں سب سے کم عمر ہوں، مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

یہ سُننا تھا کہ سب مخالفین مذاق اڑانے لگے۔ اور طنز و تمسخر کے نوکیلے تیروں سے پیغمبر امن وسلامتی کو زخمی کرتے ہوتے چلے گئے۔ مگر مہبطِ وحیِ ربانی ذات، ان کچوکوں اور ستم رانیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے رہ گئی۔

جبلِ صفا سے دعوتِ اسلام

اِس کے بعد جب سورۂ حجر کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوہِ صفا پر تشریف لے گئے۔ اور قریش کے قبائل کو نام بنام آواز دے کر بلایا اور لوگ جمع ہو گئے تو فرمایا۔

"اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ (کوہِ صفا) کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرو گے؟ ——— انھوں نے جواب دیا: نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا ——— ہاں! آپ ہمیشہ ہمارے تجربے میں سچے ثابت ہوتے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میں تم میں نذیر (ڈر سنانے والا) ہوں، کہ تمہارے لیے سخت عذاب ہے۔ (اگر اسی طرح تم اپنے کفر پر قائم رہے) یہ سن کر ابولہب بڑبڑایا۔

تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا۔ تیرے لیے سارے دن موجبِ ہلاکت وبربادی ہوں کیا تُو نے ہمیں اسی واسطے جمع کیا تھا۔ اس کے بعد کفر و شرک کے علمبردار، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سبّ طعن کرتے ہوتے

marfat.com

منتشر ہو گئے۔ ۵

قابلِ غور ہے کہ ضلالت و گمراہی میں ڈوبی ہوئی قوم کس طرح حق و صداقت اور امن و محبت کے پیغام سے بدک رہی ہے۔ ان کے رُو برو چالیس سالہ اسوۂ حسنہ روشنی کا تابناک مینار کھڑا ہے اور کوئی مشرک ثابت نہیں کر سکتا کہ پیغمبرِ امن و سلامتی نے خلاف حق کوئی قدم اٹھایا ہو، یا کبھی ایک جملہ زبان سے نکالا ہو۔ بلکہ حرب فجار کے موقع پر انسانی خون کی بربادی سے اہل مکہ کو بچانے والے آپ ہی ہیں اور تعمیرِ خانۂ کعبہ کے موقع پر جب حجرِ اسود کو اس مقام پہ نصب کرنے کا مرحلہ قریش کے قبائل میں انتشار و افتراق کی بنیاد بنا ہوا تھا۔ اور ہر قبیلہ اس شرف کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کر رہا تھا، قریب تھا کہ تلواریں نیام سے باہر آجاتیں اور خون خرابہ ہو جاتا۔ امن و سلامتی کے داعیٔ حقیقی نے تدبر و حکمت کے ذریعے اس مسئلہ کی بھی عقدہ کشائی فرما دی۔ الغرض اجتماعی و انفرادی کوئی ایسا مرحلہ نہیں، جب آپ کی ذات پر انگشت نمائی کی راہ وا ہوئی ہو۔ مگر وہی امین و صادق جب عالمِ غیب کے اسرار اور وحیٔ الٰہی کا پیغام سناتا ہے تو ماحول آگ بگولہ ہو جاتا ہے۔

ان عام ذہنوں کے لیے بھی اس واقعہ میں بے پناہ عبرتیں ہیں، جو اسلام کو کسی دنیاوی تحریک کے رنگ میں دیکھتے ہیں کہ اس پیغام کا داعی سردار قبیلہ ہے اور نہ کوئی دولت و ثروت والا نہ ہی جاہ و منصب کا مالک، دنیاوی عوامل میں نہ اسے اپنے خاندان اور اہلِ قرابت کی تائید ہی حاصل ہے ——— اور ایسا بھی نہیں کہ اس کے کوئی اولادِ نرینہ باقی ہو (معاذ اللہ) جس کے لیے وہ کوئی تحریک چلا رہا ہو۔ خاندان اور قبیلے میں جنھیں معزز خیال کیا جاتا تھا وہ کھلے بندوں مخالف ہو گئے۔ جو اہلِ ثروت تھے وہ دشمنی پر کمربستہ، جنھیں مکے کی سرداری حاصل تھی وہ مخالف تحریک کے سربرآوردہ ہاں محض تحریکِ امن و اسلام کی حقانیت اور صداقت کی کشش تھی جو صاف قلوب کو منور کرتی جا رہی تھی۔

معاشرتی مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ)

رسولِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انسانیت کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ فاضلہ سے دنیا کو روشناس کرانے آتے تھے۔ اور جب روشن انقلاب رونما ہوتا ہے تو ظلمت کا جمود اس کی مخالفت ضرور کرتا ہے۔ آپ ربِ کائنات کے پیغامات میں مصروف تھے۔ اور ادھر امن و انسانیت کے دشمن آپ کی ایذار رسانی کے ہر ممکن راستے پر سرپٹ دوڑ رہے تھے متواتر مظالم سے تنگ آکر حکمِ ربانی کے مطابق مسلمانوں کے دو گروہ حبشہ ہجرت کر چکے تھے اور بیرونِ ملک بھی مکے کے سرداروں کو ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ ان متواتر شکستوں سے جز بز ہو کر مخالفین اپنی چیرہ دستیوں میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حامیوں کا معاشرتی مقاطعہ (SOCIAL BOYCOTT.) کر دیا۔ تحریکِ اسلام کو کمزور بنانے اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناکہ بندی کا یہ ہولناک پروگرام ہر سنجیدہ انسانی ضمیر کو جھنجھوڑ دیتا ہے کہ امن و صداقت کی قندیلیں جب برآمد ہوتی ہیں تو شیاطین الانس والجن کی جانب سے کیسے کیسے طوفانی جھکڑ انہیں بجھانے کے لیے کمربستہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس ہولناک منصوبہ کو محرم ۷ نبوی ۶۱۵ء میں تمام قبائل نے باتفاق مرتب کیا۔ بنیض بن عامر بن ہاشم نے اپنے ہاتھ سے اُسے لکھا اور چاند رات کو خانہ کعبہ کی اندرونی دیوار پر آویزاں کر دیا گیا۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس منحوس تحریر کے کاتب کو رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل کی آہ لگ گئی۔ اور اس کے دونوں ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ منصور بن عکرمہ نے لکھا تھا اور یہ واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا۔

اس معاہدہ نے تمام قریشی قبائل کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤیدین اور بنی ہاشم کے خلاف پابند کر دیا تھا کہ کوئی اس کی خلاف ورزی کر کے آپ کا حمایتی نہ بنے، نتیجتاً اسلام کی تحریک (معاذ اللہ) دم توڑ دے۔ خود بنی ہاشم کا فرد ابولہب و عبدالعزیٰ بن عبد المطلب

marfat.com

اس کا مؤید تھا۔ اس معاہدے کی بڑی بڑی شقیں یہ تھیں۔

۱۔ اگر بنی ہاشم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے ہمارے حوالے نہیں کرتے تو ان کا مکمل معاشرتی بائیکاٹ کیا جائے۔

۲۔ ان سب کے ساتھ رشتے ناطے کے تعلقات کاٹ لیے جائیں۔

۳۔ ان کو نہ کچھ بیچا جائے نہ ہی ان سے کچھ خریدا جائے، اور نہ ان سے کسی چیز کا لین دین کیا جائے۔

۴۔ ان کے لیے کھانے پینے کی اشیاء فراہم نہ کی جائیں، اور فراہمی کا ہر راستہ بند کر دیا جائے۔

۵۔ ان سے میل جول ربط و ضبط کو یکسر ختم کر دیا جائے۔

۶۔ انھیں اس پہاڑی گھاٹی میں محصور رکھا جائے۔ گلی بازار میں گھومنے پھرنے نہ دیا جائے۔

زہرہ گدازیاں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے ہمنواؤں اور مؤیدین کے لیے یہ مقاطعہ نہایت زہرہ گداز، صبر آزما اور شکیب فرسا تھا۔ آپ اور آپ کے اہلِ بیت، صحابہ اور جانبازانِ رسول نیز آپ کی حمایت سے دست بردار نہ ہونے والے افراد بنو ہاشم ظلم کے اس شکنجے میں کسے گئے اور تین سال کا عرصہ آزمائش اور امتحان میں گزارا جس کا ہر دن روزِ ابتلا۔ اور ہر رات شبِ غم تھی۔ اسے بھی تائیدِ ایزدی کہیں گے کہ اُمّ المؤمنین سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اس قیامت آشوب عرصہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی دولت و ثروت دل کھول نچھاور کی۔ ان لوگوں پر شہر کا دروازہ بند تھا اور باہمی تعلقات، خرید و فروخت، لین دین پر سخت پہرہ لگا ہوا تھا۔ ابوطالب کی گھاٹی میں شیدائیانِ اسلام شمع رخ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد محصور رہتے۔ البتہ سال بھر میں جب زمانۂ حج آتا تو قدیم اصول قریش کے مطابق ان محصورین پر سے بھی پابندیاں اٹھ جاتیں اور آپ باہر سے آنے والوں میں اسلام کی دعوت دے کر پہنچتے۔

marfat.com

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ :۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ اور اعزہ کی یہ اسیری اور محبوسی کا زمانہ اتنا سخت تھا کہ محصورین پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا۔ ان لوگوں تک کھانے پینے کی چیزیں نہ پہنچ سکتی تھیں۔ کبھی کبھار کسی کے دل میں جذبۂ ہمدردی بیدار ہوتا اور ڈھکے چھپے غلہ یا خورد و نوش کا سامان کسی طرح پہنچا بھی دیتا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بہن کے لڑکے حکیم بن حزام بن خویلد ایک بار گیہوں کی ایک گٹھری ایک لڑکے کے سر پر اٹھواتے گھاٹی میں پہنچے۔ ابوجہل بن ہشام نے دیکھ لیا، اور جھپٹا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے میں مکہ والوں کو خبر کرتا ہوں، پھر تمہیں رسوا ہونا پڑے گا۔ ابوالبختری نے سنا تو کہا، اس کی پھوپھی کا یہ غلہ میں نے بھیجا ہے، یہ میرے پاس رکھا تھا اسے لے جانے دو، مگر وہ نہیں مانا اور جھگڑا کرنے لگا ——— ابوالبختری نے غصے میں آکر اونٹ کی ہڈی دے ماری اور پیروں سے روند روند کر ابوجہل کو ادھ موا کر دیا۔ اور غلہ پہنچا دیا گیا۔"

مصائب کی بھٹی اور ایمان کا نکھار

تنگ دستی اور بھوک پیاس کے غلبہ سے محصورین بے تاب تھے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ تھا۔ ابوطالب کے ہاتھ بھی خالی ہو چکے تھے۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور صحابہ کرام بھی تنگ دست ہو چکے تھے۔ اور وادیٔ ابوطالب کے عقب سے بچوں کے رونے بلکنے اور آہ و زاری کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ کمزوری اور اضمحلال کے سبب لوگوں کا ایک دوسرے سے بات کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ اس عرصہ میں کسی کو اگر کوئی سوکھے چمڑے کا ٹکڑا مل جاتا تو وہ اسے چبانا شروع کر دیتا۔ بے آب و گیاہ علاقہ میں درخت اور گھاس بھی نہ تھی کہ اسے چگ لیا کرتے۔ اس حال زار سے مکہ کے باضمیر اور واردین کے قلوب پگھل رہے تھے۔ ادھر آزمائش اور فاقہ کشی کی بھٹی میں تپ کر اہل ایمان

marfat.com

کے قلوب اور مجلّٰی اور مصفّٰی ہوتے جاتے تھے، عزم و استقلال کی شمشیر پر صیقل لگتا جاتا تھا۔ اور رہوارِ شوق حوصلہ مندی میں مزید ترقی کر رہا تھا۔ ایسے میں وحیِ ربانی نے سارے مصائب کی بیڑیاں کٹنے کا مژدہ سُنایا کہ قریشی ظلم و تشدد کا جو عہد نامہ دیوارِ کعبہ سے لٹکا ہوا تھا اس پر قدرت نے دیمک مقرر کر دی تھی۔ جس نے ساری تحریر دل کو چاٹ ڈالا تھا۔ صرف ذکر اللہ باقی رہا ____ حی و قیوم خدا کا نام ____ جو لافانی اور لایموت ہے۔

ابو طالب نے حضور اقدس (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی زبانِ مبارک سے یہ مژدہ سُنا تو قریش کے پاس گئے اور بطور چیلنج کہا کہ میرے بھتیجے نے یہ دعویٰ کیا ہے (اور یقیناً اس نے کبھی کوئی غلط بات نہیں کہی) اگر یہ بات سچی نکلی تو تم لوگ اس سلسلۂ ظلم و تشدد سے باز آجاؤ۔ اگر غلط ثابت ہوئی تو میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اس پر وہ کفار بولے کہ "اب تم نے کچھ انصاف کی بات کی ہے۔"

سب نے کعبہ میں داخل ہو کر دستاویز کو دیکھا تو فرمانِ رسالت مآب کے عین مطابق صرف نام پاک اللہ باقی تھا۔ اور کفار و مشرکین کی ساری تحریروں کو دیمک نے کھا لیا تھا۔ دشمنوں نے شرم و ندامت سے اپنی گردنیں خم کر لیں۔ قبائل قریش آپس ہی میں ایک دوسرے کو مطعون کرنے لگے۔ مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن اسود، ابوالبختری بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ ایک ساتھ ہتھیار لگاتے۔ شعبِ ابی طالب میں آتے اور تمام محصورین کو اپنے اپنے گھروں کو جانے کے لیے کہا۔ ؎۶

ظلم و عدوان کا یہ سہ سالہ دَور بھی امن و انسانیت کے حقیقی پیامبر نے صبر و شکیب اور خندہ پیشانی سے گزار دیا۔ اور استقلال و عزیمت میں ذرہ بھر لرزش نہیں آنے دی۔

سیلابِ غم و آلام میں بھی اسلام کی کشتی پار لگی!
طوفان عزائم کھو بیٹھا موجوں کی روانی پست ہوئی (بدرؔ)

marfat.com

سفرِ طائف اور مصائب

رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سفرِ طائف بھی اخلاق سیرت میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ سفر آپ نے جمادی الآخرہ یا شوال (باختلاف روایت) اعلانِ نبوت کے دسویں سال ۶۲۰ء کو کیا۔ یہ بھی مدِ نظر رہے کہ آپ کے سب سے اہم خاندانی پشت پناہ چچا ابو طالب اور رفیقہ حیات ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ ماہِ رمضان المبارک میں محض ۲ یا ۵ دن کے وقفہ میں انتقال کر چکے ہیں۔ اگر سفر طائف کے سلسلے میں شوال کی روایت کو تسلیم کرکے دیکھا جاتے تو گویا مونس و غمخوار زوجہ اور مہربان چچا دونوں کی رحلت کا زخم ابھی تازہ ہی تھا۔ اور اس کے اندمال کے لیے ماہ و سال کا مرہم بھی فراہم نہیں ہوا تھا کہ اتنے میں مکے کی جاہلی سیاست نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا ــــ وہ یہ کہ ابو طالب کی موت کے بعد مشرکین نے ابولہب کو اپنا سردار بنا لیا ــــ اور ابولہب نے قلمدانِ سیاست سنبھالتے ہی سب سے پہلا اقدام یہ کیا کہ ــــ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بنی ہاشم کے زمرے سے خارج کر دیا ــــ ابولہب اور دار الندوہ پارلیمنٹ کا یہ فیصلہ وہاں کے مضطرب اور مفلوک الحال مسلمانوں اور خصوصاً رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں نہایت سنگین تھا۔ اس زمانے میں مکہ یا دوسرے مُدنِ عرب میں کوئی باقاعدہ حکومت تو نہیں تھی۔ مگر قبائلی نظام رائج تھا کہ ہر باعزت باشندہ کسی خاندان کا ممبر ہوتا۔ ایسا نہ ہونے کی صورت میں اسے کوئی بھی قتل کر سکتا تھا یا غلام بنا سکتا تھا ــــ ایسے شخص کی عزت، آزادی، مال و دولت گویا تمام حقوق غیر محفوظ ہوتے تھے۔ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد ــــ انسانیت اور امن کا منادی ــــ ماحول کی ستم کیشی کے ہاتھوں ایک بے آب و گیاہ ویرانے میں آن پڑا تھا ــــ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سینے میں وحی الٰہی کی شعاعوں سے دھڑکنے والا دل عزم و استقامت کی کتنی عظیم صلاحیت رکھتا تھا کہ آپ بے چارگی و نامساعدت، آفتوں اور متواتر پریشانیوں سے شکستہ ہونے کے بجائے اپنی مسئولیت کی تکمیل کے لیے جان کی بازی لگا دینے میں بھی دریغ نہیں فرماتے۔

دشواریوں میں گھر کے مردانِ حق نیوش ٭ خونِ جگر پلاتے ہیں عزمِ سلیم کو۔ (بدر)

طائف محلِ وقوع اور حالات

ایسے زہرہ گداز حالات میں آپ نے مکہ ہی جیسے ایک دوسرے شہر (طائف) کے باشندوں تک، اسلام کا پیغام امن وسلامتی پہنچانے کا ارادہ فرمایا۔ اِس سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ تھے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ طائف کے محلِ وقوع، تاریخ اور مذہبی حالات کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کر دی جائیں۔ ——— شہر طائف مکہ سے جنوب مشرق سیدھے چل کر ۶۵ میل یعنی ۱۰۴ کلومیٹر کے فاصلہ پر، منیٰ اور عرفات سے ہوتے ہوئے ملتا ہے۔ روایاتِ سیر بتاتی ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی راستے سے سفر بھی فرمایا تھا)، یہ جبل السرات کے سلسلہ پر واقع پہاڑی شہر ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی پانچ ہزار فٹ بتائی جاتی ہے، موجودہ طائف کا اہم حصہ غزوان نامی پہاڑی پر آباد ہے۔ موجودہ طائف ہی کا ایک حصہ "ثنناۃ" بھی ہے جو غزوان سے ڈھائی تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضور اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے زمانے کا طائف وہیں تک تھا۔ یہاں دو باغوں کے اندر دو مسجدیں بنی ہوئی ہیں، ایک کا نام مسجد علی، اور دوسری کو مسجد الحبشی کہتے ہیں۔ شہر کا حسن اور زیبائش ان اونچی پہاڑیوں کے باعث دورِ قدیم میں بھی دل کش تھا۔ جو ہر چہار جانب سے اُسے گھیرے ہوتے ہیں۔ پہاڑوں سے محصور اس مقام کو "وادیٔ وج" اور پہاڑ کو وج کہتے ہیں۔ طائف کی آب وہوا سرد وخشک ہے۔ باغات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ پھل فروٹ بہت ہوتے ہیں۔ انگور دَورِ نبوی میں بھی یہاں خوب ہوتا تھا اور یہیں سے مکہ کو بھیجا جاتا تھا۔ بارش بہت ہوتی ہے۔ سردی خوب پڑتی ہے کبھی برف بھی جمتی ہے، سردی کی شدت کے باعث یہاں کھجور نہیں پیدا ہوتی۔ ؎

دورِ جاہلیت میں مکہ ہی کی طرح طائف کو بھی مرکزیت حاصل تھی۔ سرداران مکہ اپنی

marfat.com

خود سری میں اگرچہ کسی کو شمار و قطار میں نہیں لاتے تھے۔ مگر اہل طائف کو وہ اپنا ہم پلہ تسلیم کرتے تھے۔ اس کا ثبوت وہ قول بھی ہے جو حضور اقدس (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب کرتے ہوئے اہلِ مکہ نے اپنی طرف سے کہا، اور اسے قرآن نے محفوظ کیا ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ	اور کہنے لگے یہ قرآن دونوں بستیوں
عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ	میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل
عَظِيْمٍ ؀ (القرآن)	نہیں کیا گیا۔

اس میں "قریتین" سے مراد مکہ اور طائف ہے ــــــ عہد نبوی سے قبل "لات" بت کی عبادت گاہ کی حیثیت سے بھی مشہور تھا۔ اس دور میں وہاں کا بااثر قبیلہ ثقیف تھا۔ طائف کے امرار دولت و ثروت اور خوشحالی کے سبب نہایت متکبر اور خود سر تھے۔ اور جاہلانہ نظام جاگیرداری کی آلودگیاں ان کے رگ و پے میں رچی بسی تھیں ــــــ دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرنے کے لیے ہر دور میں عدائی نمائندے وقت کے فرعون و نمرود سے نبرد آزما ہوتے آئے ہیں ــــــ اس سنت الٰہیہ کی بدرجہ اتم تکمیل سیرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں پائی جاتی ہے۔

شیشہ و تیشہ

آپ نے سردارانِ طائف سے گفتگو کی، انھیں اسلام کا پیغام پیش کیا۔ عبد یا لیل، مسعود اور حبیب فرزندانِ عمرو اس وقت سردار تھے۔ انہوں نے آپ کی دعوت اور تحریک پر غور و فکر اور تامل و تدبر کرنے کے بجائے، استہزار اور تمسخر کا سلوک کیا۔ حقارت و ذلت سے امن و محبت کے پیغام کو ٹھکرایا ــــــ ان سرداروں کے علاوہ شہر کے بااثر لوگوں کو بھی آپ نے مخاطب فرمایا ــــــ مگر ــــــ اس وقت نرم و نازک نبوی اسلوب تخاطب کی پنکھڑیوں کا وار صاف و شفاف ہیروں پر نہیں تھا، بلکہ جاہلی نظام شرک و تعصب کی بھاری چٹانوں پر تھا۔ جنھیں آہنی ہتھوڑے ہی چور کر سکتے تھے، سردارانِ ثقیف میں ایک نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: ــــــ

marfat.com

"کیا خدا کو اپنا رسول بنانے کے لیے تمہارے سوا کوئی اور نہیں ملا تھا۔ ؟"

دوسرے نے طنز کیا: ——

بخدا! میں تو ہرگز تم سے بات نہ کروں گا۔ کیونکہ اگر تم اپنے دعوی کے مطابق خدا کے پیغمبر ہو تو پھر تمہاری شان اس سے بہت بلند ہے کہ میں تم سے بولوں۔

اور اگر تم خدا پر الزام نگار رہے ہو، تو بہتان طراز سے اور میں بات کروں ؟"

الفاظ و گفتگو کے ان تیروں پر ہی بس نہیں کیا —— بلکہ میری سرداروں نے اوباش لڑکوں اور غلاموں اور غنڈوں کو منظم کر کے آپ کے پیچھے لگا دیا —— جنھوں نے ہلہ بول کر آپ کو مارنا شروع کیا —— کنکر، پتھر، اور گالی گلوچ کی بارش کی۔ اور شہر کے کنارے تک پہنچا کر، مارتے مارتے دیوار میں دھنسا دیا۔ جسم مبارک لہولہان ہو گیا۔ خون بہہ بہہ کر نعلین اقدس تک پہونچے —— حتیٰ کہ پاؤں خون کی وجہ سے جوتوں میں چپک گیا —— حضور اس ظلم و تشدد کے دوران زخموں سے چور ہو کر بیٹھ جاتے تو، وہ ظالم آپ کو زبردستی کھڑا کر دیتے تھے —— اور طوفانِ بدتمیزی برپا کرتے۔ ——

رسول اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر اس موقع پر جو تکلیفیں آئیں۔ اور قلب اقدس جس قدر مجروح ہوا، اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

عداس کا قبولِ حق

حضرت زید خود بھی چور چور تھے۔ جب بدقماشوں کا گروہ آپ کو گھرا کر چلا گیا تو زید بن حارثہ نے آپ کو ربیعہ کے فرزندانِ عتبہ و شیبہ کے باغ میں ایک پیڑ کی چھاؤں تلے بٹھایا۔ سرکار کی یہ حالتِ زار دیکھ کر عتبہ و شیبہ جیسے سنگدل کفار کو بھی ترس آگیا —— انھوں نے اپنے غلام عداس کو ایک طشت میں انگور رکھ کر بھیجا —— عداس عیسائی تھا —— اس نے جب انگور پیش کیے تو آپ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر تناول فرمایا —— عداس کو یہ سن کر بہت تعجب ہوا۔ اس نے کہا یہاں

marfat.com

کے لوگ تو ایسا نہیں کہتے ـــــ اس پر سرکار نے اس کا نام اور وطن دریافت فرمایا۔ اس نے اپنا نام لیکر بتایا کہ میں نینوئی (موصل، عراق) کا باشندہ ہوں۔ میں عیسائی ہوں، سرکار نے فرمایا۔ تم برگزیدہ پیغمبر خدا یونس بن متیؑ (علیہ وعلیٰ نبینا السلام) کے ہم وطن ہو ـــــ عداس اور متعجب ہوا، اور بولا آپ کو حضرت یونس (علیہ السلام) کے بارے میں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا وہ میرے دینی بھائی ہیں، وہ بھی خدا کے نبی تھے، اور میں بھی خدا کا نبی ہوں۔ عداس یہ سن کر جھک گیا اور عقیدت ومحبت سے آپ کے سر مبارک، دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دینے لگا۔ عتبہ و شیبہ نے دور سے یہ منظر دیکھ کر آپس میں کہا۔ اس نے تو غلام کو برگشتہ کر دیا ـــــ جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے عداس لوٹا، تو انھوں نے پوچھا۔ عداس تجھے کیا ہو گیا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا ـــــ عداس نے جواب دیا۔ اے میرے آقا! روئے زمین پر ان سے بہتر کوئی نہیں ہے مجھے انھوں نے ایسی بات کی اطلاع دی ہے جسے نبی کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا۔ وہ بولے عداس تجھ پر افسوس ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں دین سے پھیر دیں۔ حالانکہ تیرا دین ان سے بہتر ہے۔

دعائے طائف

وادیٔ طائف سے زخمی ہو کر بحالت زار، خون چکیدہ لباس، لہو سے پُر نعلین کے ساتھ زید بن حارثہ نے سنبھال کر جب آپ کو بٹھایا چہرہ مبارک کی خراشوں اور جسم اطہر کی جراحتوں، خون کے دھبوں پر نظر کی تو بلک گئے۔ اور عرض کی آپ ان کے حق میں بددعا فرمادیں، مگر رسولِ رحمت، مینار رشد و ہدایت، سراپا کرم ورافت صلے اللہ علیہ وسلم نے بددعا نہیں کی بلکہ یہ دعا مانگی۔

اے میرے اللہ! میں تجھی سے شکایت کرتا ہوں اپنی کمزوری اور بے بسی کی، اور لوگوں میں ذلت ورسوائی کی، اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے تو ہی ارحم الراحمین ہے۔ مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔ کسی اجنبی بیگانے کے جو مجھے دیکھ کر

marfat.com

ترش رُو ہوتا ہے، منہ چڑھاتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا ـــــ اے اللہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے، تو مجھے کافی ہے، میں تیرے روئے تاباں کے طفیل جس سے تمام تاریکیاں روشنی میں بدل گئیں اور جس سے دنیا و آخرت کے سارے ہی کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو ـــــ تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک کہ تو راضی نہ ہو جائے اور سوائے اللہ علی عظیم کے نہ کوئی طاقت ہے نہ قوت، ؎

مطعم کی حمایت

تاریخ طبری میں ہے کہ سفرِ طائف سے واپسی کے وقت راستے ہی سے آپ نے اخنس بن شریق اور سہیل بن عمرو سے یکے بعد دیگرے پچھوایا کہ تم لوگ مجھے اپنی پناہ میں لے سکتے ہو تاکہ میں مکہ میں اپنا دینی مشن جاری رکھ سکوں، مگر ان دونوں نے انکار کیا۔ آخر میں آپ نے یہی دعوت مطعم بن عدی کے پاس بھیجی۔ اس نے آپ کی پیش کش کو قبول کیا، اور پیغام بھیجا کہ آپ مکہ آجائیں۔ حضور کے مکہ پہنچنے کے بعد مطعم اپنے بیٹوں، بھائی بھتیجوں کے ہمراہ ہتھیار سے آراستہ ہو کر حرم میں داخل ہوا۔ اور اعلان کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ ان کا خون میرا خون اور ان کی عزت میری عزت ہے۔ اس طرح رسول اکرم (علیہ السلام) نے پھر مکہ میں اقامت اختیار کی ـــــ تاریخ انسانی کے مؤقرین کی زندگیوں کے بالمقابل سیرت رسول اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درد و کرب کا مجموعہ دکھائی دیتی ہے۔

سب چمک والے اجلوں میں چمکا کیے ٭ اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی (رضا)

ہجرت کے وقت کفار کی ستم رانیاں ؎

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر توڑے جانے والے مظالم کی

marfat.com

فہرست میں ہجرتِ مدینہ کے وقت کفار کے ہلاکت خیز منصوبے بھی ہیں۔

——— حکمِ خداوندی کے تحت اکثر بیشتر صحابہ مدینہ ہجرت کر چکے تھے۔ قریش نے اندازہ لگا لیا کہ عنقریب آپ بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ کو اپنی تحریک کا مرکز قرار دیں گے اور انھیں اندیشہ تھا کہ ظلم و عدوان کے جو پہاڑ ہم نے رسول اکرم اور ان کے صحابہ (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم اجمعین) پر ڈھائے ہیں، مسلمانوں کی جڑیں مضبوط ہونے کے بعد ہمیں ایک ایک کا حساب چکانا پڑے گا۔ نیز جاہلی جلن اور حسد کی آگ انھیں اندر سے سلگا رہی تھی کہ جس چیز کو ہم محض معمولی پودا سمجھ کر اکھاڑ پھینکنے میں اپنا پورا زور صرف کر چکے آج وہ نہایت تناور درخت بننے جا رہا ہے ——— جنھیں ہم نے رسوا کرنے کی کوشش کی۔ وہ سارے مصائب و آلام کو روند کی عزت کی منزل پر گامزن ہوتے جا رہے ہیں۔

دارالندوہ کا ریزولیشن

مکہ کی فضائے کش مکش میں اسلام نے جب اتنی مستحکم ترقی کی، تو جب کھلی فضا میں تعمیرِ انسانیت کا یہ پیغام نشر ہوگا پھر انہیں مسخر کرتے کتنی دیر لگے گی؟ ——— پھر ہمارا کیا ہوگا؟ ہمارے عہدوں، منصوبوں اور سیادت کی کرسیوں کا کیا بنے گا؟ ——— لہٰذا قصی بن کلاب کے گھر، جو قریشی سرداروں کا پارلیمنٹ ہاؤس تھا ——— جس کا نام دارالندوہ تھا اس میں ایک اجلاس بلایا گیا۔ جس میں قریش کے سبھی قبائل کے نمائندوں نے شرکت کی۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ عتبہ و شیبہ، فرزندانِ ربیعہ ——— بنو امیہ کی طرف سے
۲۔ امیہ بن خلف ——— بنو جمح کی طرف سے
۳۔ ابوجہل بن ہشام ——— بنو مخزوم کی طرف سے
۴۔ طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم اور حارث بن عامر ——— بنو نوفل کی طرف سے
۵۔ ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود اور حکیم بن حزام ——— بنو اسد بن عبدالعزیٰ کی طرف سے
۶۔ نضر بن حارث بن کلدہ ——— بنو عبدالدار کی طرف سے

marfat.com

۷۔ نبیہ اور منبہ فرزندانِ حجاج ———— بنو سہم کی طرف سے

اس مجلسِ شوریٰ کے اندر رہی زندانِ شعب ابی طالب اور قبیلۂ بنی ہاشم سے خارج کرنے ہی جیسی نہایت خطرناک اور ہولناک تجویزیں سامنے لائی گئیں۔

۱۔ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پا بجولاں کر کے کسی تیرہ و تار مقام پر قید کر دیا جائے۔

۲۔ آپ کو جلاوطن کر دیا جائے۔

۳۔ آپ کو قتل کر دیا جائے۔

آخری تجویز پیش کرنے والا مشہور دشمنِ رسول ابوجہل تھا۔ اس آخری تجویز ہی کو باتفاق رائے منظور کر کے اس پر عمل درآمد کرنے کا طریقہ یہ ہوا کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان کا انتخاب ہو۔ وہ لوگ رات بھر آپ کے گھر کا محاصرہ کیے رہیں۔ اور جب آپ باہر نکلیں تو سب مل کر یک بارگی حملہ آور ہوں، اور آپ کا کام تمام کر دیں۔

اس طرح آپ کے خونِ ناحق کے چھینٹے تمام قبائل پر تقسیم ہو جائیں گے۔ قرآن مجید اس واقعہ کی منظر کشی فرماتا ہے۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ (القرآن)	اور یاد کیجیے جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کر دیں۔ یا قتل کر دیں یا جلا وطن کر دیں وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیریں فرما رہا تھا۔ اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

نور و ظلمت کی آویزش

ظلمتیں ——— تاریکیاں ——— اور گھٹا ٹوپ اندھیرے رات بھر اپنے استحکام کے منصوبے رچتے

marfat.com

رہتے ہیں۔ لیکن صبح کی تیز کرنیں اندھیرے کی دبیز چادریں چاک کر دیتی ہیں ـــــ نظامِ قدرت ہے کہ خورشید اپنے وقت پر نکلتا ہے۔ تاریکیاں کہاں غائب ہو جاتی ہیں، کوئی ان کا سراغ لگانے والا بھی نہیں رہتا ـــــ اِدھر خدا دشمن قوتیں اپنی ساری شیطانی اسکیمیں مرتب کر رہی ہیں۔ اُدھر خدائی اشارہ اپنے قدرتی مشن کی تکمیل میں لگا ہوا ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۱۳	یہ چاہتے ہیں کہ خدا کی روشنی کو منہ سے بجھادیں، حالانکہ خدا اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا ـــــ خواہ کافر ناخوش ہوں۔

رسولِ رحمت تلواروں کی چھاؤں میں

دار الندوہ کا اجلاس ختم ہوا۔ مشرکین مکہ نہایت چاک و چوبند اپنے منصوبے کی تکمیل میں مصروفِ عمل ہو گئے۔ اِدھر اپنے گھر میں خدا کا برگزیدہ رسول اپنے پروردگار کی ہدایت اور حکم کا منتظر ہے۔ صحابۂ کرام جاں نثارانِ اسلام سے مکہ خالی ہو چکا ہے۔ بس گنے چنے چند ہی نفوس باقی رہ گئے ہیں۔ جنھیں ہجرتِ رسول خاتم (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سلسلہ میں معاون بننا رب العالمین کی طرف سے مقدر ہو چکا تھا۔ اسی لیے تو بہت پہلے کی بات ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو حضور اقدس کی جناب سے اجازت ہجرت نہیں دی گئی۔ اور سرکار نے ابوبکر سے فرمایا۔

"امید ہے کہ مجھے رب تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ملے گی۔"

بالآخر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو جبریل امین علیہ السلام نے رب کائنات کی طرف سے ہجرت کا پیغام سنایا۔ وہ ایک چلچلاتی ہوئی دوپہر تھی۔ ان دنوں رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم صبح و شام دو بار صدیق اکبر کے گھر جایا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک دن تیز دھوپ، اور

marfat.com

کھڑی دوپہر میں حضور کی تشریف آوری نے خانوادۂ صدیقی کو فکر مند کر دیا۔ بے وقت قدم رنجہ فرمانے کی وجہ جاننے کے لیے سب بے چین ہو گئے ـــــ سرکار نے تخلیہ چاہا ـــــ سیدنا صدیق اکبر نے عرض کیا ـــــ گھر میں آپ کی خادمہ ہی ہے ـــــ پھر حضور نے فرمایا کیا تم کو پتہ ہے مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ؟ ـــــ صدیق اکبر تو اس نوید جانفزا کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ مسرور ہو کر پوچھا۔ میرا باپ آپ پر قربان ہو، سرکار میں بھی تو ہمراہ چلوں گا نا؟ ـــــ آپ نے فرمایا ہاں۔ ابوبکر صدیق نے اس موقع کے لیے دو اونٹنیاں ببول کے پتے کھلا کھلا کر تیار کی تھیں۔ خدمت میں پیش کیں۔ حضور بہت خوش ہوتے۔ پیارے عاشق زار صدیق اکبر نے عرض کیا ـــــ یا رسول! ایک اونٹنی آپ کے لیے ہے، ایک میرے لیے ـــــ حضور نے بکمال عنایت فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ مگر قیمت لینی پڑے گی۔ جانثار ابوبکر نے عرض کیا۔ میرا باپ آپ پر قربان ہو، سب کچھ تو حضور ہی کا ہے ـــــ بہرحال عاشق جاں نثار کو عدل و اصول انسانیت کی پیشکش ماننی پڑے گی۔"

گھر واپس آکر حضور رسولِ معظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے تمام اموالِ امانت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیے۔ اور جس جس کا جتنا جو کچھ تھا، ان کے حوالے کرنے بعد انہیں ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

اب وہ لمحۂ جاں گداز اور ہوش ربا گھڑی آئی کہ قریشی قبائل کی تلواریں اور نیزے عبداللہ کے یتیم، آمنہ کے نورِ عین، خدا اور خدائی کے محبوب رحمۃ للعالمین کے لہو میں تیرنے کے لیے بے قرار ہیں۔ کاشانۂ نبوت کے چاروں جانب جنگی بہادروں کی ٹولیاں گشت کر رہی ہیں۔ تلواروں کی چمک، نیزوں کی دمک، تیوروں کی تلخی، نگاہوں کا تیکھا پن تاریخ جاہلیت کا بہت عظیم معرکہ سر کرنے کی تاک میں ہے۔

چلے گئے وہ کسی کو مگر خبر نہ ہوئی | حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے

بستر پر حضرت علی کو لٹا یا۔ انھیں اپنی سبز چادر مبارک اڑھائی کاشانۂ مبارک کے ہر چار جانب بالخصوص دروازے پر قریشی سپاہی چلت پھرت اور گفت و شنید میں تھے۔ آہٹ پر چونک جاتے، اور پتوں کی کھڑک پر تیز تلوار اور برچھے سنبھال لینے کی کیفیت میں تھے کہ سروارِ عرب و عجم، سراپا لطف و کرم، رحمت ہر دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کا پاک نام لیتے ہوئے گھر سے باہر قدم نکالتے ہیں، سورۂ یٰسین شریف کی ابتدائی آیات زبانِ رسالت پر جاری ہیں۔

"ہم نے ان کی گردنوں میں طوق (گمراہی) ڈال دیے ہیں۔ وہ طوق ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے بنا دی ہے ان کے سامنے ایک دیوار، اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔"

فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۔ تک پڑھ کر آپ نے ہجوم دشمنان پر مشت خاک ماری۔ قرآنی تاثیر اور زبانِ رسالت پر جاری ہو کر اپنے کمال کو پہنچ گئی ـــــ سب اپنی جگہ رہ گئے اور حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدائی حفاظت میں گھر سے باہر نکل آئے۔

دو سانڈنیوں کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر حضور کا انتظار کر رہے تھے۔ پانی کی چھاگل زادِ راہ ستو وغیرہ کی ایک پوٹلی، اور سیدنا صدیقِ اکبر کی عمر بھر کی کمائی پانچ یا چھ ہزار درہم سارے اثاثے ایک پوٹلی میں رکھے گئے۔ ان پوٹلیوں کے دہانے سیدہ اسماء بنت ابی بکر نے جلدبازی میں اپنے اِزار بند کے زائد حصے کاٹ کر باندھے۔ اور ذات النطاقتین کے لقب سے سرفراز ہوئیں

دلِ گداز شبِ ہجرت

پنجشنبہ، ۲۷ صفر ۱۳ نبوی / ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء کی یہ رات رسول اکرم و اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شبِ ہجرت تھی۔ اس وطن سے جہاں کی خاک پر آپ کا لڑکپن گذرا تھا ـــــ جس مٹی پر آپ گھنٹوں گھنٹوں چلے

marfat.com

تھے۔ جہاں کی زمین کے خطّے خطے پر آپ کے بچپن، عنفوانِ شباب سے اب تک کی سینکڑوں جذباتی داستانیں درج تھیں ـــــ جنھیں فراموش کرنا آسان نہ تھا، اپنی بستی، اپنا وطن، اپنا مولد و مسکن، بیت اللہ اور حرم الٰہی کا جوار چھوڑتے ہوتے، سرکارِ رحمت، سراپا لطف و رافت، اداس اور غمگین ہو گئے ـــــ بازار حزورہ کے نزدیک ٹھہر کر آپ نے سرزمین مکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے مکہ! تو پاکیزہ ترین شہر ہے۔ اور یقیناً تو مجھے دل سے عزیز ہے۔ اگر تیرے باشندے مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں تیرے سوا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا۔"[15]

دشمنوں کو آپ کے نکل جانے کا علم ہوا، تو حضرت علی اور اسماء بنت ابی بکر سے پوچھ گچھ شروع کی۔ اسماء کو ابوجہل نے طمانچہ بھی مارا، جس سے ان کے کان کی بالی ٹوٹ گری[16] مگر کسی سے کچھ سراغ نہ پا سکے۔ اب مکے کا ہر کافر آگ بگولا بنا ہوا تھا۔ اور اس پر مستزاد دارالندوہ سے اعلانِ عام ہوا کہ جو کوئی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کو زندہ گرفتار کر لائے یا جان سے مار ڈالے اسے سو سرخ اونٹ بطور انعام دیے جائیں گے ـــــ اس خبر نے ہر جری کو اپنی جرأت آزمانے میں مہمیز کا کام دیا۔ ـــــ نوجوان نیزے لہراتے، تیر و کمان درست کرتے، گھوڑے دوڑا رہے تھے ـــــ مدینہ کی جانب نکلنے والی ہر راہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے بار بار روندی گئی۔ جھاڑیاں، غار اور نشیب و فراز کھنگالے گئے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم صدیقِ وفاشعار کو لیے مکہ سے چھ میل دور غارِ ثور میں جا گزیں تھے۔ کفار کی ایک ٹولی تلاش و جستجو کرتی ہوئی اس غار کے دہانے تک جا پہونچی ـــــ ان کے قدموں کی آہٹ رسول اکرم اور صدیق اکبر (صلے اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ) سن رہے تھے ـــــ ابو بکر صدیق اس وقت بہت گھبرائے ـــــ سرکارِ دو عالم پیکرِ عزم و استقلال تھے اور جرأت و بسالتِ نبوت آپ کے رگ و پے میں تھی۔ آپ نے انھیں تسلی دی۔

marfat.com

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ فکر نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔

یکم ربیع الاوّل ۱۳ سنہ نبوی / ۲۶ ستمبر ۶۲۲ء تین روز غارِ ثور میں رہنے کے بعد چوتھی رات منصوبے کے مطابق اونٹنیاں آ گئیں۔ ایک اونٹنی پر حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اور یارِ غار رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری پر ابوبکر صدیق کا غلام عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط جسے آسان راستہ بتانے کے لیے اجرت پر لیا تھا، سوار ہوئے اور قافلۂ رحمت و کرم روانہ ہوا۔ راستے اگر کوئی سیّدنا ابوبکر سے حضور کے بارے میں پوچھتا کہ یہ کون ہیں، تو وہ کہتے کہ یہ میرے ہادی طریق ہیں۔ عبداللہ بن اریقط نے عام راستے کو چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کر لیا۔

شکار کرنے چلا تھا شکار ہو کے رہا

دوسرے روز دوشنبہ کو کسی بتانے والے کے ذریعہ سراغ پاکر حضور کی گرفتاری کا انعام حاصل کرنے کی دھن میں مقام قدید کے پاس سراقہ بن مالک بن جعشم تعاقب کرتا ہوا آ پہنچا۔ سراقہ بہترین شہ سوار اور بہادر تھا۔ اپنا مقصود سامنے پاکر سراقہ کے گھوڑے کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ اسے سو سرخ اونٹوں کی قطار نگاہوں میں گھومتی ہوئی محسوس ہوئی ہو گی۔ اور ان حضرات کو گرفتار کر لینے کے بعد مکے کے لوگوں کی نظر میں اس کی بہادری اور جوانمردی کا ڈنکا بجتا سنائی دینے لگا ہو گا۔ مگر قدرت کے انتظامات کچھ اور ہی تھے۔ اس مقام پر بھی المعجاز نبوت کا ظہور ہوا،

خود سراقہ کا بیان ہے کہ:

"تعاقب میں نکلنے سے پہلے میں نے تیر نکال کر فال معلوم کی کہ میرا اس مقصد سے نکلنا مناسب ہے یا نہیں۔ تو جواب خلاف برآمد ہوا۔ مگر میں نے فال کا اعتماد نہیں کیا۔ نکلتے وقت میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی میں گر پڑا۔ پھر اٹھ کر چلا۔ میں نے گھوڑے کو تیز دوڑایا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کے

marfat.com

قریب پہنچ گیا۔ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز تلاوتِ قرآن سنی۔ حضور کسی کی طرف نظر نہیں فرماتے تھے۔ البتہ ابوبکر اکثر پیچھے مڑ کر دیکھتے تھے تو میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ میں نے اتر کر گھوڑے کو ہنکایا۔ اس نے چاہا کہ نکل پڑے مگر پاؤں زمین سے کھینچنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب وہ بمشکل سیدھا ہوا تو پاؤں کی جگہ سے دھوئیں کی طرح غبار برآمد ہوا۔ میں نے پھر تیروں سے فال نکالی پھر اُلٹا ہی جواب ملا۔ پھر میں نے حضور سے امان مانگی۔ یہ سن کر وہ ٹھہر گئے۔ میں سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ میرے دل میں یہ بات اُتر گئی کہ کامیابی بالآخر رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قدم چومے گی۔"

اس کے بعد سراقہ نے اپنے لیے پروانۂ امن کی درخواست کی جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہ کو لکھنے کا حکم فرمایا۔ انھوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر پروانۂ امن تحریر کیا۔ اسی موقع پر حضور نے سُراقہ سے یہ بھی فرمایا تھا۔

کَیْفَ بِکَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَیْ کِسْرٰی۔	تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے دو کنگن پہنے گا۔ ؎

پھر سُراقہ نے اپنی طرف سے کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہا مگر حضور نے قبول نہیں فرمایا۔ سُراقہ واپس ہوتے تو انھوں نے راستے میں اور دوسرے متلاشیوں کو بھی لوٹا دیا۔ اور کہا کہ میں دُور دُور تک تلاش کر آیا ہوں۔

سات روز بعد

صحرائے عرب میں اللہ کا رسول، انسانیت کا نجات دہندہ، اہل عالم کی کشتی کا نگہبان، امن و سلامتی کی راہ کا پیش رو، سات روز کا کانٹوں بھرا، تکلیف دہ، زہرہ گداز سفر، تپتے ہوتے پہاڑی علاقوں کا سفر، سخت لُو، دھوپ اور گرمی کا سفر، خدشات کے خارزاروں کا سفر، وطنِ مالوف کے فراق کا درد لیے ہوتے

marfat.com

دشمنوں کے ظلم و ستم ٹیسیں سینے میں دبائے ہوئے چل رہا ہے ـــــ مگر مشن چونکہ خدائی ہے ـــــ تحریک، تحریک ربانی ہے ـــــ دعوت اور پیغام من جانب اللہ ہیں۔ اس لیے قدم قدم کی ٹھوکریں سامانِ حوصلہ مندی ہیں اور عناد و مظالم کی چوٹیں مراہم بداماں نظر آتی ہیں۔ ـــــ رب کائنات کے حضور، محبوب رب العالمین کا اسلوب عبدیت، دیدۂ حال و مستقبل کے لیے قابل تقلید ہے۔ ہر دکھ درد ابتلاء و آزمائش جو حضور پر آتیں، آپ اسے انعام دوست سمجھ کر بطیب خاطر قبول فرماتے۔

ہر جفا ہر ستم گوارہ ہے ✲ اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

غور فرمائیں

قارئین کرام غور فرمائیں! ہجرت رسول کی راہ میں دشمنانِ انسانیت نے کتنی خون آشام دیواریں کھڑی کیں۔ مگر امن و سلامتی کا پیغامبر جرائت و عزیمت، نیز عدل و صداقت کے خطوط پر قائم رہ کر تمام شر و فتن سے گزرتا رہا۔

جان کے دشمن قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں اور آپ ہیں کہ ان کی امانتوں کی نگرانی کے لیے حضرت علی کو یکہ و تنہا چھوڑ کر ہر امانت اس کے مالک تک پہنچانے کا انتظام فرماتے ہیں۔

- اہلِ مکہ کی تلواریں مجتمع ہو کر آپ کا لہو پینے کا عزم کر رہی ہیں ـــــ اور آپ ہیں کہ سرزمینِ مکہ کی عظمت و تقدیس کا خطبہ پڑھ رہے ہیں ـــــ اور اس کے باشندوں کی ہدایت کی دعائیں فرماتے ہیں۔
- سراقہ سر کاٹ کر لے جانے کے لیے آتے ہیں، اعجاز رسالت سے مغلوب ہو جاتے ہیں تو انھیں پروانۂ امن و سلامتی لکھ کر عطا فرماتے ہیں۔
- گویا ایک جانب سے محض ظلم و ستم، گالیاں، پتھر، اذیتیں، تکالیف، ہلاکت و بربادی اور دوسری طرف سے محض حلم و سلم، رافت و رحمت، پیار و محبت، درگذر اور انعامات۔

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے گالی دی پتھر برسائے
اس پر چھڑکی پیار کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم

سیر رسول اور اوراقِ مصائب

امن و شرافت کے منادی اعظم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے گھناؤنے اور اخلاقی لحاظ سے تاریک ماحول میں اپنے پیغام کی ابتدا کی تھی کہ اس کا بچہ بچہ آپ کے خون کا پیاسا ہو گیا اور دد بدو شش نہ گئی تو رکیک اور گھناؤنی حرکتوں سے اس خدائی مشن کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگا۔ کفار و مشرکین کے سردار اپنی ہر ممکن قوت سے سدِ راہ بنے۔ خطبا اور شعراء جو عرب کی زندگی میں بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ اپنا زورِ خطابت، اور فنِ ہجوگوئی آپ کے خلاف بڑے زور شور سے استعمال کرتے۔ عوام اپنی مجلسوں اور گھروں میں فاسد پروپیگنڈے کرتے۔ اس طرح شہر مکہ گویا آپ کے حق میں بھڑکتا ہوا الاؤ بن گیا۔ عبداللہ بن عباس نے بیان کیا کہ ایک نابینا مسلمان کے پاس ان کی ایک باندی تھی جو شب و روز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکتی رہتی تھی۔ وہ بزرگ ہمیشہ اُسے نرمی سے سمجھاتے اور اس حرکت سے باز رہنے کو کہتے مگر وہ اس پر آگ بگولا ہو جاتی۔ ایک رات انھوں نے سُنا کہ وہ شانِ رسالت میں ناروا اور بے ادب گستاخانہ کلمات زور زور سے بک رہی ہے ان بزرگ سے برداشت نہ ہو سکا اور انھوں نے اس کی سخت سرزنش کی۔[۱۸]

یہود اور ایذائے رسول

کفارِ قریش کی طرح قوم یہود میں بھی ایسے بہت سے بدبخت تھے جنھوں نے حضور کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ یہ وہی یہود ہیں جن کے پاس خدا کی کتاب توریت آئی اور اس میں وہ پڑھ پڑھ کر وہ حضور کی آمد آمد کا انتظار کرتے تھے۔ ولادتِ مبارکہ سے قبل آپ کے وسیلے سے دعائیں مانگتے اور حاجتیں طلب کرتے تھے۔ ان میں سے اہل عناد نے

marfat.com

حضور اقدس کے اندر رسولِ خدا ہونے کی تمام نشانیاں پا لینے کے باوجود دشمنی پر کمر باندھی ـــــــ یہود نے اپنا شیوہ بنا لیا تھا کہ حضور سے ملتے تو السلام علیکم کے بجائے السّام علیکم " (یعنی تم پر موت آئے ۔) کہا کرتے تھے ۔ حضور اقدس سب کچھ سنتے اور صبر فرماتے ـــــــ ایک بار ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو اس طرح کہتے سُنا تو بہت ناراض ہوئیں ـــــــ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انھیں صبر کی تلقین کی ۔

حضرت ابوسلمہ صحابی ایک درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے ۔ چار دشمنانِ رسول وہاں آ دھمکے اور حضور اقدس کو گالیاں دینے لگے ـــــــ آپ سے برداشت نہ ہو سکا اور وہاں سے دور چلے گئے ۔

ابن صوریا نامی ایک گستاخ رسول کے بارے میں ابن عباس کا بیان ہے کہ حضور سے کہتا تھا ـــــــ "بس ہدایت تو وہی ہے جس پر ہم ہیں ۔ آپ بھی ہماری پیروی کیجیے تاکہ ہدایت آپ کو بھی مل جائے ہ"[19] (معاذ اللہ)

ذلّت آمیز گستاخی

اسی طرح ایک کافر نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر الزام تراشی بھی کی ۔ واقعہ یوں ہے کہ وہ خود ایک عورت پر عاشق تھا ۔ اس کے پاس شادی کا پیغام بھیجا ۔ مگر اس عورت نے نامنظور کر دیا ۔ وہ عورت اور اس کے اہلِ خاندان مسلمان تھے ۔ اب اس عاشق نامراد نے حضور اقدس کے لباس مبارک کی طرح ایک جوڑا بنوا کر پہنا ۔ اور اس عورت کے گھر پہنچا قبیلے کے لوگ جمع ہو گئے ۔ اس نے سب سے کہا یہ جوڑا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہنا کر تمہارے قبیلے کا حاکم بنایا ہے ۔ لوگوں نے حال دریافت کرنے کے لیے حضور کے پاس آدمی بھیجے ۔ اس نے واپس آ کر اس کی قلعی کھول دی اس طرح اس کی الزام تراشی ہَوا ہو گئی ۔ [20]

marfat.com

ایذا دہی کی قسم

ایک بار ابو جہل نے قسم کھائی کہ "اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھے گا تو پتھر سے سر مبارک کو مار مار کر چور کر دے گا۔

اتفاق سے اس نے ایک دن یہ موقع پا لیا۔ حضور نماز میں کھڑے تھے۔ اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ اور رُو بقبلہ، ابو جہل نے ایک بھاری پتھر تول کر اٹھایا اور حضور کی طرف بڑھا قریب پہنچ کر مارنے کے لیے ہاتھ گردن تک اٹھایا کہ پتھر مار دے۔ مگر ہاتھ گردن سے لگ کر رہ گیا۔ پھر اس نے اسی حالت میں واپس لوٹ آنا ہی غنیمت سمجھا۔ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر اس نے سرگذشت سنائی تو ولید ابن مغیرہ کو طیش آیا، اس نے کہا ابو جہل تُو تو بزدل ہے ـــــ دیکھ اب میں جاتا ہوں سر توڑ کر نہ آیا تو کہنا، قریب پہنچا تو اس کی آنکھوں کی بینائی نے جواب دے دیا۔ حضور کی تلاوت کی آواز سنتا تھا مگر حضور کہاں ہیں، اس کی آنکھوں سے نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ بھی لوٹ آیا۔ اس کی کہانی سُن کر ایک اور بد باطن غصہ میں بھنا اٹھا اور چیخا ـــــ وَاللّٰهِ لَاَشْدَخَنَّ رَاْسَهٗ ـــــ بخدا میں اس کا سر چُور چُور کر دوں گا ـــــ وہ پتھر اٹھائے حضور کے نزدیک گیا پھر یک بیک گھبرا کے الٹے منہ بھاگا اور غش کھا کر الٹ گیا۔ سب نے مل کر اٹھایا۔ ہوش میں لاتے وہ بولا ـــــ یہ نہ پوچھو مجھ پر کیا گذری میں جو پتھر لے کر مارنے چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سانڈ دُم لہراتا ہوا میری طرف لپکا۔

فَوَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی لَوْ دَنَوْتُ مِنْهُ لَاَکَلَنِیْ۔	لات و عزیٰ کی قسم میں قریب جاتا تو وہ مجھے ہضم کر جاتا۔ [۱۲]

ابن اشرف یا اژدل

سطور بالا میں یہود کی بد باطنی کا ذکر ہوا۔ اس قوم کے مفسدین نے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ مدینہ کا مالدار یہودی کعب بن اشرف بھی ان میں سے ایک تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ بنی نضیر سے تھا۔ حضور کے خلاف بدکلامی، دشنام طرازی اور مخالف پروگرام سازی

marfat.com

اس کا وطیرہ تھا ـــــ یہ مدینہ میں رہتے ہوئے مکہ کے کفار کو اکساتا رہتا تھا کہ تم لوگ ان پر حملہ کرو ـــــ ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ [۲۲]

پیرِ فرتوت مدینے میں بنی عمرو بن عوف کے اندر ابو عفک نامی ایک دیرینہ سال بوڑھا تھا۔ جس کی عمر حضور کے مدینہ آمد کے وقت ایک سو بیس سال تھی۔ اس کو حضور اقدس کے نام سے بلا وجہ کی دشمنی تھی ـــــ اس کا کام ہی یہ تھا کہ جہاں بیٹھتا آپ کے خلاف زہر افشانی کرتا رہتا ـــــ تاکہ لوگوں میں آپ کے خلاف نفرت و عداوت پھیلے۔ [۲۳]

گستاخی کی سزا انس بن زنیم الدیلی نامی ایک شخص تھا ـــــ جو لوگوں میں سرکار کی ہجو کیا کرتا تھا، ایک روز اپنے اُسی منحوس عمل میں مصروف تھا کہ ایک مسلمان نے اس پر وار کر دیا اور اس کا سر زخمی ہو گیا [۲۴]

شاطر عورت قبیلہ خطمہ میں ایک عورت نہایت شاطر تھی لوگوں کے گھروں میں جاتی اور حضور کی ہجو کرتی۔ اس طرح عورتوں میں سرکار دو عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بارے میں غلط فہمی پیدا ہوتی۔ اس کی باتوں میں بہت زور تھا۔ وہ مردوں کو بھی اسلام کے خلاف برانگیختہ کیا کرتی تھی۔ [۲۵]

تمسخر جاہلی رجحانات میں دبے ہوئے لوگ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم دعوت کی قدر نہیں جانتے تھے۔ اس لیے وہ اپنی جاہلانہ حرکتوں سے آپ کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے، بعض لوگ تکلیف دِہ مذاق بھی کرتے۔ رافع بن خزیمہ کے بارے میں ابن عباس کا بیان ہے کہ اس نے ایک مرتبہ حضور سے کہا:

"اگر سچے رسول ہو تو خدا سے کہو وہ ہم سے بات چیت کرے۔ تاکہ ہم بھی سُنیں"۔ [۲۶]

marfat.com

جاہلی منصوبہ

عبداللہ بن الصیف، عدی بن زید اور حارث بن عوف نے مل کر ایک بار یہ منصوبہ بنایا کہ ہم سے کچھ لوگ دکھاوے کے لیے مسلمان ہو جائیں۔ اور کچھ روز بعد اپنی اصلی حالت پر آکر لوگوں میں یہ پروپیگنڈہ کریں کہ اسلام میں کوئی خاص بات نہیں ہے ــــــــ اس طرح بہت سے لوگوں کو اسلام سے دور رکھا جا سکتا ہے۔[۲۷]

مفسد مسیحی

اس قسم کی ایک سازش کے تحت ایک عیسائی نے بھی اسلام قبول کیا سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران یاد کرلی، لکھنا جانتا تھا۔ اس لیے کوشش کر کے قرآن کے بعض اجزاء کی کتابت بھی کی، کچھ روز بعد ہی مرتد ہو گیا۔ اپنے نصرانی مذہب کی تائید کرنے لگا اور اپنے حلقۂ اثر میں یہ فاسد پروپیگنڈہ کرنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ نہیں جانتے۔ میں نے ہی ان کو کچھ لکھ کر دے دیا ہے۔ بس وہی ان کی پونجی ہے۔ مگر رب تعالیٰ نے اسے موت کے گھاٹ اتار کر، جلد ہی اس فتنہ کا دروازہ بند کر دیا۔[۲۸]

ایک گالی دینے والی

مدینہ میں ایک یہودی عورت حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ ایک روز ایک مسلمان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ ــــــــ وہ اس کے پاس پہنچا اور اسے گلا دبا کر ہلاک کر دیا۔[۲۹]

ابولہب کی مہمات

مشرکین قریش میں جن لوگوں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں زیادہ سرگرمی دکھائی ان میں ابولہب کا نام سرفہرست ہے۔ عام حالات میں اور ایام حج میں رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں سے ملاقات کرتے، خیموں میں جاتے، وفود سے ملتے، اور اسلام کا پیغام پہنچاتے خدائے واحد کی عبادت کے لیے دعوت دیتے۔ تو ابولہب نے گویا اپنا یہ کام ہی بنا لیا تھا کہ حضور اقدس کے پیچھے پیچھے جاتا۔ اور لوگوں کو آپ کے خلاف ورغلاتا اور کہتا کہ ان کی

باتیں نہ سننا ان کے چکر میں نہ آنا۔ دیکھتے نہیں یہ کیسی عجیب باتیں کرتے ہیں؟ ـــــ اور تمہیں تمہارے آباؤ اجداد کے دین سے پھیرنا چاہتے ہیں۔ ـــــ ان کی بات ہرگز نہ ماننا۔ ۳۰ے

ولید کا پروپیگنڈہ

ولید بن مغیرہ آپ کے بارے میں لوگوں سے کہتا کہ ان کے پاس نہ بیٹھنا، ان کی بات نہ سننا، یہ نبی نہیں بلکہ ساحر ہیں ساحر، جادوگر ہیں جادوگر، کوئی کہتا کہ یہ تو شاعر ہیں، ان کی زبان سے جو مسجع و مقفیٰ جملے نکلتے ہیں یہ کلام اللہ تھوڑے ہی ہیں، یہ تو شاعری ہے محض یہ تو صرف ہم اہل مکہ کو اپنے پرانے دین سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ کوئی کہتا قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر اور کچھ معجزات دکھا کر انھوں نے ہم لوگوں میں اختلاف و انتشار پیدا کر دیا۔ بھائی بھائی سے، میاں بیوی سے الجھے ہوتے ہیں۔ یہ سب جادو ہی تو ہے۔ ۳۱ے

نضر بن حارث کہا کرتا تھا کہ ہم چاہیں تو قرآن جیسا کلام بنا کر خود پیش کر سکتے ہیں اس میں قصے کہانیاں ہی تو ہیں۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا	اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر
قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ	سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ ہم نے سن
هٰذَآ ۳۲ے (القرآن)	لیا ہم چاہیں تو اس طرح کا کلام کہہ دیں۔

بے تکی منطق

ایک بار قرآنی دلائل اور معجزات نبوی سے زچ ہو کر کافر کہنے لگے اگر آپ کے پاس خدا کی طرف سے ایک بڑا خزانہ آتا، بے انتہا دولت ہوتی آسمان کا فرشتہ آپ کے ساتھ چلتا اور کہتا کہ یہ سچے نبی ہیں۔ تو ہم جانتے۔

خاک اور غلاظت ڈالی گئی

یہ ایذائیں محض زبان اور زبانوں ہی تک نہیں تھیں بلکہ ہر ممکن طور سے ستانے کی مہم جاری تھی۔ کفار نے

marfat.com

ایک بار حضور کو کہیں اکیلے دیکھا، بس ایک ٹرلی آئی اور سر مبارک پر خاک ڈال کر ہنستی ہوئی چلی گئی۔ اسی طرح ایک بار ذبح شدہ جانور کا بہت سا خون لاکر کاشانۂ نبوی کے دروازے پر ڈھیر کر گئے۔[۳۴]

راستے میں کانٹے بچھائے گئے

ابولہب کی بیوی ام جمیل بھی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں بہت آگے بڑھی ہوئی تھی کانٹے چن چن کر لاتی اور آپ کے راستے میں بچھا دیتی۔ لوگوں کو آپ کی مخالفت پر ابھارتی اور کہا کرتی تھی کہ محمد کی بربادی میں کسر نہ اٹھا رکھوں گی۔ چاہے اس کے لیے مجھے اپنے گلے کا قیمتی ہار کیوں نہ بیچنا پڑے۔[۳۵]

دردناک اذیت رسانی

ظلم و زیادتی اور شیطنت کی انتہا ہے کہ ایک دن عقبہ بن معیط نامی کافر نے سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر اپنا پاؤں رکھ کر دبایا۔ آپ کو سخت اذیت پہنچی اور آنکھیں ابل پڑیں ظالم کو اتنے پر تسکین نہ ہوئی تو آپ کو نوچنا کھسوٹنا شروع کیا۔ اور کئی اور کافروں نے مل کر آپ کے سر مبارک اور ریش مطہر کے ساتھ گستاخی کرنی شروع کی۔ اتنے میں جاں نثار مصطفےٰ سیدنا ابوبکر وہاں پہنچ گئے اور انھیں دھکا مار کر دور کیا۔ حضور کی یہ حالت زار دیکھ کر عاشق رسول آبدیدہ ہو گئے اور جوش جلال میں کافروں سے گویا ہوتے۔

"تم لوگ انھیں صرف اس لیے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ یہ ربی اللہ فرماتے ہیں؟"[۳۶]

سر مبارک پر غلاظت ڈال دی

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کفار قریش جمع تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا، اس ریاکار کو دیکھ رہے ہو؟ کیا کر رہا ہے؟ سنو! تم میں سے کوئی ایک کام کرے کہ فلاں کے گھر چلا جائے وہاں جانور ذبح کیا گیا ہے

marfat.com

اس کی غلاظت بھری اوجھڑی اٹھا لائے اور جب یہ سجدہ میں جائے گا بس اس کے اوپر ڈال دی جائے گی۔ چنانچہ ایک شخص گیا اور اوجھڑی اٹھا لایا۔ اور حضور نے جب سر مبارک سجدے میں رکھا، ان نابکاروں نے غلاظت سے لبریز اوجھڑی آپ کے اوپر لاد دی اور پھر باہم خوب زور زور سے ہنسنے لگے۔ یہ حالت زار دیکھ کر کسی نے شہزادی رسول حضرت فاطمہ کو کو خبر کی۔ وہ ابھی کم عمر تھیں، دوڑی ہوئی آئیں اور آپ کے شانوں کے درمیان سے اس غلاظت کی پوٹ کر ہٹایا۔ تو آپ نے سر مبارک سجدے سے اٹھایا۔ [۳۷]

گلوئے مبارک میں پھندا

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار خانہ کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ چاروں طرف سے ظالم کفار نے نرغہ کر لیا اور آپ کے گلو مبارک کا پھندا لگا کر کپڑے کو کسنے لگے۔ آپ کا سانس رکنے لگا۔ آنکھیں ابل آئیں۔ اتنے میں کسی نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر کی۔ وہ دوڑے آئے اور دشمنوں پر پل پڑے اور کسی طرح ان کے ظلم سے حضور اقدس کو بچایا۔ [۳۸]

اعظم المصائب

حضرت عروہ بن زبیر نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ کفار مکہ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیفیں دیں ان میں بڑی تکلیف کون سی تھی؟ ——— حضرت ابن عمرو نے سرد سانس کھینچ کر فرمایا:

"تم نے ظالم عقبہ بن معیط کو دیکھا تھا۔ وہ نہایت سخت دل محروم القسمت شخص تھا۔ حضور اقدس ایک بار نماز میں مشغول تھے۔ اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں وہ ظالم آپ کے پاس پہنچا۔ اور اپنی چادر حضور اقدس کے گلے میں ڈال کر پوری قوت سے کھینچنے لگا۔ وہ اس طرح کر کے آپ کا گلا گھونٹ دینا چاہتا تھا، اتنے میں سیدنا ابو بکر صدیق جا پہنچے اور اس کو دھکا دے کر ہٹایا۔ [۳۹]

marfat.com

رذالت کی انتہا

اس بدطینت عقبہ بن معیط نے ایک بار اپنی رذالت کی انتہا کر دی کہ اس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا۔ یہ اور بات ہے کہ رب العالمین کی قدرت نے رحمۃ للعالمین کی حفاظت فرمائی اور مشرک کا تھوک اس کی طرف لوٹا دیا گیا جو انگارہ بن کر اس کے چہرے پر پڑا، اور اس کا پورا چہرہ جلس گیا۔ اس انگارے نے عقبہ کے چہرہ کو اس طرح داغ دیا کہ جب تک زندہ رہا برص کا داغ اس کے چہرے پر رہا۔ [۴۰]

نت نئی گستاخیاں

ابوجہل تو اپنی رسول دشمنی میں آفاقی شہرت کا حامل ہے اسی طرح ایک بدطینت اور بھی تھا جس کا نام تھا حکم بن العاص، یہ دونوں جب آپ کو دیکھ لیتے تو ہمیشہ نت نئے انداز سے ایذا رسانی کی کوشش کرتے، آوازے کستے، بدزبانی کرتے، منہ چڑاتے، منہ ناک سے بیہودہ آوازیں نکالتے۔

ایک بار آپ کو تکلیف دینے کے لیے حکم نے منہ ناک سے بیہودہ آواز نکالنا شروع کیا۔ حضور اقدس نے فرمایا "تو ایسا ہی ہو جا" چنانچہ وہ ایسا ہی ہو گیا۔ [۴۱]

رسولِ رحمت پر دھول مٹی پھینکنے والا

خانوادۂ مالک بن کنانہ کے ایک فرد کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم "ذوالمجاز" کے بازار میں تبلیغ اسلام فرما رہے تھے اور لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے۔ اور ابوجہل آپ کے پیچھے پیچھے چلتا جاتا تھا اور آپ پر دھول پھینکتا جاتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ چیختا جاتا تھا لوگو! اس شخص کے بہکاوے میں نہ آنا۔ یہ ہم سے اپنا آبائی دین چھوڑنے کو کہہ رہا ہے۔ اور لات وعزیٰ سے رشتہ توڑنے کو کہتا ہے اس کی اس شرارت اور ایذا کے باوجود آپ اپنے کام میں مشغول رہے۔ [۴۲]

marfat.com

گالی گلوچ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ اس وقت حرم میں امیہ بن خلف، ابوجہل اور عقبہ بن معیط موجود تھے۔ طواف کرتے ہوئے یہ لوگ جب ان کفار کے پاس سے گزرتے وہ گالیاں بکنے لگتے۔ تین چکر اس طرح پورے ہونے کے بعد چوتھے چکر میں ان تینوں نے آپ کا دامن پکڑ کر کھینچنا چاہا سیدنا عثمان غنی فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً بڑھ کر ابوجہل کو ہٹایا۔ ابوبکر نے امیہ کو اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم نے عقبہ کو پرے ہٹایا۔ اور آپ نے فرمایا۔

"واللہ جب تک تم لوگ عذاب الہٰی میں گرفتار نہ ہوگے اپنی شرارت سے باز نہیں آؤ گے"

یہ سن کر کفار کانپ گئے ۴۳

حالت نماز میں گستاخی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ ابوجہل آیا اور ارادہ کیا کہ حالت سجدہ میں آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھ کر کچل دے۔ مگر فوراً ہی پیچھے بھاگ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں بھاگ آئے۔ کہنے لگا میں نے دیکھا کہ میرے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے درمیان آگ کی ایک خندق حائل ہوگئی ہے اور ایسے ایسے پروں والے نظر آئے۔

"حضور اقدس نے فرمایا اگر وہ قریب آتا تو فرشتے اس کی تکا بوٹی کر ڈالتے۔" ۴۴

بدزبانی احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علالت کے باعث دو تین روز متواتر صاحب فراش رہے۔ کفار میں سے ایک بد باطن عورت کہنے لگی ——— "اے محمد! معلوم ہوتا ہے تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا۔" (معاذ اللہ)۔

marfat.com

حضرت انس کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں جب مشرکین کے پاس سے گزرتے تو وہ آپس میں ارشارے بازی کر کے مذاق اڑاتے۔ اور کہتے دیکھئے آپ ہی ہیں، جنہیں اپنے نبی ہونے کا گمان ہے، آپ کے ساتھ جبریل ہوتے ہیں۔

خدا کی قدرت کہ حضرت جبریل کے ذریعہ ان کفار کے جسموں پر ناخن کے نشان ڈال دیئے گئے پھر وہ نشان پھوڑوں میں تبدیل ہو گئے اور پھوٹ پھوٹ کر بدبو پیدا کرنے لگے۔ اب یہ حال ہو گیا کہ ان کے ساتھی براتی بھی انہیں اپنے پاس بٹھانا ناگوار سمجھنے لگے۔ ۴۵

منافقوں کی سرگرمیاں

مکہ سے ہجرت کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ آئے اور اسلام کی ترقی واستحکام کی جڑیں مضبوط ہونے لگیں تو کھلے بندوں مخالفت کرنے والے کفار ومشرکین اور یہود کی طرح، ایک نہایت سرگرم اور خطرناک گروہ منافقین کا بھی ابھرا، منافقین کا سب سے بڑا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ قبیلہ بنی قینقاع میں سے بھی اسی مفسدانہ نظریہ کو لے کر کچھ لوگ مسلمانوں کی صف میں آگھسے جن میں سے چند سربرآوردگان کے نام یہ ہیں۔

سعد بن حنیف، زید بن اللعلیت، نعمان بن اوفی بن عمرو، رافع بن حرملہ، رفاعہ بن زید بن تابوت، سلسلہ بن برہام، کنانہ بن صوریا۔

منافقین، مسلمانوں کی صف میں داخل ہی اس نیت سے ہوتے تھے کہ انھیں اندر سے کمزور کرنے کی ہر ممکن تدبیر کریں۔ چنانچہ مجموعی اعتبار سے اس مفسد ٹولے کی دسیسہ کاریوں کو یوں سمجھیئے کہ ان کے کیا کام تھے؟

۱۔ حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر ممکن ایذا پہنچانا۔

۲۔ اسلام کے قوانین اور رسول اکرم نیز قرآن مجید میں معاذ اللہ عیب نکالنا، تمسخر کرنا۔

۳۔ مسلمانوں میں گھس کر ان کے سادہ لوحوں کو بہکانا اور ورغلانا۔

marfat.com

۴۔ کفار و مشرکین سے ساز باز کرنا۔

۵۔ جہاد کے موقعوں پر صفوفِ اسلام میں بددلی پیدا کرنا، اور عین وقت پر پشت دکھا دینا۔

۶۔ کسی بھی دعوتی مہم میں حضورِ اقدس کے رُوبرو حامی بھرنا اور پیچھے ہو کر پلٹ جانا۔

۷۔ حضورِ اقدس، آپ کے اہل بیت اطہار اور جانثار صحابہ سے متعلق فتنہ انگیزی کرنا اور اسے ہَوا دینا۔

ابن ابی رئیس المنافقین کی بدباطنی سے تو مدنی دَور کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

سیرِ پاک کا کون سا ایسا موڑ ہے جہاں وہ اپنی چال سے پہچانا نہ جاتا ہو۔

زید بن اللصیت وہ شخص ہے جس نے بنی قینقاع کے بازار میں حضرت عمر سے بیہودگی سے ساتھ جھڑپ کرلی تھی اور ایک بار جب رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کھو گئی تھی تو اسی منافق نے طعنہ دیا تھا کہ:

"آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور خود اپنی اونٹنی کہاں ہے۔ اس کی خبر نہیں؟"

حضورِ اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیتے ہوئے ظاہر فرمایا کہ میرا علم تو خدا ہی کی عطا سے ہے ——— جاؤ دیکھو فلاں وادی میں وہ اونٹنی ہے۔ اس کی رسّی فلاں درخت سے اُلجھی ہوئی ہے۔ صحابہ کرام وہاں پہنچے تو بعینہٖ بیان کردہ حال میں اونٹنی کو پالیا۔

رافع بن حریملہ منافق وہ تھا جس کی موت پر آقائے دو جہاں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"آج سردارانِ منافقین میں سے ایک موت کے گھاٹ اتر گیا۔"

ان اہلِ نفاق کے قلوب اللہ و رسول پر مطمئن نہ تھے۔ بلکہ وہ محض اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کے پروگرام پر عمل کرتے رہتے تھے۔

رسول پر عدمِ اعتماد کا فتنہ

وہ چونکہ مسلمانوں کے ہمراہ رہتے تھے، نمازیں پڑھتے عبادتیں کرتے اور دیگر تمام امور میں شریک رہتے۔

marfat.com

اسی وجہ سے عامۃ المسلمین صحابہ کرام میں ان کی حرکتوں سے بہت کچھ بددلی اور غلط فہمی بھی پھیل جایا کرتی تھی، سیر رسول پاک اور تفاسیر میں ان کی شرارتوں کے کثیر واقعات ملتے ہیں، ان میں سے بھی ہم چند ایک یہاں ذکر کریں گے تاکہ رسول رحمت، سراپا شفقت و برکت، رہبر امن و انسانیت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام امن کی تحریک کتنی اہم اور کیسے فاسد ماحول میں ہوئی اس کا صحیح اندازہ کیا جا سکے۔

ایک منافق کا کسی بات پر ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا چلو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس فیصلہ کرائیں۔ منافق نے کہا نہیں۔ کعب بن اشرف (یہودی سردار) کے پاس چلو۔ بہر حال ردوکد کے بعد حضور اقدس ہی کی خدمت میں جانے کا اتفاق ہوا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریق کی باتیں سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ حضور کے پاس سے واپس آنے کے بعد منافق نے کہا چلو اس فیصلہ کی تصدیق حضرت عمر سے کرالیں۔ اگر وہ بھی یہی کہیں گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ یہودی راضی ہو گیا۔ منافق کے ذہن میں یہ بات تھی کہ عمر فاروق غیر مسلمین کے حق میں بہت سخت ہیں اور وہ میرے مسلمان ہونے کی ضرور رعایت کریں گے۔ ان کے سامنے جب پورا مقدمہ آگیا اور وہ فیصلہ کے طور پر کچھ کہنے والے تھے کہ یہودی نے کہا: جناب والا یہ بات بھی آپ پر واضح رہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے حق میں فرما چکے ہیں ——— حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اتنا سنا تو تھوڑی دیر کے لیے اپنے گھر میں گئے۔ منافق اپنا بیان دے کر بہت خوش ہو رہا ہوگا کہ اب غیظ المنافقین کی شمشیر برق پاش یہودی کا سر اڑا دے گی آپ جب گھر سے نکلے تو واقعی آپ کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ مگر آپ نے یہودی کے بجائے ایک ہی وار میں منافق کا سر قلم کر دیا۔ کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ پر غیر مطمئن رہنے والا کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ حضور اقدس پر عدم اطمینان اور شک و ریب ہی تو نفاق کی بنیاد ہے۔ ۴۵

marfat.com

حضور سرور دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امن و سلامتی کے داعی اعظم ہیں۔ اور انصاف و عدل کی جبیں آپ کے وجود مسعود سے روشن اور درخشاں ہے۔ آپ غزوۂ حنین کے بعد مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص جس کے سینے میں نفاق کا ناسور تھا، کہنے لگا آپ نے انصاف سے نہیں بانٹا ——— اصحاب جانثار یہ بدتمیزی سن کر کھول اُٹھے۔ سرکار کی موجودگی کا ادب مانع تھا۔ پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اجازت ہو تو اس کا سر قلم کر دوں۔ مگر رسول رحمت صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں باز رکھا۔ اور فرمایا کیا تمہیں یہ چرچا پسند ہے کہ میں اپنے صحابہ کو قتل کرتا ہوں۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی ایسا ہی واقعہ درپیش ہوا۔[۴۷]

صحیحین اور نسائی میں ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایک بار مالِ غنیمت بانٹ رہے تھے۔ جو بھی آپ کے سامنے دائیں بائیں جانب تھا سب کر دیا۔ ایک بد باطن پیچھے کھڑا رہا اور بعد میں بول اٹھا۔ یا محمد ما عدلت (اے محمد آپ نے انصاف نہیں کیا) حضور اقدس اس کی گستاخی سے بہت رنجیدہ ہوئے مگر صرف اس قدر ارشاد فرمایا۔

"واللہ! میرے بعد مجھ سے زیادہ عدل و انصاف کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے۔"[۴۸]

ایسے ہی ایک موقع پر ذوالخویصرہ تمیمی نے بدزبانی کی اور کہا "انصاف کیجئے۔" جس پر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ مگر حضور نے اپنے صبر و شکیب کی وسیع چادر میں اس کی گستاخی کو چھپا لیا۔[۴۹]

عیب چینی

حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ دینی ضرورتوں کے پیش نظر جہاد وغیرہ کی تیاری کے لیے صحابۂ کرام کو صدقہ کی ترغیب دیا کرتے تھے، ایسے ہی ایک موقع پر صحابۂ کرام نے دل کھول کر اپنے مال و دولت حضور کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار درہم، عاصم بن عدی نے سو

marfat.com

دس کھجوریں، جن کی مالیت ہزاروں درہم ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک غریب صحابی ابوعقیل نے مزدوری کر کے تھوڑی سی کھجوریں حاضر کیں۔

اہلِ محبت جانبازانِ رسول تو یہ کر رہے تھے اور جن کے دل میں عناد اور دشمنی بھری تھی ان کا یہ حال تھا کہ زیادہ چندہ دینے والوں کو کہتے کہ یہ تو نام و نمود کے لیے دے رہے ہیں اور غریبوں کو یہ طعنہ کہ دیکھو، مینڈکی کو بھی زکام ہو چلا۔ خون لگا کر شہیدوں میں نام لکھوانے چلے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان بدباطنوں کی گستاخی کا نقشہ قرآن مجید میں یوں کھینچا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ	وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو
الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَ	کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو
الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُہۡدَہُمۡ	جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے تو ان
فَیَسۡخَرُوۡنَ مِنۡہُمۡ ؕ سَخِرَ اللّٰہُ	سے ہنستے ہیں، اللہ ان کی ہنسی کی سزا
مِنۡہُمۡ ۫ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿القرآن﴾	دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے

تمسخر اور استہزا آقائے دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے سفر فرما رہے تھے۔ اس وقت حضور کے قافلہ میں منافقوں کے تین گروہ شامل تھے۔ دو کا نفاق اتنے زوروں پر تھا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمسخر کرتے تھے اور کہتے ـــــ لو دیکھو یہ چلے ہیں روم اور شام والوں کا مقابلہ کرنے اور ان کے قصور و محلات پر اپنا پرچم لہرانے۔ تیسرا گروہ اگرچہ کچھ کہتا تو نہ تھا مگر ان کے ساتھ مل کر ہنستا تھا۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بلوا کر دریافت فرمایا کیا تم لوگوں نے ایسے ایسے کہا ـــــ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ تو راستہ کاٹنے کے لیے ہنسی، کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ مگر دشمنانِ رسول کی اس گستاخی کو خداوند قدوس نے معاف نہیں کیا اور قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:-

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا	اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو

marfat.com

كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝

تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں میں تھے۔ تم فرماؤ، کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو؟

قبائلی عصبیت انگیزی

حضور سرورِ عالمیاں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ مریسیع سے فراغت کے بعد ایک کنوئیں کے منڈیر کے پاس نزولِ اجلال فرمایا۔ تمام صحابۂ کرام بھی اترے۔ وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ جہجاہ غفاری (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجیر) اور سنان بن وبر جہنی رئیس المنافقین ابن ابی کا حلیف) کسی بات پر آپس میں لڑ گئے ـــــ بات جب آگے بڑھی تو جہجاہ نے مہاجرین کو آواز دی اور اس طرح سنان نے انصار کو اپنی مدد کے لیے پکارا ـــــ گویا نسل و قبائل کی وہ فصیلیں جنھیں اسلام نے گرانے کا پیغام دیا ہے اور ذات و خاندان سے بلند ہو کر کلمۂ طیبہ کی بلند بنیادوں پر مسلمانوں کو اتحاد کی تعلیم دینا اس کا اوّلین فرض ہے ـــــ منافقین کی ریشہ دوانیوں سے جماعت صحابہ میں ان فاسد عناصر کو ابھرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اس جگہ منافقوں کے سردار ابن اُبی نے رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیوں کی حد کر دی اور بہت سی بیہودہ باتیں بک کر رسولِ امن و سلامتی کو ایذا پہنچائی، اور کہا۔

"مدینہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔"

اور اپنی قوم سے مخاطب ہو کر بولا۔

"اگر تم انہیں اپنا جوٹھا کھانا نہ دیتے۔ تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوتے۔ اب ان پر خرچ نہ کرو۔ تاکہ یہ مدینے سے نکل جائیں۔"

ابن اُبی کی یہ دریدہ دہنی دیکھ کر حضرت زید بن ارقم نے فرمایا۔

"واللہ! تو ہی ذلیل ہے، اپنی قوم میں بغض ڈالنے والا، اور رسول اکرم صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم کے سر پر معراج کا تاج ہے۔ حضرت رحمٰن نے انہیں عزت و قوت دی ہے۔"

ابن ابی کی ان گستاخیوں کی خبر بارگاہِ الٰہی میں پہنچی۔ اس سے جب پوچھا گیا کہ تم نے رسول خدا کی شان میں یہ بے گستاخی کی تو وہ صاف مکر گیا۔ اور جھوٹی قسم کھالی، وہ نہایت چرب زبان، میٹھی بات کر کے لوگوں کو اپنے موافق کر لیا کرتا تھا۔ اور عام بھولے بھالے لوگ اس کی باتوں میں آجاتے تھے، اس بار بھی لوگوں نے اس کو سچ جانا اور زید بن ارقم کو غلط تصور کیا۔ مگر خالق ارض وسما، رب کائنات جل شانہٗ وعم نوالہٗ نے اس واقعہ کے بعد سورۃ المنافقون نازل کر کے نفاق و فتنہ گری کی ساری قلعی کھول دی۔ ذرا اس سورۃ کا تیور ملاحظہ کیجئے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا	جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے
نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ	ہیں کہ ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ حضور
اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ	بے شک اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ
يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ	جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور
اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا	اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ	ہیں اور انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال
سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝	بنالیا، تو اللہ کی راہ سے روکا۔ بے
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ	شک وہ بہت ہی برے کام کرتے
كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ	ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان
فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَاِذَا	لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو ان
رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ	کے دلوں پر مہر کر دی گئی، تو اب وہ کچھ
وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ	نہیں سمجھتے اور جب تو انہیں دیکھے
كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ	ان کے جسم تمہیں بھلے معلوم ہوں اور

marfat.com

يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۵۲

اگر بات کریں تو ان کی بات غور سے سُننے، گریا وہ کڑیاں ہیں، دیوار سے ٹکائی ہوئی (جن میں بیجان تصویر کی طرح نہ روح ایمان نہ فکر انجام) ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں۔ وہ دشمن ہیں تو ان سے بچتے رہو۔ اللہ انھیں مارے۔ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

سازش

غزوۂ تبوک کا مرحلہ نہایت سخت تھا۔ شام اور روم کے حکمرانوں نے مسلمانوں پر یکبارگی تباہ کن حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اور تمام جانثارانِ رسول بھی آقا و مولا کی اقتدار میں جان و مال کا نذرانہ لٹا رہے تھے۔ ——— دوسری جانب منافقین نے مدینہ سے دور ایک یہودی کے مکان میں اپنی خفیہ میٹنگ کی۔ اور مسلمانوں کی جماعت میں بددلی پھیلانے کی سازشوں پر غور کرنے لگے۔ مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سازش کا علم ہو گیا۔ اور آپ نے فوراً حضرت طلحہ کے ہمراہ صحابہ کو وہاں بھیجا۔ انھوں نے بروقت پہنچ کر ان کے گھناؤنے کرتوت کا پول کھول دیا۔ کچھ جھڑپ بھی ہوئی۔ بالآخر منافق ہزیمت کھا کر خائب و خاسر ہوتے۔ ۵۳

نفاق کا زہر

غمگسار امت سید نا رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے اپنے خچر پر سوار تشریف لے جا رہے تھے۔ ساتھ میں اسامہ بن زید بھی تھے، سرِ راہ ایک جگہ کچھ لوگوں کا مجمع لگائے ابن ابی رئیس المنافقین بیٹھا ہوا تھا۔ حضور کو دیکھ کر وہ اپنے باطن کا بغض پوشیدہ نہ رکھ سکا۔ اور حضور

marfat.com

سے منہ پھیر لیا۔ آپ نے اس جگہ کے لوگوں کو قرآن کی کچھ آیتیں سنائیں ـــــ ابن اُبی نے حضور کی سواری کے جانور سے تنفر کا اظہار کیا اور کہا کہ ،

"ہمیں اس طرح آکر تنگ نہ کرو، جو تمہارے پاس جاتے جو سنانا ہو اسے سنایا کرو"

دامن رسول پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت

حضرت زید ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ انھوں نے زید کو حضور کی خدمت میں پیش کر دیا تھا اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا ـــــ پیارے رسول کی شفقت و محبت کا حضرت زید پر اتنا غلبہ تھا کہ انھوں نے آزاد ہو جانے کے باوجود اپنے والدین کے پاس جانا گوارا نہ کیا۔ آقا و مولے صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کو سب پر ترجیح دی۔ ان کے ساتھ حضور کے مشفقانہ اور پدرانہ برتاؤ کو دیکھ کر لوگ انھیں فرزند رسول کہنے لگے ـــــ حضرت زینب بنت جحش کا نکاح پہلے زید ہی سے ہوا تھا۔ مگر دونوں میں نباہ نہ ہو سکا اور شرعی علیحدگی ہو گئی ـــــ زمانۂ عدت گذر جانے کے بعد حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے نکاح میں لے لیا ـــــ جس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں تھی۔ مگر دشمنانِ اسلام اور بالخصوص منافقین نے رنگ آمیزی کر کے یہ ہوا خیزی شروع کی کہ دیکھو انھوں نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا۔ یہ ایسا گھناؤنا پروپیگنڈہ تھا جس سے اخلاق و شرافت کے چاندنی سے زیادہ اُجلے دامنِ عصمت رسول پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی جا رہی تھی ـــــ اور اس فتنۂ عظیمہ کی بنیاد محض اس مغالطہ پر رکھی گئی کہ منہ بولا بیٹا بھی حقیقی فرزند ہوتا ہے۔

یہود اور منافقین کی اس ذلیل حرکت کا قرآن عظیم نے نوٹس لیا۔ اور خدائی فرمان سے ان کے فاسد عزائم کا قلعہ مسمار ہو کر رہ گیا۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ـ اور تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا نہیں

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾ (القرآن)

بنایا یہ تمہارے اپنے منہ کی بات ہے اور اللہ حق فرماتا ہے۔ اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

لب و لہجہ کا نفاق

غزوۂ احزاب میں جو شوال ۵ھ میں پیش آیا۔ اس موقعہ پر یہود اور مشرکین مکہ نے مل کر مدینہ پر سخت حملہ کیا تھا۔ اور مدینہ طیبہ کی آبادی کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ کفار قریش کے منصوبوں کی خبر پاکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے مدینے کے گرد خندقیں کھدوائی تھیں۔ اور سب کے ہمراہ ہوکر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی خندق کی کھدائی میں حصہ لیا تھا۔ کم و بیش تین ہزار جانبازان رسول نے خندق کی کھدائی میں شب و روز محنت کی۔ حضور اقدس نے دس دس آدمیوں کی ٹولی بنادی تھی اور ہر ٹولی کو چالیس ذراع تقریباً بیس میٹر زمین کا ٹکڑا متعین فرمایا جس کی چوڑائی دس میٹر کے لگ بھگ تھی اور گہرائی اندازاً پانچ میٹر سے کم نہ رہی ہوگی۔ اس خندق کی کھدائی کا صبر آزما کام اور سخت سردی اور بھوک پیاس کا عالم شکموں پر پتھر باندھے ہوئے۔ بے سروسامانی کی کیفیت میں ہر صحابی نے تقریباً دو سو مکعب گز زمین کھود کر مٹی نکالی۔ اور ابوبکر و عمر اور خود سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی سب کے ساتھ مل کر دامنوں اور چادروں میں مٹی ڈھوئی ——— خندق کی تیاری کے دوران صحابۂ کرام کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ مسلمان عنقریب روم و ایران اور حمیرہ کے محلات کو زیر نگیں کریں گے۔

اس غزوہ کے دوران جب کفار و مشرکین کا دباؤ پڑا۔ اور محاصرہ طویل ہوگیا۔ تو مُعتب بن قیشر منافق نے کہا

"محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو ہمیں روم و فارس کی فتح کا مژدہ سنا رہے

اور یہاں تو یہ حال ہے کہ قضائے حاجت کے لیے ڈیرے سے باہر نکلنا دشوار ہے"
رب تعالیٰ فرماتا ہے،

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ○	اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا، ہمیں اللہ و رسول نے وعدہ نہ دیا تھا، مگر فریب۔

مسجد ضرار اس مسجد کی تعمیر بھی منافقین کی ناپاک اسکیموں میں سے ایک تہلکہ خیز اسکیم تھی۔ اور اس کے ذریعے وہ دشمنانِ خدا و رسول اسلام کی مستحکم جمعیت کو منتشر کرنا چاہتے تھے۔ ہر تیسری اقدام کے دوران گھن بن کر خدائی مشن کو سبوتاژ کرنے والی فتنہ گر فطرت نے اس بار ایک نہایت خطرناک چال چلی تھی اس فتنہ کا سرا یہ ہے کہ
ابو عامر نامی شخص جو زمانۂ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور مسیحیت میں ترقی کر کے راہب بن چکا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری سے جس طرح بغض و عناد کے پیکر یہود جل بھن گئے۔ اسی طرح نصرانیت زدہ بھی تلملا اٹھے۔ اس وقت ابو عامر نے سرکار سے جو جلی کٹی باتیں کیں وہ ملاحظہ کیجیے۔

ابو عامر: یہ کون سا دین ہے؟ جسے آپ لائے ہیں۔
حضور اقدس: میں ملتِ حنیفیہ، دین ابراہیم لے کر آیا ہوں۔
ابو عامر! میں تو اسی دین پہ ہوں۔
حضور اقدس: نہیں، یہ تو غلط ہے۔
ابو عامر: آپ نے دین ابراہیم میں اپنی طرف سے ملاوٹ کر دی ہے۔
حضور اقدس: میں تو خالص، صاف ملت لایا ہوں۔
ابو عامر: (جل کر) ہم میں سے جو جھوٹا ہو اللہ اُسے غریب الدیار بنا کر بیکسی و تنہائی کے عالم میں ہلاک کرے۔

marfat.com

حضور اقدس: آمین۔

اس دشمن اسلام کے دل میں نفاق و سرکشی نے بسیرا کر لیا تھا۔ غزوۂ احد کے موقع پر اس نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چیلنج کیا کہ آپ کے خلاف اعلان جنگ کرنے والی ہر قوم کا ہر ممکن تعاون میری زندگی کا مقصد ہے۔ چنانچہ غزوۂ حنین تک ہر معرکہ میں اس نے اپنی اس پالیسی پر عمل کیا۔

رسول دشمنی میں اتنے غالی اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں آخری حد کو پہنچے ہوئے اس نصرانی کا سراغ منافقین کو بھی تھا۔ انھوں نے ابو عامر کو مقصد میں اپنا ہمنوا پا کر اس کی سرپرستی قبول کر لی۔ اور اس کے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے قبا میں "دارالفتن" کی بنا ڈالی۔ جسے مسجد کا نام دیا۔ —— عین اس وقت جبکہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تبوک کے لیے پابہ رکاب تھے۔ منافقین خدمت اقدس میں آتے اور کہا کہ یہ مسجد ہم لوگوں نے آسانی کی غرض سے تعمیر کی ہے۔ تاکہ بوڑھے اور کمزور لوگ اس میں باآسانی پہنچ کر نماز ادا کر سکیں۔ آپ ذرا چل کر اس کا افتتاح کر دیں۔ اور دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کر دیں۔ حضور اقدس نے فرمایا کہ میں ابھی غزوۂ تبوک کے لیے جا رہا ہوں، واپسی پر خدا کی مرضی ہوئی تو نماز پڑھ لوں گا۔

ابو عامر اور منافقین کا ارادہ یہ تھا کہ ہم مسجد کے نام سے اپنے مفسدانہ پروگرام کی تکمیل کے لیے ایک اڈہ بنالیں۔ جہاں سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اندرونی حملے کیا کریں گے۔ ابو عامر نے منافقین مدینہ کو یہ دارالفتن تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور خود روم کے بادشاہ سے ملنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کے اکسانے پر قیصر روم مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ ہوا۔ شام سے اُس نے منافقین کو ہدایات بھیجیں تاکہ ادھر مدینے میں رہ کر دارالفتن مجوزہ تخریبی اسکیم پر انتشار و بدمزگی پھیلائے۔ ادھر سے مسیحی فوج حملہ آور ہو۔ اس طرح پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے صحابہ اور مسلمانوں کو مٹا دیا جائے۔ (معاذ اللہ)

حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہو رہے تھے۔ اسی دوران

marfat.com

مدینہ منورہ کے قریبی قریہ میں منافقین نے پھر اس بات کو دہرایا کہ مسجد میں چل کر آپ نماز پڑھ دیجیے۔ اس پر قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں جس نے دشمنانِ اسلام کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

رب کائنات فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ؕ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۵۶ (القرآن)	اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو، اور کفر کے سبب، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا۔

اللہ اکبر! کلام الٰہی نے کفر و نفاق کا سارا پول کھول دیا اور رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیعت صحابہ کو ان کے خطرناک ارادوں سے باخبر کر دیا ـــــ آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو وہاں بھیجا تاکہ مسجد ضرار دار الفتن کو جلا کر خاکستر کر دیں۔

اس طرح منافقین کے ہاتھوں دور نبوی میں تعمیر ہونے والا فتنہ و فساد اور کفر و ارتداد کا یہ مرکز فنا کے گھاٹ اتر گیا۔

ابو عامر خزرجی منافق ادھر سفر شام کے دوران نہایت بے کسی کسمپرسی کی ذلیل موت مر گیا۔ ۵۷

کھا کے پتھر دشمنوں پر پھول برسانا تیرا	سرکار رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ آپ کی ذاتِ والا

marfat.com

کرۂ ارضی کے لیے بطورِ خاص بیشمار برکتوں اور سعادتوں کا سبب ہے ـــــ پچھلے انبیا علیہم السلام میں سے کئی کی نافرمانی کرنے والوں اور اذیت دینے والوں کو رب تعالیٰ نے دردناک عذاب دے کر کسی طبقہ کو غرق کر دیا۔ کسی پر پتھر برسا کر مٹا دیا۔ کسی پر آبادی الٹ دی اور کوئی قوم مسخ صورت کے عذاب میں مبتلا کر دی گئی۔ ـــــ مگر یہ نبی آخر الزماں کا صدقہ ہے کہ آپ کے دورِ گرامی میں (یعنی اعلان نبوت سے تاقیامِ قیامت) دشمنانِ اسلام پر دنیا میں انکار اسلام کے سبب اجتماعی عذاب نہیں آئے گا۔ ـــــ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ۵۸ (القرآن)

اور خدا ان کو عذاب نہ کرے گا جب تک تو ان میں ہے۔

مشرکین کی مسلسل ایذا رسانیوں سے تنگ کر ایک بار چند صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ ان دشمنوں کے حق میں بددعا کریں۔ آپ نے جواب دیا۔

"میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں ـــــ بلکہ میں تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ ۵۹

مخالف قوم کی گوناگوں ایذا رسانیوں اور اسلام کے خلاف ان کی جان توڑ ریشہ دوانیوں کے باوجود نبئ رحمت اور امن و محبت کے علمبردار پیغمبر نے ان کے حق میں بددعا کے لیے ہاتھ نہیں اُٹھایا ـــــ قبیلۂ دوس کے معزز صحابی طفیل جب مبلغ اسلام بنا کر اپنے قبیلے کی طرف بھیجے گئے تو انھوں نے ایک بار خدمت اقدس میں آکر اپنی قوم کی قساوت قلبی اور اسلام کے ریشہ دیوانی کی شکایت پیش کی اور عرض کیا۔

"قبیلۂ دوس کی سرزمین ایک محفوظ قلعہ کے طور پر ہے کیوں نہ وہ آپ کو مل جائے۔ ان سے یہ سن کر بجائے حملہ اور بددعا کرنے کے آپ نے فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَائْتِ بِهِمْ ۶۰

اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور اسلام کی طرف لا۔

marfat.com

اسی موقع پر حضرت طفیل دوسی اپنی قوم کے سرکش لوگوں کے حق میں بد دعا کرانے چاہتے تھے مگر حضور رحمت للعالمین نے ایسا نہیں کیا۔ پھر عرصہ بعد طائف پر حملہ کرنے کے دوران مجاہدین صحابۂ عظام نے عرض کی۔

"یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمیں ثقیف کے تیروں نے جلا ڈالا ——— آپ ان کے لیے بد دعا کریں۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی باتیں سن کر یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا[۶۱] خداوندا! ثقیف کو ہدایت دے۔

غزوۂ اُحد میں کفار کے ہجوم نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ سرکار دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوتے اور چہرۂ اقدس پر بھی خراشیں آئیں۔ سیر و مغازی کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ میں سے بہت حضرات کو حضور کی شہادت کا یقین ہو گیا تھا۔ تاریخ رسالت میں معرکۂ اُحد نہایت سخت مرحلہ تھا۔ مگر آپ نے کفار و مشرکین مکہ کے حق میں بد دعا نہیں کی۔ بلکہ ان کے حق میں "میری قوم" کہہ کر دعائے ہدایت فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ یا خدا! میری قوم کو معاف کر وہ لاعلم ہے۔

رئیس یمامہ ثمامہ بن اثال اسلام لانے کے بعد مدینہ شریف سے بہ نیت عمرہ مکہ پہنچے۔ مشرکین میں سے کسی نے کہا تم اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے۔ انھوں نے کہا میں نے سب سے اچھے "دین اسلام" کو اختیار کیا ہے۔ کفار کی یہ بدتمیزی انھیں بری لگی۔ وہ یمامہ کے با اثر سردار تھے اور مکہ میں غلہ یمامہ سے آتا تھا انھوں نے تہیہ کیا کہ آئندہ یہ غلہ نہیں بھیجا جاتے گا۔ یمامہ سے غلہ کی درآمد بند ہونے کے بعد مکہ میں بھوک مری شروع ہو گئی ——— بالآخر مشرکین قریش نے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی قرابت کا واسطہ دے کر معذرت کی اور حضور نے سنا تو فوراً ثمامہ سے یہ بندش اٹھوا کر غلہ بھجوانے کا حکم فرمایا ——— جس پر عمل کیا گیا۔[۶۲]

کتب تفاسیر اور تاریخ اسلامی سے منتخب کر کے کفار مکہ، یہود نامسعود اور منافقین کے یہ چند واقعات نذر ناظرین کیے گئے ہیں ——— یہ مختصر مندرجات ہیں ورنہ آقائے رحمت

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایذاؤں، تکلیفوں، مصیبتوں اور پریشانیوں کے جن طوفانی حملوں کو روند کر عالم انسانیت کو امن وسلامتی کا اسلامی نظام بخشا ہے۔ وہ قدم قدم کانٹوں کی راہ ہے۔ اس عنوان کو پھیلایا جائے تو سینکڑوں صفحات کے دامن تنگ ہو جائیں گے۔

دکھانا صرف یہ ہے کہ دعوتِ اسلام، اور آقائے نامدار سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغامِ امن وسلامتی کوئی من گھڑت نہیں، بلکہ کل عالم اور ساری کائنات کے خالق ومالک پروردگار کی جانب سے نازل شدہ، اسلوب حیات ہے۔ حضرت آدم، موسیٰ، ہارون، ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق اور عیسیٰ مسیح کو اپنا نمائندہ اور پیغمبر بنا کر بھیجنے والے رب العالمین نے اسی نورانی سلسلہ کی آخری کڑی بنا کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ کے ذریعہ انبیائے ماسبق کی تعلیمات توحید کو قیامت تک کے لیے مستحکم فرما دیا جس کا نام اسلام ہے امن اور سلامتی کا دین۔ ❊

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ[۱۳] بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

marfat.com

حوالے

۱ جمع الفوائد ج ۲ ص ۲۷۴

۲ القرآن ، الحجر ۱۵ - ۹۴

۳ القرآن ، الشعراء ۲۶ - ۲۱۴

۴ الطبری ج ۳ ، ۱۱۷۴

۵ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۰۰

۶ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳ ، ۱۷ ، ۱۹ - ابن سعد ج ۱ ص ۲۰۸ ، ۲۱۰ ، البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۹۵ ، ۹۷ - محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للشیخ محمد رضا المصری مترجمہ اردو ، محمد عادل قدوسی ص ۲۰۳ ، ۲۰۶ - سیرت ابن اسحاق ص ۲۲۵ - ۲۲۶ پریچنگ آف اسلام (انگریزی) مصنفہ پروفیسر ٹی ، ڈبلیو ، آرنلڈ مترجمہ اردو ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ص ۲۲

۷ جزیرۃ العرب ص ۲۵۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱

۸ القرآن ، الزخرف ۴۳ - ۳۱

۹ محمد رسول اللہ ص ۲۱۳ ، ۲۱۴ ، ۲۱۵ ، ۲۱۶ ، ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۱ ، ۲۱۲ ، سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۷ ، ۴۸ - البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۱۳۵ ، ۱۳۷ ، پریچنگ آف اسلام ص ۲۳ ، ۲۴ -

۱۰ دعائے طائف کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْا اِلَیْکَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَ ھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ — اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ - اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ ؟ اِلٰی بَعِیْدٍ یَّتَجَھَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ تَکُنْ غَضْبَانَ عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَکَ اَوْسَعُ لِیْ . اَعُوْذُ بِوَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمٰتُ وَصَلُحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَنْ یَّنْزِلَ بِیْ غَضَبُکَ اَوْ یَحِلَّ بِیْ سَخَطُکَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (العلی العظیم) اخرجہ

marfat.com

الطبرانی ـــــ ج ۶ ص ۳۵

۱۱ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۴، ۲۶۵، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۲۷ - ۲۲۸ - زاد المعاد ج ۳ ص ۱۵ - ۵۸، الہیثمی ج ۶ ص ۱۵ - کنز العمال ج ۸ ص ۳۳۰، ۳۳۸ - البدایۃ النہایۃ ج ۳، ص ۱۸۱، ۱۸۶ -

۱۲ القرآن ، الانفال ۸ - ۳۰

۱۳ القرآن ، الصف ۶۱ - ۸

۱۴ کنز العمال ج ۸ ص ۳۴۳

۱۵ معجم البلدان یاقوت الحموی تحت حزورہ

۱۶ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۲۳۴

۱۷ غزوۂ طائف وحنین کے بعد حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب واپس تشریف لانے لگے تو سراقہ نے مقام جعرانہ میں حاضر خدمت ہو کر اپنا مذکورہ پروانۂ امن پیش کیا۔ اور اسلام قبول کر کے امن وشرافت کے دائرے میں داخل ہوئے۔ عہد فاروقی میں فتح ایران ہوئی۔ اس وقت کسرائ ہرمز کے کنگن لائے گئے تو امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ کنگن سراقہ کے ہاتھوں میں پہناتے اور فرمایا "لائق حمد وثنا ذات صرف اللہ کی ہے جس نے کسریٰ جیسے بادشاہ عجم کے کنگن چھین کر سراقہ جیسے غریب دہقانی کو پہنا دیئے"۔ سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۲۴ھ میں اس دار فانی سے عالم بقا کی راہ لی رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ ۔ صحیح بخاری، باب ہجرتہ الی المدینۃ سیرۃ ابن ہشام ج ۴، اسد الغابہ

۱۸ الصارم المسلول علی شاتم الرسول لابن تیمیہ ص ۶۷ -

۱۹ لباب النقول للسیوطی ج ۱ ص ۲۳ -

۲۰ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص ۱۴۶ الشاکل الکامل ص ۱۱۷ -

۲۱ تفسیر ضیاء القرآن ج ۴ ص ۱۶۹، الشاکل الکامل ص ۱۱۷ -

۲۲ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص ۹۶،

۲۳ حوالہ مذکورہ بالا ص ۱۰۳

۲۴ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص ۱۰۴

۲۵ حوالہ مذکورہ بالا ، ص ۹۴ -

۲۶ لباب النقول للسیوطی ج ۱ ص ۲۱ -

۲۷ " ج ۱ ص ۵۴

۲۸ الصارم المسلول ص ۶۰ -

marfat.com

۲۹ ایضاً ص ۶۰ ،

۳۰ الانوار المحمدیہ ص ۲۸

۳۱ اس کی تفصیلات کے لیے قرآن مجید کی سورۂ "سبا" کی تلاوت کیجیے۔

۳۲ القرآن ، الانفال ۸ - ۳۱

۳۳ اس سلسلہ میں سورۂ ہود کی تلاوت کیجیے۔

۳۴ الانوار المحمدیہ ص ۲۸

۳۵ کتب تفاسیر، تحت سورۂ لہب

۳۶ الانوار المحمدیہ ص ۲۸ ،

۳۷ الانوار المحمدیہ ص ۲۸

۳۸ بخاری کتاب التفسیر سورۂ مؤمن ج ا ص ۷۱۱ -

۳۹ بخاری باب مناقب ابی بکر ،

۴۰ سیرت حلبیہ ص ۳۰۲ ،

۴۱ " " ص ۳۰۱ ،

۴۲ جمع الفوائد ج ۲ ص ۲۶

۴۳ بدایہ نہایہ ج ۳

۴۴ " " ج ۲ ص ۱۹۸

۴۵ لباب النقول للسیوطی، حاشیہ جلالین ، مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۱۴۲ ،

۴۶ الصارم المسلول ص ۲۹ - یہ واقعہ کتب تفاسیر میں بھی وارد ہوا ہے ۔

۴۷ الصارم المسلول ص ۱۷۴ ،

۴۸ " ص ۱۷۶ ،

۴۹ " ص ۲۱۹ ،

۵۰ القرآن ، التوبہ ۹ ، ۷ ، کنز الایمان ص ۲۸۹

۵۱ کنز الایمان ص ۲۸۵ ، الصارم المسلول ص ۳۳ ،

۵۲ القرآن ، المنافقون ۶۳ - ۱ تا ۴

۵۳ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۱۵

۵۴ القرآن ، الاحزاب ۳۳ ، ۴ کنز الایمان ص ۶۰۵

۵۵ القرآن ، الاحزاب ۳۳ ، ۱۲ کنز الایمان ص ۶۰۷

۵۶ القرآن ، التوبہ ۹ - ۱۰۰

۵۷ تفسیر خزائن العرفان ص ۲۹۵ ، للعلامۃ الشیخ محمد نعیم الدین المراد آبادی علیہ الرحمہ (سنۃ ۱۳۰۰ تا سنۃ ۱۳۶۷ھ) ، مختصر تفسیر ابن کثیر للعلامۃ الشیخ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل بن بشیر الدمشقی (م ۷۷۴ھ) تلخیص محمد علی الصابونی ، مطبوعہ دار القرآن

marfat.com

بیروت، ج ۲ ص ۱۶۹ ۔ تفسیر ضیاء القرآن
للعلامۃ پیر کرم شاہ الازہری، ج ۲، ص ۲۵۳
تفسیر مواہب الرحمن، امیر علی ملیح آبادی
(م ۱۳۳۶ھ) مطبوعہ دینی کتب خانہ لاہور
ج ۳، ص ۳۱۵۲ ۔

القرآن، الانفال ۔ ۸: ۳۲

صحیح مسلم باب فی اخلاقہ و شمائلہ
صلی اللہ علیہ وسلم ۔

البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۰۰ ۔ الاصابۃ
فی معرفۃ الصحابۃ ج ۲ ص ۲۲۵ ۔ ابن سعد
ج ۴ ص ۲۳۷ ۔

جامع ترمذی، الباب المناقب،

سیرۃ ابن ہشام، ج ۴، ثمامہ بن
آثال الحنفی ۴۰۶ و اسلامہ

القرآن، آل عمران ۳، ۱۹

....

marfat.com

مشعلِ راہ

از

فاضل شہیر مولینا عبد الحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری

ملنے کا پتہ

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار، لاہور۲

marfat.com

جامع المعجزات

فی سیرِ خیرِ البریات
علیہ ازکی التحیات

تالیف
الشیخ محمد الواعظ الرہاوی رحمۃ اللہ

ترجمہ
عطاء المصطفی جمیل
ایم۔اے عربی گولڈ میڈلسٹ

ناشر
فرید بک سٹال
اردو بازار لاہور

marfat.com

کراماتِ صحابہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور
فون ۳۱۲۱۷۳

marfat.com

شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عمر فخر الدین رازی کی معروف تصنیف

جامع العلوم

ساٹھ مختلف اور معتبر علوم کا تعارف

سلیس، شگفتہ، بامحاورہ، اور عالمانہ اُردو ترجمہ از

سید محمد فاروق القادری ایم اے

فرید بک سٹال، ۳۸ اردو بازار لاہور ۲

marfat.com

تصوف کی بنیادی اور مشہور عالم کتاب

کشف المحجوب

مصنفہ

حجۃ الکاملین امام الواصلین حضرت ابوالحسن سید علی ہجویری
المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

سلیس مستند عالمانہ ترجمہ از
سید محمد فاروق القادری ایم اے

مقدمہ
میاں محمد سلیم صاحب حماد دربار داتا صاحب لاہور

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

marfat.com

سیرتِ مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علامہ الحاج عبد المصطفیٰ اعظمی مجددی مدظلہ

ملنے کا پتہ

فرید بک سٹال

۳۸ اردو بازار لاہور۲

marfat.com